[illegible] ۳۰ [illegible]

2659

State Library Hyderabad

Checked 1987

CHECKED 1995

اِنَّ من الشعر لحکمۃً و اِنَّ من البیان لسحرًا

مجموعۂ
کلام اردو و فارسی حضرت مولانا مولوی
حاجی محمد مظفر الدین صدیقی المتخلص **معلّی**
حیدرآبادی نوراللہ مرقدہ سابق مددگار ناظم ڈاکخانہ جات
ریاست حیدرآباد دکن موسوم

ریاضِ معلّٰی

جسمیں حضرت مولانا مولوی قاضی
محمد شریف الدین صاحب مدظلہ مصحح دائرۃ المعارف النظامیہ استاد
شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان فرخندہ فال سلطان دکن حضرت
آصفجاہ سابع خلداللہ ملکہ نے حضرت
معلّی کی سوانح و کلام پر عالمانہ تبصرہ کیا ہے

جامع
محمد ریاض الدین علی صدیقی ریاضؔ خلف حضرت **معلّی** مرحوم مغفور

بار اول
عماد پریس میں چھپا
۵۰۰ جلد چھپے

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمۃ

خلد

حضور پر نور سلطان دکن نواب میر عثمان علیخان آص

التماس ضروری

مصنف دیباچہ الحاج حضرت مولانا قاضی محمد شریف الدین صاحب مدظلہ مصحح دائرۃ المعارف ال واُستاد شہزادگانِ بلند اقبال و شہزادیانِ فرخندہ فال کی نسبت اس تعارف مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ آپ یک جدی ہونیکے لحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحم سلاطین دکن کے رشتہ میں چچا اور روحانی توسل کے لحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ شاگرد رشید اور پیر بھائی ہوتے ہیں حضرت معلیٰ اور ان حضرات میں بہ لحاظ قرابت و نسبت روحانی گہرے تعلقات تھے کہ ان ہرسہ حضرات کو ایک جان و دو قالب کے بجائے سہ قالب کہا جائے تو بجا

دیباچہ میں جہاں کہیں حضرت معلیٰ کے رفقاء سفر کے نام درج ہیں وہاں حضرت قاضی صا اپنا اسم گرامی کسر نفسی سے نظر انداز فرمایا ہے اس لئے یہاں اسکی توضیح کر دیگئی ۔

بعض قصائد اور غزلیات بے وقت دستیاب ہونیسے بلا لحاظ سلسلہ ابجد درج کی گئیں اور حصہ او و دوم کا صحت نامہ حصۂ دوم کے آخر ۔ دیباچہ اور حصۂ سوم کا صحت نامہ حصۂ سوم کے آخر درج کیا اس کے علاوہ سہو کتابت سے کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ناظرین سے اُمید ہے کہ اس ہیچمداں کو معاف ف صحت فرمالیجائے گی ۔

حضرت مولانا سید شاہ حسین صاحب ظلہ سجادہ نشین روضۂ حضرت ۔ نے قطعہ تاریخ اور عالیہ راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت بہادر شاد پیشکار و سابق وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اق نے بہ لحاظ تلمذ حضرت معلیٰ تقریظ اور جناب نواب فصاحت جنگ جلیل اُستاد شہریار دکن اور جناب خ عاشق حسین صاحب [illegible] وغیرہم نے جو قطعات تاریخ روانہ فرمائے اُس کا بدل مشکور ہوں ۔

میں اپنے بھائی مظہر الدین احمد صاحب کا ممنون احسان ہوں کہ بھائی صاحب نے مصروفیت کار سرکاری و مشغولیت امتحان خود و تیاری امتحان بی اے کلاس کے باوجود نقل کلام اور تصحیح طبع میں میری کافی مدد فرما اسیطرح بالخصوص اپنے قابل قدر دوست جناب مرزا حسینی بیگ صاحب منشی فاضل اور مولوی سید حبیب اللہ صاحب حلمی کا رہین منت ہوں کہ ان احباب نے اپنا قیمتی وقت اس مبارک کام کی تکمیل میں بخلوص دل صرف فرمایا آخر میں دعا ہے کہ اس مبارک کام میں جن جن حضرات نے حصہ لیا ہے خداوند کریم ان کو دارین میں شاد کام اور سب کے طفیل میں باستقامت باطن جملہ بھائیوں کے ساتھ اس ناچیز کا خاتمہ بخیر فرمائے ۔

۱۰ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۴۲ھ

محمد ریاض الدین علی
عبید خلف حضرت

إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا

مجموعۂ کلام نعتیہ اُردو مصنفۂ قبلہ گاہم حضرت مولانا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صاحب
معلّیٰ حیدرآبادی علیہ الرحمۃ سابق مددگار ناظم ٹپہ خانہ جات دولت آصفیہ

موسوم بہ

ریاضِ معلیٰ

۱۳۴۲ھ

حصۂ اول

(۱) دیباچہ (۲) قصائد نعتیہ [illegible]

مرتبۂ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی اللہ عنہ
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف علیہ الرحمہ

در عماد پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن طبع شد

۵۰۰ طبع شد

CENTRAL LIBRARY HYDERABAD

Checked
1987

علامہ کے دار العلم میں شریک ہو کر عربی کی تکمیل کی اور دیگر علوم مروجہ کا درس بھی اُسی دار العلم میں ختم فرمایا تا آنکہ آپ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے رشید شاگردوں میں شمار کئے جانے لگے چنانچہ حضرتِ شہید علیہ الرحمہ اور ان کے بھائی کی سوانح حیات مسیح وغیرہ میں جا بجا حضرت مرحوم کے شاگرد رشید ہونے اور علم و فضل کے متعلق ذکر آیا ہے حضرتِ معلی مرحوم کے ہم سبق اور اُستاد بھائیوں کی مختصر فہرست یہاں درج کی جاتی ہے جو صفحہ ۲۵۴ حیات مسیح سے نقل کی گئی ہے ۔

(۱) نواب میر محبوب علیخاں غفرانمکاں سلطان دکن (۲) مولوی شیخ احمد صاحب المخاطب نواب رفعت یار جنگ بہادر مرحوم (۳) مولوی محمد صدیق صاحب المخاطب نواب عماد جنگ بہادر مرحوم ہوم سکرٹری (۴) مولوی عبد السلام خاں صاحب المخاطب نواب مقتدر الدولہ بہادر مرحوم صوبہ دار اورنگ آباد (۵) بہاؤ الدین خاں صاحب المخاطب نواب بشیر نواز جنگ بہادر مرحوم صوبہ دار دولتِ آصفیہ (۶) مولانا مولوی مسیح الزماں خاں علیہ الرحمہ استاد حضرت غفراں مکاں (۷) مولوی محمد شاہ صاحب مترجم خیر المواعظ (۸) مولوی عبد الرحمٰن صاحب یاد مرحوم (۹) مولوی عبد الرحیم صاحب ضیاء مرحوم (۱۰) مولوی غوث الدین صاحب مہاجر مرحوم (۱۱) مولوی محمد حنیف صاحب نقشی حیدر آبادی (۱۲) مولوی بدیع الدین صاحب بھوکری (۱۳) مولوی سید ابو تراب صاحب مرحوم (۱۴) مولوی سید یعقوب صاحب حسینی مرحوم (۱۵) مولوی سید عبد اللہ صاحب مرحوم (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی غلام سید الانام صاحب وغیرہم ۔

صوبہ دار ورنگل

ملازمت و خدمات اعزازی حضرتِ معلی مرحوم فارغ التحصیل ہوتے ہی سررشتہ مال میں ملازم ہو گئے ۔ دیانت و راستبازی چونکہ آپ کا نصب العین

تھا اس لئے چند ہی روز میں آپ کے خدمات عام طور پر پسند یدہ اور مستحسن سمجھے جانے لگے آپ کی دیانت اور جفاکشی کی شہرت نے نواب مختار الملک بہادر جیسے مدبر وزیر اعظم کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا چونکہ ضلع بندی سے پہلے سررشتہ ٹپہ کا انتظام باقاعدہ اصول پر نہ تھا اور عام طور پر بدنظمی پھیلی ہوئی تھی جس سے نہ صرف ٹپہ کی روانگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی بلکہ طرح طرح کی مشکلات حائل تھیں اس لئے ضرورت تھی کہ ان نقائص کو دور کرنے کیلئے حضرت معلی مرحوم جیسی روشن دماغ اور غیر معمولی ذہانت والی ہستی کا انتخاب کیا جائے چنانچہ نواب صاحب ممدوح نے سررشتۂ ٹپہ کا انتظام آپ کے سپرد فرما دیا اور آپ نے ممالک محروسہ کا دورہ کر کے جابجا ناکہ جات قائم کئے اور ٹپہ کے عبور و مرور کا بہترین انتظام کیا اور سررشتۂ ٹپہ کی پیش آیند ضروریات کو مدنظر رکھ کے ایک باضابطہ دستور العمل بھی مرتب فرمایا بالآخر صدر مددگار ناظم ٹپہ خانجات ممالک محروسہ سرکار عالی یعنی (ڈپٹی انسپکٹر جنرل پوسٹ آفس) کی خدمت سے وظیفہ پر سبکدوشی حاصل فرمائی۔

وظیفہ پر علیحدہ ہونے کے بعد بھی بہت سی خدمات اعزازی حیثیت سے آپ کے تفویض رہیں آپ نے ناظم حجاج کی اعزازی خدمت بھی انجام دی اور دائرۃ المعارف النظامیہ کے معتمد رہنے کے علاوہ تاحیات اس کے رکن انتظامی بھی رہے مشہور مدرسۂ نظامیہ وہ دینی مدرسہ جس کا افتتاحی اجلاس آپ کے دیوان خانہ میں ہوا تاریخ قیام سے اس کے معتمد اعزازی رہے اور تا دم زیست اس کی ترقی صلاح وبہبود میں آپ ہمہ تن کوشاں رہے۔ نیز مدرسۂ محبوبیہ (شاہ علی بنڈہ) کی معتمدی اور علامہ شہید رح کے عرس وغیرہ کا جملہ انتظام شاگرد رشید ہونے اور دیرینہ تعلق کے لحاظ سے ایک مدت دراز تک آپ کے زیر نگرانی رہا۔

تعمیر حجاز ریلوے کے زمانے میں آپ نے فراہمی چندہ میں نہ صرف نمایاں سعی

۵ سنہ ۱۲۹۲ھ میں مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ نے
حضرت معلی مرحوم کے دیوانخانہ
میں قائم فرمایا۔ غفران مکان
علیہ الرحمۃ کی عہد سلطنت میں
سات سو ماہانہ سرکاری
امداد مقرر تھی اور اب
دو ہزار پانسو ماہانہ امداد
حضرت مولانا فضیلت جنگ
علیہ الرحمۃ کے انتقال کے باعث
حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ
بنفس نفیس اس کے انتظام کی جانب
توجہ ہیں۔

۶ جناب حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے قائم فرمایا تھا
تا عہد وزارت نواب مختار الملک
سنہ ۱۲۹۰ھ سے چھ روپیہ یومیہ
اسکے اخراجات کیلئے مقرر ہے

فرمائی بلکہ خود بھی ایک معتد بہ رقم چندہ میں دی اس سعی و ایثار کے صلہ میں کمیٹی حجاز ریلوے نے سلطانی تمغا بھی عطا فرمایا تھا اس کے علاوہ آپ جس محلہ میں مقیم تھے وہاں کے میر محلہ کی خدمت بھی ایک مدت تک آپ ہی سے متعلق رہی پیرانہ سالی اور مرض فالج واقع ہو جانے سے آپ نے اس خدمت کو اپنے بھائی مولوی محمد سعد الدین صاحب وظیفہ یاب سرکار عالی کے سپرد کروا دی چنانچہ اس وقت تک بھی سعد الدین صاحب اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں

حالات معاشرت

حضرت معلی مرحوم نہایت باخدا خلیق مزاج حلیم الطبع ذی مروت علم دوست بزرگ تھے ہمیشہ بلا لحاظ موسم نماز تہجد کے لئے دو بجے بیدار ہو جاتے بعد نماز تہجد اور فراغ ذکر و شغل اگر طبیعت راہ دے تو شعر و سخن کی تصنیف فرماتے۔ اس کے بعد اگر کچھ وقت مل جائے تو بہ لحاظ حفظ ماتقدم و عدم ہرج کار سرکاری آرام فرمایا کرتے اور پھر نماز فجر کے لئے بیدار ہو جاتے تھے فجر کی نماز پڑھ کر اشراق تک اوراد و وظائف و تلاوت قرآن مجید کا حسب عادت مشغلہ رہتا تھا یہ نظام العمل ابتدائی زمانے میں رہا جب حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے آپ مشرف ہو چکے تو شب بیداری آپ کے روزانہ مشاغل میں داخل ہو چکی تھی رات کا نصف سے زیادہ حصہ اکثر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی فیض بخش صحبت میں گزرتا تھا اس کے بعد پچھلی کے وقت آپ اپنے گھر واپس ہوتے تھے۔ کیسی ہی بارش ہو مگر آپ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ پر پابندی تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ طغیانی رود موسیٰ کے وقت گو پلوں کی حالت مخدوش تھی مگر آپ معمول کے موافق گئے اور واپس ہوئے

آپ کا دسترخوان افراط تفریط سے بری اور نہایت وسیع تھا آپ کا دیوانخانہ دن رات مختلف علم و کمال کے لوگوں کے لئے ایک اچھا خاصا ضیافت کدہ تھا

آپ میں خدا ترسی بدرجہ اتم موجود تھی دو شنبہ اور پنجشنبہ کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ پہلے پہلے ہفتہ میں دو دفعہ دو شنبہ اور پنجشنبہ کو آپ کی قیام گاہ میں ایک مجلس

[illegible]

[illegible]

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ [illegible]

[illegible]

حضرت معلی [illegible]

[illegible]

مختص شرکاء کے ساتھ منعقد ہوا کرتی جس میں آپ کے پیر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ شریک رہتے۔ مثنوی مولانا روم اور عوارف المعارف کے جستہ جستہ مقامات کا درس ہوا کرتا جس میں حقائق و معارف کے دقیق نکات و رموز کی توضیح و تشریح ہوا کرتی تھی اس کے بعد اس مبارک صحبت کا قیام روزانہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے دولتکدہ پر رہا جس میں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تصانیف فصوص الحکم فتوحاتِ مکیہ وغیرہ کا مذاکرہ جاری رہا کرتا تھا۔

حضرت معلی کی ازواج و اولاد

آپ کی تین ۳ بیویاں تھیں جن میں سے دو ۲ لاولد فوت ہوئیں صرف ایک بیوی جو اس وقت موجود اور حضرت شیخ سلطان الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی آل سے ہیں (جن کا مزار مبارک کڑپہ کرنول علاقہ مدراس میں اسوقت زیارت کدۂ خاص و عام ہے) صرف اُن کے بطن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ آپ کی بڑی لڑکی النساء طاہر قاضی محمد سعید الدین صاحب قاضی آشٹی و نیواسہ تعلقۂ احمد نگر سے اور چھوٹی لڑکی وحید النساء جاگیردار مولوی غلام دستگیر صاحب مفتی احمد پور سے جو حضرت معلیٰ کے برادر زادہ ہیں بیاہی گئیں۔

آپ کے بڑے فرزند حاجی محمد احتشام الدین صاحب تجلی اللّٰہ معمر (۵۰) سالہ مہاراجہ سیر یمین السلطنت بہادر کے علاقہ میں سر رشتہ دارِ عدالت تھے جو اسوقت وظیفۂ حسن خدمت پا رہے ہیں اوائل سنِ شعور میں آپ کو بھی شعر و سخن کا اچھا مذاق رہا ہے یہاں چند شعر آپ کے طبعزاد نقل کئے جاتے ہیں۔

کیا بھروسہ ہیں رفاقت کا کروں یاروں پر
زار ہوں بامِ مکاں پر ترے چڑھ جاؤنگا
ہے تجلی تری قسمت کا ستارا روشن

قیس جنگل میں ہے فرہاد ہے کہساروں پر
سایہ جس طرح سے چڑھ جاتا ہے دیواروں پر
ہے جو وہ خالِ سیہ چاند سے رخساروں پر

[illegible]
مولوی سید کلیم اللہ صاحب [illegible]
[illegible] صاحب سرکار عالی
مفتی [illegible] الدین صاحب [illegible]
قاضی شرف الدین صاحب [illegible]
مولوی تراب محی الدین صاحب
مولوی [illegible] صاحب قادری
مولوی حافظ ولی الدین صاحب
مولوی سید ابراہیم صاحب
مولوی محمد [illegible]
محمد [illegible] میاں صاحب مولوی
ابوالحسن صاحب برادر حضرت
فضیلت جنگ علیہ الرحمہ
مولوی [illegible] الدین صاحب
داماد حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ
مولوی عبدالصمد صاحب مولوی [illegible]
[illegible] شاہ صاحب مولوی [illegible] صاحب
مولوی صلاح الدین حسن صاحب قادری
[illegible] زین العابدین صاحب
وغیرہم

حضرت معلی کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد جنکی عمر اس وقت ۴۸ سالہ ہے ایک مدت تک مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر کے مہتمم کتبخانہ رہ چکے اور اب سررشتۂ ٹپہ میں ملازم ہیں لڑکپن سے شعر کہتے ہیں اور اس وقت صاحبِ دیوان ہیں ابتدائے شاعری سے اب تک اُن کا کلام فراہم و طبع کرایا جائے تو کم از کم فارسی اور اُردو میں ایک ایک ضخیم دیوان ہوگا کلام باعتبار زبان رنگ تغزل اچھی کیفیت رکھتا ہے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۔ ان کو تاریخ گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے ۔

سوئے کعبہ یا کلیسا میروی
دل چو بر جا نیست بے جا میروی
دلِ محزون بجوشش افتادہ ست
مدد اے خضرِ رہبر وقتِ داد است
بحالِ خویش مجاہد خبر نمی دارم
چہ ابتدائے نست و چہ انتہائے منست
افسوس ہم آنسو کی طرح دیدۂ تر سے
اٹھے نہ کبھی گر کے خسیسوں کی نظر سے
زیر زمیں رہے نہ سر آسماں رہے
آفت رسیدہ تیرے نہ جانے کہاں رہے
وعدہ کے ساتھ وعدہ کا ایفا ضرور ہے
دی ہے اگر زبان تو پاسِ زباں رہے
تڑپ بجلی نے سیکھی ہے ہمارے قلبِ مضطر سے
برستا ابر باراں نے اُڑایا دیدۂ تر سے

حضرت معلی کے سنجھلے فرزند محمد رضوان الدین عرف محمد عبدالجامع صاحب رضوان معمر ۴۲ سال اِس وقت سررشتۂ ٹپہ میں ملازم ہیں انہیں بھی پہلے پہلے شعر و سخن کا ذوق رہا ہے ۔ محبوب الکلام کے ابتدائی پرچوں اور دیگر اس زمانہ کے مشاعرہ گلدستوں میں رضوان کی غزلیں ملیں گی تلاش زبان مضمون آفرینی کے اعتبار سے کلام میں خاص کیفیت پائی جاتی ہے ۔ چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں ۔

نہ کمر سے ابھی اُس شوخ کے خنجر نکلا
مجھکو حیرت ہے کہ دم جسم سے کیونکر نکلا
طوبیٰ فردوس ہے گلشن میں صنوبر نکلا
پر نہ کوئی ترے قامت کے برابر نکلا
نہیں نہیں کے سوا اور کچھ نہیں آتا
سوالِ وصل پہ کہتے ہو بار بار نہیں

حضرتِ معلی کے چھوٹے فرزند محمد ریاض الدین علی صاحب ریاض معمر ۳۰ سال اسوقت محکمۂ صدارت العالیہ سرکار عالی میں ملازم ہیں (۱۶) سال کی عمر سے انھوں نے شعر کہنا شروع کیا - زمانہ حال کے اعتبار سے قومی نظمیں بھی متعدد کہی ہیں -

غرض عمر کے لحاظ سے اِس قلیل مدت میں بھی اِن کا کلام اس قدر موجود ہے کہ ایک کافی حجم کا دیوان مکمل ہے کلام میں سوز و گداز کے علاوہ ایک قسم کی جدت اور آمد کا پتہ چلتا ہے - چند شعر نمونتاً یہاں نقل کئے جاتے ہیں -

الفتِ احمدِ بے میم ہے ایماں میرا
مطلعِ حُسن کی تفسیر ہے دیواں میرا

مرے دل کی کشش نے کیا دکھایا ہے اثر دیکھو
انہیں دیکھو یہ آدھی رات دیکھو میرا گھر دیکھو

دیر پیرا ہی نظر ہے نہ حرم دیکھتے ہیں
آنکھ جس نے ہمیں دی ہے اُسے ہم دیکھتے ہیں

میں کس منہ سے کہوں بیتابیِ دل کا جو عالم ہے
ترا ملکر نہ ملنا ہائے کیا شادی نما غم ہے

ہم دست بدل اس لئے پامالِ جہاں تھے
ہر شکل میں اُس صُورتِ اصلی کے نشاں تھے
اسبابِ جہاں معدنِ اسرارِ جہاں تھے
وہ اپنی حقیقت ہی کے پردوں میں نہاں تھے
سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تھے نہ وہاں تھے
وہ اپنی ہی نظروں میں نہاں اور عیاں تھے
اب ہم کو محبت میں یہ تحقیق ہوئی ہے
تصدیق یقیں کیلئے سب وہم و گماں تھے

یہی دیدِ عشق میں عید ہے مجھے دیکھ پردۂ راز میں
میں وہ عینِ صورتِ ناز ہوں جو چھپی ہے شکلِ نیاز میں

فاش ہو کر راز میں رہنا عجب انداز ہے
بے حجابانہ ادا ہی پردہ دارِ راز ہے

جائیں آئیں نہ کہیں گوشہ نشیں بنکے رہیں
آمد و رفتِ نفس کا ہی تقاضا ہم سے

کچھ اندازہ کریں گے اہلِ دل اہلِ نظر میرا
میں کہہ سکتا نہیں کیا چیز ہے دردِ جگر میرا

جیتا ہوں یوں کہ موت کا نقشا نظر میں ہے
نقشائے زندگی معلی نظر میں ہے

دل میں تیرا خیال رکھتا ہوں
دولت لازوال رکھتا ہوں

کیفیت ادراک کو نفرت ہے بیاں سے
اب لطف خموشی ہمیں حاصل ہے زباں سے

زیارتِ حرمین شریفین و دیگر مقاماتِ مقدسہ

حضرت معلیٰ مرحوم نے اپنے شیخ کی معیت میں تین مرتبہ حج بیت اللہ اور چار دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے تشرف حاصل کیا ہے چنانچہ ایک قصیدہ میں آپ نے اس کا اعادہ فرمایا ہے۔

اگرچہ بندہ مدینہ کو چار ہے بار آیا ✤ کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا

پہلی دفعہ ۱۲۸۵ھ میں جب آپ فریضۂ حج اور زیارتِ شریف کے لئے راہی حرمین شریفین ہوئے تو اسوقت کے رفقاءِ سفر کی فہرست یہ ہے۔

(۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ رح (۲) حاجی عبدالصمد صاحب (۳) حضرت مولانا مولوی حافظ شجاع الدین صاحب رح (۴) مولوی غوث الدین صاحب (۵) حافظ جمال الدین صاحب قاضی وڈکی (۶) بہاؤالدین صاحب محتسب قندھار مع محل یعنی محبوب بیگم صاحبہ (۷) محل غلام محی الدین صاحب برادر حضرت معلیٰ یعنی یٰسین بی صاحبہ (۸) محمد اکبر صاحب (۹) محمد وزیر صاحب (۱۰) مولوی شجاعت علی صاحب رکن پائیگاہ خورشید جاہ مرحوم۔

۱۳۰۱ھ میں جب دوسرے حج کی غرض سے آپ نے ارادہ فرمایا تو آپ کے جو رفقاءِ سفر تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) محمد امیر الدین صاحب پونیری (۲) مولوی امیر الدین صاحب بیدری (۳) قاضی محمد اشرف صاحب قاضی میدک (۴) فضل محمد خاں وغیرہ۔

اِن کے علاوہ حج اور عرفات پر جو رفقاء رہے ہیں یہ ہیں۔

(۱) غلام نبی صاحب بالکنڈوی (۲) مولوی عبدالقادر صاحب (۳) حضرت چندہ شاہ صاحب (۴) ملا عبدالقیوم صاحب مرحوم (۵) امیر الدین صاحب مع محل مریم بی صاحبہ (۶) احمد محی الدین صاحب معہ خاندان (۷) نجیبہ بیگم صاحبہ دختر امیر الدین صاحب (۸) سید یوسف صاحب (۹) سید محمد صاحب کوچک معہ فرزند (۱۰) محمد درویش خادم فیروز یار جنگ مرحوم۔ واپسی حج کے رفقاء کے نام یہ ہیں (۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ رح مع محل (۲) مولوی محمد امر اللہ صاحب

لہ دیکھو کنز انعام منعم حجاز رکیو

STATE CENTRAL A. P.

مع والدہ صاحبہ وخالہ صاحبہ (۳) مولوی میر عبداللطیف صاحب مرحوم (۴) مولوی میر عبدالقدیر صاحب سلمہ
(۵) حکیم وزیر علی صاحب (۶) سید علیصاحب فرزند وزیر علیصاحب (۷) لطیف علی صاحب (۸)
احمد علی صاحب (۹) والدۂ ولایت علیصاحب (۱۰) شہاب الدین صاحب معہ محل بسم اللہ بی صاحبہ
(۱۱) سالار علیصاحب (۱۲) سید عبداللہ حسینی مرحوم افسر معہ خالہ و فرزند سید اعظم اللہ حسینی صاحب
اطہر (۱۳) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم قاضی جوناگڑھ (۱۴) نواب فیروز یار جنگ مرحوم مع والدہ
و محل امۃ اللہ بی صاحبہ (۱۵) دختر معز یار جنگ مرحوم یعنی لاڈلی بی صاحبہ معہ دو فرزند خردسال
اکرام الدین و فریدالدین (۱۶) حافظ غلام حسین صاحب حاجی لعل محمد وغیرہ۔

اسی مبارک سفر میں حضرت زرد علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا۔

حضرت معلی اور ہم دیگر رفقاء سفر نماز جنازہ اور دفن میں شریک رہے۔

۱۳۳۵ھ میں تیسرے حج کی غرض سے جب حضرت معلی عازم بیت اللہ شریف ہوئے تو رخصت نہ مل سکی مگر ملازمت کی پرواہ نہ کرکے توکل علی اللہ پابہ رکاب ہو گئے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ جب حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ سے اجازت حاصل کرنے ایوان شاہی میں حاضر ہوئے تو دوران تقریر میں حضرت غفران مکاں نے اجازت عطا فرماتے ہوئے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ معلی صاحب بھی ضرور جائیں گے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ معلی صاحب کو نظامت ٹپہ سے رخصت ملنے میں دریغ ہو رہا ہے لیکن وہ اپنے غایت شوق میں مضطرب اور بلا منظوری رخصت چلنے پر تیار ہیں۔ حضرت غفران مکاں نے تعجب کے لہجہ میں فرمایا کہ کیا ناظم ٹپہ مسلمان نہیں ہیں مولوی صاحب کو ضرور رخصت ملنی چاہیے اس کے ساتھ ہی فرمان شرف صدور لایا کہ معلی صاحب کو دو سال کی رخصت مع تنخواہ دیجائے غرض حضرت معلی حج بیت اللہ اور زیارت شریف سے فارغ ہو کر جزیرۃ العرب اور دیگر مقامات مقدسہ کی دید سے سعادت حاصل کی اور جابجا بزرگان دین و صوفیائے کرام کی صحبت سے استفاضہ کیا۔ اس سفر میں جو رفیق سفر رہے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

۲ [illegible]

(۱) حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ قدس سرہٗ قاضی قندھار (۲) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ
محمد انوار اللہ صاحب مع والدہ صاحبہ و ہمشیرہ سکندر بی صاحبہ و سید علی ہمشیرزادہ (۳)
عبدالصمد خادم حضرت غلام علی صاحب قبلہ مع دلشاد بوا خوزیرہ شریف خادم (۴) مولوی میر عبداللطیف صاحب
مرحوم مع محل و دختر (۵) میر عبدالمجید صاحب مرحوم (۶) لطیف الدین عرف چاند میاں صاحب سلمہٗ
(۷) یٰسین بادشاہ صاحب (۸) مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم (۹) امیرالدین صاحب خوشنویس
مع محل احمد بی صاحبہ (۱۰) کریم الدین صاحب عین الحسین نعیم الدین صاحب اکرام الدین صاحب فرزندان
امیرالدین صاحب — (۱۱) محمد رفیع الدین صاحب نقیس مرحوم۔

چونکہ حضرت معلی کی واپسی اس سفر میں قافلہ سے جدا عمل میں آئی اس لیے آپ کے ہمراہ صرف آپ کے متعلقین تھے جن کے نام یہ ہیں

(۱) ہر دو محل حضرت معلی مرحوم مراد بی صاحبہ و لیاقت بی صاحبہ (۲) حاجی محمد احتشام الدین صاحب محمد مجاہد الدین صاحب
و محمد عبدالجامع صاحب فرزندان حضرت معلی (۳) حضرت معلی کی دو لڑکیاں مظہر النساء و حمید النساء (۴) حاجی
محمد فصیح الدین صاحب برادر نسبتی حضرت معلی مع والدہ خود جمال بی صاحبہ و برادر محمد رضی الدین صاحب۔

اس کے علاوہ ہندوستان وغیرہ کے اکثر و بیشتر مقامات مقدسہ مثلاً اجمیر شریف و کلیر شریف رحمت آباد شریف بیجاپور وغیرہ میں حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے ہمراہ آپ نے مزارات بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی زیارت سے تشرف حاصل کیا۔ اسی طرح عراق کے سفر میں بصرہ بغداد شریف کاظمین شریفین۔ کرخ۔ کربلائے معلی نجف اشرف کے عتبات عالیات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس سفر میں جن حضرات کی شرکت رہی اونکے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب مغفور استاد سلاطین دکن (۲) حضرت مولوی سید کریم اللہ صاحب مرحوم
(۳) جناب مولوی سید احمد صاحب قادری اول تعلقدار ضلع گلبرگہ شریف (۴) جناب سید عبدالعلی صاحب
(۵) مولوی میر عبداللطیف صاحب مرحوم (۶) جناب سید احمد صاحب (۷) دلاور علی صاحب وکیل مرحوم
(۸) مولوی فاضل صاحب مرحوم (۹) حاجی محمد رضا صاحب مرحوم جمعدار (۱۰) مولوی تراب محی الدین صاحب مرحوم
(۱۱) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم (۱۲) سید عبدالرحمٰن صاحب مرحوم والد حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا

[illegible] سجادہ درگاہ حضرت [illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱۳) سرفرازالدین صاحب (۱۴) سید برہان اللہ حسینی صاحب (۱۵) ابوالحسن صاحب بیدری

(۱۶) موتی میاں صاحب مرحوم (۱۷) حاجی لعل محمد وغیرہ

حلقۂ مخلصین و خاصۂ طبعی آپ کی ذات جامعِ جمیع صفات حسنہ تھی اس لیئے یہ کہنا کہ

شعر

بہت لگتا تھا دل صحبت میں اُن کی ٭ وہ اپنی ذات سے یک انجمن تھے

ناموزوں نہ ہوگا۔ فقراء ابرار علماء باعمل شعراء نازک خیال غرض ہر حیثیت کے آدمی آپ کے گرویدہ اور آپ کی صحبت و بذلہ سنجیوں کے دلدادہ تھے مرنج و مرنجان آپ کا شعار رہا۔ اسلیئے آپ کے احباب کا حلقہ بلالحاظ مذہب و ملت نہایت وسیع تھا ایثار و ہمدردی آپ کا مایۂ خمیر تھا آپ فطرۃً اِس کے مجبول تھے کہ تادمِ زیست حاجتمندوں کی صحیح اور جائز حاجت براری میں کبھی آپ نے دریغ نہ فرمایا حتی الامکان دامے درمے۔ سخنے۔ قدمے کام آیا کیئے سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا مطمحِ نظر خیر الناس من ینفع الناس رکھا تھا ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین کو پیشِ نظر رکھکے عزیز و اقارب کے سود و بہبود کے مقابل میں آپ نے ہمیشہ اپنا نقصان گوارا فرمایا اور یتامیٰ پروری میں خاص حصہ لیا مسکینوں وغیرہ کی حاجت برآری تاامکان فرمائی چنانچہ ایک غزل میں آپ نے خود فرمایا ہے۔

از دل و جانِ من زبانِ خویشتن دارم قبول ٭ سود و بہبودِ عزیزاں گرد اضرارِ مست

مشاغلِ علمی و خصوصیاتِ ذاتی آپ کی گراں قدر زندگی کا راس المال یا سب سے مبارک اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآنِ شریف کا سلیس و بامحاورہ اردو ترجمہ مختصر تفسیر کے ساتھ شروع کیا تھا جو تقریباً ثلث تک پہنچ گیا اور طغیانی رود موسیٰ میں غرق ہوکر دستیاب ہوا بھی لیکن اوراق ایک دوسرے سے چمٹ گئے ہیں اگر بحکمت عملی علحدہ کرکے بعد صحت و جانچ شائع کر دیا جائے تو فی الحقیقت حضرت معلیٰ کے منازل عمر کی ایک بہترین یادگار باقیات الصالحات ہوگی بشرطیکہ بقیہ حصہ کی تکمیل ہو جائے ہم اُمید کرتے ہیں کہ حضرتِ معلیٰ کے جانشین اسکی تکمیل کیجانب عاجلانہ توجہ فرمائیں گے حضرت معلیٰ کو اپنے پیر اور پیر کو اپنے مرید سے جو دلی انس و شفقت تھی اگر ہم اس کو عشق و محبت کے

الفاظ سے تعبیر کریں تو مبالغہ نہ ہوگا ۔ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ ہمیشہ بارگاہِ خسروی میں حضرت معلی کے علم و فضل محاسن شاعری کا تذکرہ کیا کرتے تھے ۔ سنہ ۱۳۳۱ھ کے اوائل میں جبکہ موکب سلطانی اورنگ آباد زہت بخش ہوئی تو مولانا ممدوح بھی ہمراہ تھے ممدوح کے دو خطوط جو حضرت معلی کے نام ہیں بجنسہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ اعلیحضرت[1] بندگانعالی کو حضرت معلی کی شخصیت کا کس قدر پاس تھا ۔

از اورنگ آباد کیمپ شاہی ۔

مکرم و معظم من دام عنایتہ ۔ السلام علیکم آج ہی **اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ** درگاہوں کو تشریف لے گئے تھے میں بھی موٹر میں ہمراہ تھا شاہ علی صاحب نہری قدس سرہ کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت شاہ نور حموی قدس سرہ کی درگاہِ شریف کو جا رہے تھے اُس وقت مجھ سے پوچھے کہ "**معلی صاحب** ہیں" مجھے تامل ہوا کہ کن کا حال دریافت فرما رہے ہیں کیونکہ اندنوں آپ کا ذکر نہیں ہوا تھا اُس کے بعد فرمائے **مظفر الدین صاحب** کہاں ہیں میں نے عرض کیا وہ حیدرآباد میں ہیں۔ فرمائے میں اپنے بھائیوں کی اُستادی[2] کے لئے اُن کو تجویز کیا ہوں حیدرآباد کو جا کر پڑھائی شروع کر دیجائے گی" میں نے اُسوقت کہا کہ ماشاءاللہ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہے کہ کتنے روز کے بعد آپ نے اُن کا نام اور تخلص یاد رکھ کے یہ تجویز فرمائی ۔ شب چہاردہم جو صاحبزادۂ بلند اقبال متولد ہوئے اُن کا نام میر احمد علیخاں تجویز فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ اِس ماہ کی مناسبت سے یہ نام تجویز کیا گیا ۔ اگر کوئی تاریخ ولادتِ باسعادت شاہزادۂ بلند اقبال کی عمدہ نکلی ہو تو جلد روانہ فرمائیے کہ اس موقعہ میں گزرانا نہایت مناسب ہوگا ضرور فکر کیجئے سعد و میاں صاحب اور حمید میاں صاحب وغیرہ حال پرسان کو سلام شوق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

شرحہ بخط مبارک حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر
المخاطب حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استاد سلطان دکن

---

[1] حضور پرنور اعلیحضرت بندگان عالی متعالی نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

[2] بوجہ معذرت پیرانہ سالی اس خدمت سے حضرت معلی مرحوم نے معذرت چاہی ۔

کمپ شاہی شنبہ **دوسرا نوازش نامہ** ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۴۳ھ

"مکرمی الطاف و کرم فرمائے بیکراں دام عنایتہ۔ السلام علیکم۔ الحمد للہ یہاں ہم خیریت سے ہیں اور عافیت وہاں کے آپ سبھوں کی مدعو و مطلوب ہے آپ کا خط ۲۱ شہر حال کا معہ قطعہ تاریخ وصول ہوا کل تاریخ ۲۵ ماہِ رواں روز جمعہ اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ جامع مسجد میں گیارہ پلہ کی بریانی پکوا کر اور مجھے اپنے ساتھ لیجا کر اُس پخت پر فاتحہ دلوائی اور غربا کو کھلائے اور جمعہ کی نماز بھی حضور وہیں پھر جامع مسجد جا کر پڑھے اور بعد نمازِ جمعہ وہیں سے بسواری موٹر حضور کی ہمراہی میں اور دوسرے مصاحبین کے ساتھ خلد آباد شریف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں موئے مبارک وغیرہ جو آثار شریف ہیں اُن کو صندوقوں میں رکھنا منظور تھا اور وہ صندوقیں ہیں اورنگ آباد میں بقیمت یکہزار روپیہ نہایت عمدہ تیار کرا کے لیگئے اور اثنائے راہ میں آپ کا وہ سرخ عہ کاغذ قطعہ تاریخ کا میں نے اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کو دیا بعد ملاحظہ بہت خوش ہوئے اور نہایت پسند فرمائے اور دیر تک تعریف فرماتے رہے اور اُس موٹر میں مولوی احمد حسین ۲عہ صاحب اور نواب صادق جنگ بہادر اور ڈاکٹر شاہ ۳عہ میر خان صاحب بھی موجود تھے وہ لوگ بھی بہت تعریف کئے اور حضور پرنور یہ بھی فرمائے کہ "معلی صاحب کیا عالم بھی ہیں" میں نے جی ہاں کہا اور مولوی محمد زمان خانصاحب شہیدؒ کے تلمذ اور صحبت وغیرہ کا حال بیان کیا اور تاریخ کا کاغذ حضور پرنور اپنے پاس رکھ لئے قریب مغرب کے ہم اورنگ آباد واپس آ گئے بفضلہ تعالیٰ اور بھی حالات سب شکر کے قابل ہیں اور کوئی تاریخیں جنکا مادہ نہایت عمدہ ہو روانہ فرمائیے پھر اعلیحضرت کے ملاحظہ میں پیش کئے جائیں گے۔ مولوی سعد و میاں صاحب اور حمید میاں صاحب اور آپ کے سب بچوں وغیرہ کو سلام فرمائیے۔ یہ ضرور نہیں کہ کوئی تاریخ ضرور روانہ کیجائے اگر کوئی عمدہ مادہ نکل آئے تو روانہ فرمائیے خلد آباد میں پانی کی نہایت قلت ہے نہر کا کام شروع کر دیا گیا ہے تخمیناً بائیس ہزار کی اُس کے لئے ضرورت ہے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ اسے انجام کو پہنچائے فقط شرح دستخط مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ ـــــ"

بادشاہ ظل اللہ پر اہل اللہ ہونیکی حیثیت سے جب دونوں کے مکارم و مراحم کسی شخص کے شامل حال ہو جائیں تو بلا شبہ اُس

عہ [illegible]

۲عہ نواب سر امین جنگ بہادر

۳عہ نواب شاہ میر جنگ بہادر

شخص کی ذات حقیقی معنوں میں معلّی ہی کہلائے گی۔

ہمعصر علماء و مشائخین عظام حضرت معلّی نے جن علماء اور مشائخین عظام سے ملاقات اور شرفِ صحبت حاصل فرمایا ہے اُن کے اسماءِ گرامی کی منتخب فہرست یہاں نقل کیجاتی ہے۔

(مشائخین حیدرآباد وغیرہ)

(۱) حضرت عزت اللہ شاہ صاحب رح (۲) حضرت حافظ مولوی محمد شجاع الدین صاحب رح (۳) حضرت شاہ سعد اللہ صاحب
(۴) حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی رح (۵) حضرت شاہ غلام علی صاحب قندھاری رح (۶) حضرت
حسن پیر صاحب قادری رح (۷) حضرت مولوی وجیہ الدین صاحب قادری رح (۸) حضرت شاہ جمال الدین صاحب
(۹) حضرت نبیرۃ القادری صاحب (۱۰) حضرت مولوی حسن الزماں محمد صاحب رح (۱۱) حضرت مرزا سردار بیگ صاحب رح محدث حیدرآبادی
(۱۲) حضرت شاہ قیام الدین صاحب قندھاری رح (۱۳) حضرت شاہ حلیم الدین صاحب قندھاری رح (۱۴)
حضرت محمد دائم صاحب رح (۱۵) حضرت محمد قائم صاحب رح (۱۶) حضرت میر اشرف علی صاحب (۱۷) حضرت
مسکین شاہ صاحب رح (۱۸) حضرت مولوی عثمان صاحب (۱۹) حضرت ملک اعظم صاحب (۲۰) حضرت
شاہ نور الدین صاحب قادری رح (۲۱) حضرت سید شیخین صاحب رح شطاری اورنگ آبادی (۲۲) حضرت
بہبود علی شاہ صاحب (۲۳) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموش رح (۲۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
(۲۵) حضرت ہلال شاہ صاحب رح (۲۶) قاضی شاہ برہان الدین صاحب رح (۲۷) حضرت زرد علی شاہ صاحب
(۲۸) حضرت سید نور المقتدی صاحب خجندی اورنگ آبادی (۲۹) حضرت چندہ شاہ صاحب رح بیدری
(۳۰) حضرت اسد اللہ حسینی صاحب مرحوم (۳۱) حضرت سید پیر صاحب (۳۲) حضرت محمد حسین صاحب
ابو العلائی (۳۳) حضرت محمد آغا داؤد صاحب رح (۳۴) حضرت افتخار علی شاہ صاحب وطن رح (۳۵) حضرت
بہار علی شاہ صاحب رح (۳۶) میاں اسلم صاحب خیرآبادی (۳۷) مولوی میاں قادر بخش صاحب (۳۸)
(۳۹) حضرت نصرت اللہ شاہ صاحب مرحوم (۴۰) حضرت دلاور علی شاہ صاحب مرحوم (۴۱) حضرت
مولوی سید عبد الرحمٰن صاحب بغدادی (۴۲) سید شاہ اسد اللہ حسینی صاحب عرف صاحب مرحوم۔

(مشائخین حرمین شریفین) (۱) حضرت شاہ حافظ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر چشتی رح (۲) حضرت ملا نواب صاحب مہاجر
(۳) مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب (۴) حضرت شیخ احمد دحلان (۵) حضرت محمد حسین صاحب شیخ الہنود مہاجر ثانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

(۶) مولوی عبدالحق صاحب (۷) حسن عرب صاحب (۸) شیخ عبداللہ نہاری۔

(۱) شیخ محمد بن علی بن مالک باشلی الحریری شیخ الدلائل (۲) حضرت مولوی سید ظاہر وتری المدنی مدرس مسجد نبوی (۳) شیخ محمد رضوان (۴) شیخ محمد سعید۔

یہاں شیخ الدلائل حضرت محمد ملک باشلی کا ایک خط بجنسہ نقل کیا جاتا ہے جس کو حضرت موصوف نے مدینۂ منورہ سے اس ناچیز کے نام تحریر فرمایا ہے جس سے حضرت معلی کے دوستانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے

نقلِ خط

جناب معلی القاب معظم و مکرم حضرت جناب قاضی محمد شریف الدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

بعد سلام مسنون الاسلام کے واضح ہو کہ ہم خیریت سے ہیں آپ کی سلامتی اللہ تعالیٰ سے شب و روز چاہتے ہیں آپ کو خط بھیجا تھا ۲ محرم کو اور اس میں لکھا کہ ہم نے وکیل کیا حافظ غلام حسین صاحب کو جس طرح مولوی مظفر الدین صاحب نے فرمایا تھا مگر اب تک اس کا حال نہیں معلوم ہوا آپ کا خط بھی نہ آیا نہ مولوی صاحب کا خط آیا ہم بہت آزردہ ہیں کہ آپ نے بھی خط نہ بھیجا جب سے تشریف لے گئے ہم نے جانا تھا کہ آپ ہی سے سب کام ہمارا بنے گا مگر آپ نے اب تک خط نہ لکھا تعجب ہے اب آپ مہربانی فرما کر مولوی مظفر الدین صاحب کے پاس جا کر ہم کو روپیہ پہلے سال کے جلدی بھجوا دو کہ ہم بہت پریشان ہیں اور حافظ غلام حسین صاحب کے پاس جا کر سب حال کہہ کر روپیہ جلدی روانہ کرا دو اور حافظ غلام صاحب کا خطاب اور محلہ اور پتہ ہم کو لکھو اور سب احباب کو نام بنام سلام فقط خادم دلائل الخیرات (محمد ملک باشلی) علامت مہر

محمد بن علی بن مالک باشلی

۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹

علماء و مشائخین بغداد شریف

(۱) حضرت پیر سید سلیمان افندی نقیب الاشراف صاحب سجادہ مرحوم (۲) حضرت پیر عبدالرحمن صاحب نقیب الاشراف صاحب سجادہ مدظلہ۔

علماء حیدرآباد دکن وغیرہ۔ (۱) حضرت مولوی حافظ محمد شجاع الدین صاحب (۲) حضرت مولوی

حافظ محمد انوار اللہ صاحب علیہ الرحمہ (۳) حضرت مولوی قاضی بدیع الدین صاحب (۴) حضرت مولوی عبد الحلیم صاحب (۵) حضرت مولوی حافظ محمد عبد الحی صاحب فرنگی محلی (۶) مولوی نیاز احمد صاحب بدخشانی (۷) مولوی غوث الدین صاحب (۸) مولوی شمس الدین صاحب استاد نواب لائق علیخاں بہادر (۹) مولوی محمد اکبر صاحب (۱۰) حکیم مولوی محمد ابراہیم صاحب (۱۱) مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی (۱۲) مولوی منور شاہ صاحب (۱۳) مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام فیض آبادی (۱۴) مولوی محمد اسحٰق صاحب (۱۵) مولوی محمد یعقوب صاحب (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی احمد خیر الدین صاحب (۱۸) مولوی خیر المبین صاحب مدظلہ (۱۹) مولوی سید یعقوب صاحب

انتقالِ پر ملال یہ امر مسلم ہے کہ نیک انجام آغاز سے زیادہ قابل تعریف ہے ہر شخص اسکی کوشش کرتا ہے کہ عاقبت محمود ہو۔ جو لوگ خاصانِ خدا ہیں در اصل اُن کا مرنا نہیں ہے بلکہ حیات بعد الممات ہو کر فضائے روحانی کی سیر کرتے ہیں کسی کے خضر راہ ہیں تو کسی کے مشعل ہدایت اور کسی کے صراط مستقیم اُن کی غیبی تائید اور اُن کے باطنی فیوض و برکات قیامت تک دنیا میں آفتاب بنکر چمکتے ہیں۔ یہی کیفیت ہم حضرت معلّی کے انتقال کی بھی پاتے ہیں چنانچہ حضرت معلّی نے سات سال قبل اپنے موت کی پیشین گوئی ایک قطعہ تاریخ کے ذریعہ کی ہے جسکو حضرتِ موصوف نے اپنے قلم سے اپنے وظیفہ کی کتاب میں درج فرما دیا ہے حضرتِ معلّی (۸۰) سال کی عمر طبعی پاکر ۲۶ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ پنجشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہی عالم بقا ہوئے قطعہ تاریخ میں پانچ شعر کہے ہیں ہر مصرعہ حضرت معلّی کی کسر نفسی توبہ۔ مغفرت، دعا، استجابت گریہ بکا، رحمت شفاعت کا ضامن و کفیل ہے آخر پر مادۂ تاریخ کا مصرعہ جس بے ساختگی سے نکلا ہے اس کی قدر کچھ ارباب بصیرت ہی کرسکتے ہیں۔

قطعۂ تاریخ

اے معلّی گرچہ ہوں عصیاں میں غرق — رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی عیاں — بہر بخشایش وثیقہ ہے میرا

کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب — شافعِ محشر وسیلہ ہے میرا
ربِ کریم اور ہیں حبیب اُس کے کریم — دو کریموں پر بھروسہ ہے میرا
جاں نکل کر جسم سے کہتی ہے سن — بخشنے والا اب اللہ ہے میرا

ایک اور قطعۂ تاریخ آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد حمید الدین الف ۳۵ صاحب ھ ۱۳ نے بھی کہا ہے ایک بھائی کا مرنا دوسرے بھائی کے لئے فی الحقیقت سوہانِ روح کا باعث ہے۔ اِس لحاظ سے محمد حمید الدین صاحب نے اپنے بھائی حضرتِ معلّیؒ کا جن الفاظ میں شیون کیا ہے اُس کا سوز و گداز دوسروں کا بھی دِل ہلا دیتا ہے اور واقعاتِ موت کی ایسی موثر تصویر کھینچی ہے کہ ایک ایک لفظ تیرِ غم ہے۔

[illegible]

قطعۂ تاریخ

تھا مہِ شوال اور تاریخ تھی چھبیسویں — میرے بھائی ہائے جب سوئے ارم رخصت ہوئے
پنجشنبہ کی تھی شب گیارہ بجے تھے رات کے — وصل سے وہ خوش تو ہم غم دیدۂ فرقت ہوئے
لیٹنے کی طرز میں شکلِ محمد تھی عیاں — رو بہ قبلہ واصلِ حق وہ بایں صورت ہوئے
بھینا بھینا تھا پسینہ روئے پُرانوار پر — وہ روانہ سرخرو باایں ہمہ شوکت ہوئے
کہہ رہی تھی مسکراہٹ چہرۂ پُرنور کی — آج ہم شکرِ خدا مستِ مئے وحدت ہوئے
مصرعۂ تاریخ رحلت دل نے رو رو کر کہا — طالبِ جنت معلّی راہئِ جنت ہوئے
چھوڑ کر پائے معلّی ایں الف کا گر عدد — اس طرح سے فصلی اعدادِ سنِ ہجرت ہوئے

سعد

ایک تیسرا قطعہ فارسی میں آپ کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد کا بھی ہے مادۂ تاریخ نہایت بہتر اور صبر و سکون کا مجموعہ ہے۔

قطعۂ تاریخ

از حکمِ خدا مظفر الدینؒ — بے مثلِ زمانہ فردِ یکتا
بود آنکہ بصورتِ محمد — زاں وقت کہ جسمِ ذاتِ والا
پابندِ شریعت و طریقت — جاں دادہ شدہ چو رو بقبلا

گفتم سن رحلت اے مجاہد　　رفتند بجنت معلّا
۱۳۳۵ھ

مزار حضرت معلّٰی محلۂ عثمان شاہی میں مصداق (ھٰذہٖ قبورھُم وھٰذہٖ قصورھُم) ان کے مکان ہی کے روبرو مرجع خاص و عام ہے قبر بے تکلف مٹی کی ہے جب ہم اس طرف گزرتے ہیں تو اس چھوٹے سے قبرستان میں حضرتِ معلّی کی قبر سے حضرتِ سعدیؒ کی قبر کا دھوکہ ہوتا ہے نوّر اللہُ مرقدہٗ ۔

حضرت معلّٰی کی شاعری

اب ہم اس مجموعہ کے اصل عنوان پر بحث کرنا مناسب خیال کرتے ہیں حیدرآباد دکن شعرا کا قدیم مرکز رہا ہے اور ہر زمانے میں یہاں سے اچھے اچھے شعرا نکلا کئے۔ ولیؔ و سراجؔ جو دکن کے مشہور و معروف شعرا ہیں ان سے قدامت کی تصدیق ہوتی ہے جنکے دواوین اسوقت کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہیں ایک لحاظ سے اُردو شاعری کا موجد ان کو کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا غرض سرزمین دکن کو علاوہ دیگر فنون کے فن شعر و سخن میں بھی اعلیٰ مذاق حاصل رہا ہے اُردو اور فارسی میں بہت سارے افراد صاحب دیوان نکل چکے اور نکل رہے ہیں جناب امیرؒ اور جناب داغؔ جنکو موجودہ زمانے کی اُردو دنیا کے شاعری میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے ان کا یہاں دفن ہونا دکن کی قدرشناسی کی زندہ دلیل ہے بلکہ اس کلیہ کے لحاظ سے کہ جس کی جہاں کی خاک ہوگی وہیں دفن ہوگا ......

...... جناب امیرؔ اور جناب داغؔ کو بھی خاک دکن سے شمار کیا جائے تو بیجا نہیں خصوصاً اس مبارک دور عثمانی میں تو بقائے زبانِ اُردو کا سہرا حیدرآباد دکن کے سر ہو گیا ہے۔ ترقی زبانِ اُردو کیلئے جو ذرائع بہم پہنچائے جا رہے ہیں ظاہر ہیں جامعۂ عثمانیہ دارالترجمہ کا قیام کوئی معمولی بات نہیں ہے اِس کے علاوہ زبانِ اردو میں جن امور کی کمی ہے اُس کی تکمیل کے لئے حضرت آصف سابع سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ نے اپنی اعلیٰ فراست سے بصرفِ زرِ کثیر خاص خاص عملے اور تقررات بھی فرمائے اور فرما رہے ہیں دکن کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانیکے قابل واقعات ہیں۔

(۲) عموماً شاعر دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک بالطبع موزوں دوسرے عروض دانی کے لحاظ سے

[illegible]

شعر کہہ لیا کرتے ہیں مگر اس مجموعہ کے ناظم (حضرت معلّٰی علیہ الرحمہ) کو ہم دونوں کا جامع پاتے ہیں یعنی حضرت طبعاً شاعر ہونے کے علاوہ عروض دانی میں بھی اعلیٰ معلومات اور تبحّر رکھتے تھے اس کے سوا سونے پر سہاگا آپ نے درد بھرا دل پایا تھا جو جانِ شاعری ہے کلام کے دیکھنے سے ناظرین سوز و گداز و اثرات کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اوائل زمانۂ شاعری میں آپ کو نواب حیدر حسین خانصاحب مرحوم حیدر حیدرآبادی سے تلمذ تھا جو حضرت حفیظ کے فرزند اور حضرت فیض علیہ الرحمہ کے ہمعصر ہیں اور اپنے زمانے کے مشہور شعرا سے ہیں۔ حضرت حفیظ دکن کے وہ شاعر ہیں جن کے متعلق آبحیات میں جنابِ ذوق کے بیان میں شہیدی مرحوم کی زبان سے مصنف آبحیات نے لکھا ہے اسوقت ہندوستان میں تین شاعر ہیں دہلی میں ذوق لکھنؤ میں ناسخ دکن میں حفیظ۔ حضرت فیض وہ بزرگ ہیں جن کا طبع شدہ دیوان اسوقت موجود اور دکن کی زباندانی کی سند ہے

حضرت معلّٰی اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر و سخن کا مذاق رکھتے تھے جو نسبتاً آپ کے اردو مذاق سے اعلیٰ ہے۔ یہاں حضرت معلّٰی مرحوم کے ہمعصر دکن کے چند مشہور و معروف صاحب دل صاحبِ دیوان شعرا کی فہرست نقل کیجاتی ہے۔

(۱) حضرت فیض علیہ الرحمہ (۲) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموش رح (۳) حضرت افتخار علی شاہ صاحب وطن رح (۴) نواب ثناء الملک آغا شوستری صاحب طوبیٰ (۵) نواب وزیر علی بادشاہ صاحب وزیر مغفور (۶) مولوی عبدالحفیظ پاس مرحوم (۷) حکیم مظفر الدین مرحوم مزاج (۸) مولوی عبداللہ حسینی مرحوم افسر (۹) مولوی احمد علی مرحوم اثر (۱۰) مولوی امیر اللہ صاحب مرحوم امیر (۱۱) حضرت مولوی محمد محسن قادری مرحوم الملقب بہ شیرین سخن خاں راقم (۱۲) مولوی سراج الدین صاحب سراج (۱۳) مولوی عبدالعلی مرحوم والہ (۱۴) غلام دستگیر صاحب نظم (۱۵) حکیم وحید الدین صاحب عالی (۱۶) مولوی محمد حسین بخاری مرحوم موزوں (۱۷) مولوی حبیب اللہ ذکا مرحوم (۱۸) جناب مردان علی صاحب مرحوم ضیا (۱۹) مولوی بسم اللہ خاں مرحوم زخم (۲۰) عبدالکریم صاحب والا (۲۱) ملا عبدالباسط صاحب مرحوم (۲۲) قاضی عبدالحمید صاحب فوق قاضی کوہگیر (۲۳) علی احمد صاحب شوق (۲۴) غلام حسین صاحب جذبی

ساکن بریلی (۲۵) فیاض الدین خاں صاحب (۲۶) منشی راجہ بہادر باقی (۲۷) راجہ بجولعل تمکین (۲۸) راجہ سنتیل پرشاد خرم (۲۹) صدر الاسلام خانصاحب صدر المہام متفرقات۔

حضرت معلیٰ نے بہت کم سنی سے شعر کہنا شروع کیا ابتداءً تو اردو شاعری میں جناب حیدر مرحوم سے اصلاح لی مگر تھوڑے ہی زمانے میں آپ نے اپنی خداداد طبیعت سے اس قدر ترقی فرمائی کہ حیدرآباد دکن کے اعلیٰ نامور شعراء سے شمار کئے جانے لگے اور دن بدن آپ کے شاگردوں کا حلقہ بڑھتا رہا اسوقت بھی حیدرآباد دکن اور اس کے اطراف واکناف کے ممالک میں آپ کے شاگرد موجود ہیں راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ کے سی ایس آئی پیشکار و سابق وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اقبالہ نے بھی حضرت آصف سادس خلد آشیاں کی شاگردی سے شرف حاصل کرنے سے پہلے حضرت معلیٰ ہی سے اصلاح سخن حاصل فرمائی چنانچہ خود مہاراجہ بہادر فرماتے ہیں۔ تم معلیٰ کو نہیں پہچانتے ؛ شاعری میں شاد کا استاد ہے اس کے علاوہ مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر دام اقبالہ کے دو خط یہاں بجنسہ نقل کئے جاتے ہیں جس سے حضرت معلیٰ اور مہاراجہ بہادر کے شاعرانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے

نقلِ خط

جناب معلیٰ صاحب۔ تسلیم۔

عنایت نامہ پہنچا مشکور ہوا جو کچھ آپ تحریر فرماتے ہیں یہ آپ کی محبت اور الطاف ہے میں اس قابل نہیں ہوں آپ نے سنا ہوگا کہ فیض صاحب کے شاگردوں میں سے ایک فقیر جنکا تخلص آزمؔ تھا اور وہ سناسی تھے بروز مشاعرہ حضرتِ فیض انھوں نے اپنی غزل سب کو پڑھکے سنائی اور دفعتہً فالج نے ان کو گھیرا دوسرے روز صبح یعنی کل سویرے راہی ملک عدم ہوئے وہ فقیر میرے دوست تھے اس لئے میں ان کی میت میں گیا تھا لب گور پہنچکے واپس ہوا سنا گیا کہ آٹھ بجے دفن ہوئے ان کا دفن بھی میرے علاقہ کا ایک مندر ہے جو پھول باغ کے عقب ہے وہاں پر ہوا۔

گذشتہ میں آپ کے جمال سے مشرف ہوا۔ میں نے بھی دیکھا کہ آپ کتاب پڑھ رہے تھے کیا مضائقہ

بہر حال آپ میرے اُستاد ہیں ترمز کی وفات کی دو تین تاریخیں ہوئی ہیں جو علیحدہ پرچہ پر بھیجتا ہوں بنظرِ اصلاح دیکھکر لطف فرمائیے کل ہی ہوئی ہیں۔ فقط (دستخط مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ)

دوسرا رقعہ

جناب معلیٰ صاحب تسلیم۔ خمسہ پہنچا مشکور ہوا اس کے پہلے بھی میں نے ایک خمسہ لکھا تھا داغ صاحب نے مجھ پاس کہوایا کہ اگر اس پر خمسہ ہو تو مجھے دکھلادیں حسبہٖ میں نے روانہ کیا تھا اُسپر جو کچھ انھوں نے کم و بیشی کی ہے بجنسہ وہ خمسہ روانہ کرتا ہوں۔ تاریخ در روز جشن سے میں آپ کو ضرور اطلاع دونگا اور سرکار سے آپکے قصیدہ پڑھنے کی نسبت خدا نے چاہا تو اجازت بھی حاصل کروں گا باقی اور کیا کہوں خدا کے فضل کا امیدوار ہوں فقط (دستخط مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ)

حضرتِ معلیٰ کے کل شاگردوں کی فہرست اگر قلمبند کیجائے تو طول ل ہے اِس لئے یہاں صرف چند مشہور صاحبِ دیوان شاگردوں کی فہرست درج کیجاتی ہے:۔

(۱) نواب لقمان الدولہ بہادر دل (۲) نواب اقبال یار جنگ مرحوم (۳) راجہ ٹھاکر پرشاد صاحب بہنوی مہاراجہ سر یمین السلطنت دام اقبالہ (۴) آصف نواز ونت بہادر جاگیردار (۵) رفیع الدین صاحب نفیس (۶) محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد فرزند حضرتِ معلیٰ رح (۷) حشمت علی صاحب مرحوم حشمت (۸) صوفی مشرف علیشاہ صاحب حقی حیدرآبادی (۹) رفیع الدین صاحب فریدی (۱۰) سید اعظم اللہ حسینی صاحب اطہر (۱۱) صادق حسین صاحب صادق (۱۲) مولوی یعقوب علی صاحب مرحوم اشہر (۱۳) مولوی سید حبیب اللہ صاحب علی

غرض حضرتِ معلیٰ قدیم کہنے والوں میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت موصوف کے اُردو اور فارسی ملاکے پانچ چھ دیوان ردیف وار تھے جو آپ کے کتبخانہ میں مجلد رکھے ہوئے تھے۔

آپ کی قیامگاہ محلہ عثمان شاہی متصل رود موسیٰ واقع ہونیسے ۱۳۲۶ھ کی طغیانی رود موسیٰ میں جملہ مکانات مع اثاث البیت و کتب خانہ جسمیں بعض اسنادِ جاگیر و جملہ دواوین بھی تھے افسوس کہ آب برد ہوگئے۔ اب جو اس مجموعہ کے ذریعہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے وہ کلام ہے جو طغیانی زدہ غزلیات کے مسوّدوں سے حاصل کیا گیا یا بعد طغیانی حضرتِ معلیٰ نے

تصنیف فرمایا ہے فراہمی کلام کی تفصیلی حالت اگر ظاہر کیجائے تو ایک مستقل رسالہ ہو جائیگا۔ غرض مختصر یہ کہ اتنا کلام بھی جو دستیاب ہوا ہے صرف بتصرف حضرت معلّی بتائید ایزدی جمع ہوا ہے وہ طغیانی زدہ پرچہ جات جن پر سے کلام نقل کیا گیا ہے اگر دیکھے جائیں تو ہر دیکھنے والا اسکی تصدیق کریگا کہ ترتیب کنندہ بجز تائید غیبی کسی صورت مرتب نہیں کر سکتا بعض پرچوں کو خردبین لگا لگا کے کلام لیا گیا ہے۔ غرض اس مجموعہ میں جس قدر کلام ہے وہ حضرت معلّی کے مختلف دواوین کا مجموعہ ہے اشعار وغیرہ چونکہ شاعر کی اولاد معنوی کہلاتی ہے اِس لحاظ سے حضرت معلّی کے فرزندانِ صوری یعنی (محمد احتشام الدین صاحب تجلّیؔ اور محمد مجاہد الدین صاحب مجاہدؔ اور محمد عبد الجامع صاحب رضوانؔ اور محمد ریاض الدین علی صاحب ریاضؔ) نے حضرتِ موصوف کی اولاد معنوی کو پراگندگی سے بچانیکی غرض سے برادرانہ نسبت کو پیش نظر رکھ کے بصورتِ دیوان بنام نہاد ریاضِ معلّیؔ اپنے برادرانِ معنوی کے شیرازۂ اخوت کو اپنے والدِ مرحوم کی یادگار میں جو محفوظ کیا ہے خداوند کریم ان کو اس کے صلہ میں استقامتِ باطن اور ترقی معنوی عطا فرمائے اِس کے علاوہ حضرت معلّی کے برادرزادہ مظہر الدین احمد صاحب نے بھی نقل کلام اور تصحیح طبع میں عقیدت مندی کے ساتھ جو حصہ لیا ہے خداوندِ کریم اِن کو بھی دارین میں اسکا صلہ کافی ووافی عطا فرمائے۔

کلام پر سرسری نظر حسبِ تشکیل ذیل تین حصوں پر کلام کی تقسیم کی گئی ہے۔

(۱) حصۂ اوّل متعلق بہ کلامِ اردو نعتیہ (۲) حصۂ دوم متعلق بہ کلام اردو عشقیہ قصائد مدحیہ قطعات مناجات وغیرہ (۳) حصۂ سوم متعلق بہ کلام جملہ فارسی۔

حصۂ اوّل ریاضِ معلّی اِس حصہ میں حضرتِ معلّی کا اردو نعتیہ کلام درج ہے نعت گوئی بھی ایک اہم مقام کلام ہے یہاں وہی انسان زبان کھول سکتا ہے جو قال کے ساتھ حال بھی رکھتا ہو۔ حال کے انتہا کے بعد جب انسان کو درجۂ قال حاصل ہوتا ہے وہ ایک خاص اثر اور لطف رکھتا ہے اس کلام میں ایسی دلکشی ہوتی ہے جو بیان سے خارج ہے۔

انتہائے قال کیا ہے ابتدائے حال ہے   شعر   انتہائے حال یک اعلیٰ مقامِ قال ہے

حضرتِ معلیٰ کی نعت گوئی میں قال کے ساتھ حال کی کیفیت پائی جاتی ہے اِس کے علاوہ حفظ مراتب مؤدبانہ مخاطبت آپ کے حوصلۂ عشق کو ظاہر کر رہی ہے کلام میں سلاست اور سادہ ادائی کوئی معمولی بات نہیں یہ محبت بھرے دل کا کام ہے جو مدتوں جگر کاوی کے بعد فیضلِ ایزدی حاصل ہوتی ہے حضرتِ معلیٰ کا کلام بے ساختگی سے مملو اور اِس کے ہر ہر لفظ سے صداقت مترشح ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

تو ان کے ملنے سے ملتا ہے لوگ کہتے ہیں
ہمیں بھی تو ہی اے اللہ مصطفےٰ سے ملا

اِس قبیل کے اور بھی کئی شعر ملیں گے بالفعل اِس ایک شعر سے ناظرین بنظرِ خاص اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کس سادگی کے ساتھ اظہار مدعا کیا گیا ہے اگر سچ پوچھو تو مذکورہ شعر سے تجاہلِ عارفانہ کی شان نمایاں ہے اِس کے علاوہ اور ایک جگہ اسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں فرماتے ہیں۔

یہ نہ سمجھو کہ نبیؐ ملنے سے کیا ملتا ہے
بخدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے

اِس شعر میں لفظ (بخدا) حضرتِ معلیٰ کے درجۂ یقین کو ظاہر کر رہا ہے اِس کے سوا جن حضرات کی نظر سے حضرتِ فضیلت جنگ کی تصانیف کا سلسلہ[لہ] گزرا ہے اُن کو حضرتِ معلیٰ کے کلام میں ایک خاص ذوق ملے گا مقاصد الاسلام وغیرہ میں تفصیل سے جن مسائل پر بحث کی گئی ہے اکثر اِن تفصیلی مباحث کو حضرتِ معلیٰ نے اجمالی صورت میں لا کر ایک ایک شعر میں عام فہم الفاظ کے ذریعہ خلاصہ فرمایا ہے ان کی قادر الکلامی کا آئینہ ہے چند شعر اِس قبیل کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

منکرِ قولِ شفاعت سے یہ جی میں پوچھوں
معنیِ آیت یُعطیك فترضیٰ کیا ہے

مَا یَنطِقُ عَنِ الهَویٰ اِلّا دلیل ہے
ناطق بھی وحیِ حق سے ہی گفتارِ مصطفےٰ

ہمسری خیر البشر کی کیا کرے کوئی بشر
سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں

نہ چھوڑ جلسۂ میلادِ شاہِ دیں کو دلا
کہ اِس خوشی کے منانے میں ہے خدا کی خوشی

کرو قیام معلیٰ کرے ہے دمِ تعظیم
ہمارے مالکِ دیں پیشوا ہوئے پیدا

[لہ] مقاصد الاسلام حصہ (۱)(۲) انوار احمدی، تحقیق الفقہ، کتاب الفضل وغیرہ۔

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے قیام مولود جشن میلاد شریف وغیرہ پر ایک بسیط بحث فرمائی ہے غرض اکثر اشعار میں اس قسم کے فیصلہ کن خلاصے ملیں گے۔

(۲) حضرت معلّٰی نے قصیدۂ بردہ شریف کا ترجمہ اُردو نظم میں فرمایا تھا اِس ترجمہ میں بہت ساری خوبیاں قابل داد تھیں جسمیں زیادہ تر قابل داد اور ذکر کے قابل یہ خوبی ہے کہ عموماً ترجمہ میں اصل کی کیفیت اثرات وجذبات نہیں دیکھے جاتے مگر اس ترجمہ کو یہ بات حاصل تھی یہاں اثرات وجذبات وغیرہ علی حالہ بحال تھے افسوس کہ وہ بھی طغیانی رود موسیٰ میں آب برد ہوگیا طغیانی زدہ کاغذات میں تلاش کرنے سے اُس کا صرف پہلا صفحہ دستیاب ہوا جس کے چند شعر تصدیقاً اصل کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِی سَلَمٍ
آئی ہے کیا یادِ یارانِ جوارِ ذی سلم
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٖ
اشک سے ملکر ہے خون آنکھوں سے جاری دمبدم

اَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ
یا مدینہ کی طرف سے آئی ہے بادِ صبا
وَاَوْمَضَ الْبَرْقُ فِی الظَّلْمَاءِ مِنْ اِضَمٖ
چمکی ہے ظلمت میں بجلی جانب کوہِ اضم

فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا
کیا ہی آنکھوں کو نہ رو کہئے تو وہ روتی ہیں زار
وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ
کیا ہی دل کو غم نہ کر کہئے تو وہ کرتا ہے غم

اَيَحْسَبُ الصَّبُّ اَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ
کیا گماں ہے یہ کہ عشقِ عاشق اخفا رہ سکے
مَا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمٖ
درمیانِ دیدۂ گریان وسوزِ دل بہم

لَوْلَا الْهَوٰی لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰی طَلَلٍ
گر نہ ہوتا عشق آنسو کیوں کو [illegible] بیٹھتے
وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ
یادِ شاخ وکوہ میں ہوتا نہ خوابِ آنکھوں کے کم

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
کیسے انکارِ محبت ہو کہ ہیں عادل گواہ
بِهٖ عَلَيْكَ عُدُولُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
اشک ہائے دیدۂ تر اور آثارِ سقم

سنا جاتا ہے کہ ترجمہ موصوف کی نقول حضرت کے کئی ملاقاتیوں نے حاصل کی تھیں دریافت جاری ہے دستیاب ہونے کی صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ اسکے طبع کا انتظام کیا جائے گا

(۳) اسکے علاوہ حضرتِ معلّی نے حضرت جامی علیہ الرحمہ کے فارسی عقائد نامہ منظوم کا ترجمہ بھی اُردو نظم میں فرمایا ہے اسمیں بھی اصل کے مطابق اثرات وجذبات بحال ہیں یہ ترجمہ حضرتِ معلّی نے شہزادۂ نواب میر حمایت علیخاں بہادر دام اقبالہٗ ولیعہد سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہٗ کے آغازِ تعلیم کی یادگار میں ختم فرمایا اور شہزادہ صاحب موصوف کے اسم گرامی سے موسوم کر کے اسکا نام **حمایت نامۂ اسلام** رکھا چنانچہ اس ترجمہ کے ختم کی تاریخ حضرتِ موصوف نے (تمامی ترجمہ مقبول ہے) ۱۳۴۲ھ فرمائی ہے! اِس رسالے کو حضرتِ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے حضرت اقدس و اعلیٰ حضور پر نور بندگانِ عالی آصف سابع سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہٗ کے قدسی ملاحظہ میں بغرض شرکتِ نصاب بالمشافہ پیش فرمایا تھا اعلیحضرت بندگانعالی نے پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا تھا کہ معروضہ کے ساتھ پیش کیا جائے تو منظوری بخشی جائے گی افسوس کہ حضرت معلّی کا انتقال اور اُس کے (۷) ماہ بعد ہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا وصال ہو جانے سے یہ کارروائی تکمیل کو نہ پہنچ سکی اب یہ رسالہ زیر طبع ہے انشاء اللہ تعالیٰ متعاقب اُسکی اشاعت کیجائیگی

(۴) مدینۂ منورہ کی دو سالہ فیض بخش سکونت کے زمانے میں حضرتِ معلّی نے دو دیوان نعتیہ لکھے تھے جس میں ایک اردو اور دوسرا فارسی تھا افسوس کہ طغیانیٔ رودِ موسیٰ میں یہ بھی نذرِ آب ہو گئے ان دواوین کے چند قصائد اور متفرق اشعار دستیاب ہوئے چنانچہ متفرق اشعار حصہ دوم کے آخر میں درج ہیں کہا جاتا ہے کہ اِس کی ہر طرح میں مستقل قصائد اور غزلیات تھیں اُن کے دیکھنے سے آج پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ معلّی نے جس التزام سے سخن گوئی کا سلسلہ قائم فرمایا تھا وہ ایک خاص جدت رکھتا ہے حیدرآباد دکن سے مدینۂ منورہ تک شوق و ذوق سوز و گداز جذبات وغیرہ کی حالت محل و مقام کے لحاظ سے قصائد میں ظاہر کی گئی ہے وہاں کے چند شعر یہاں بھی نمونۃً درج کئے جاتے ہیں۔

اشعار

حجِ مبرور یہ دیتا ہے بشارت تم کو — حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو
جب مقرِ حج سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا — فرحتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا
دِل سے دور ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن — جانبِ شہرِ مدینہ جب سفر ہونے لگا

اِس کے علاوہ اور ایک جگہ فرماتے ہیں ؞ چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسولؐ کا ؞ سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسولؐ کا ؞ ہرگز نہ جائیں گے درِ شاہِ جہاں سے ہم ؞ سرکائیں گے نہ سر کبھی اِس آستاں سے ہم ؞ اِن اشعار میں اشارہ کہ یہ اور اِس بطورِ خاص بلحاظ طلب ہے ظاہر ہے کہ زینۂ مبارک پر فی البدیہہ شعر کہے گئے ہیں ورنہ اشارہ قریب کے استعمال کی ضرورت نہ تھی محاورے کے موافق سر ہو ہمارا اور وہ زینہ رسولؐ کا۔ کہا جا سکتا تھا مگر چونکہ مصنف صاحب کو اظہار مقام تصنیف شعر مقصود ہے اِس لئے (یہ) اور (اس) اشارۂ قریب کا استعمال ایک خاص معنی پیدا کر رہا ہے غرض حضرتِ معلّیٰ کے کلام میں اس قسم کے کئی شعر ملیں گے جن سے مقاماتِ خاص کا پتہ چلتا ہے درحقیقت آپ کو نعت گوئی گویا بمنزلۂ وظائف و اوراد رہی ہے چنانچہ ایک قصیدہ میں خود اِس خیال کو ظاہر فرماتے ہیں ؞ اے معلّیٰ نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ ؞ کافی ہے ورد یہی بارہ مہینے تجھکو ؞ مدینۂ منورہ کی حالِ زندگی مبارک سکونت کے زمانہ میں حضرتِ معلّیٰ نے ایک خواب دیکھا تھا اُسکا مختصراً ذکر یہاں بیجا نہ ہوگا آپنے رؤیا میں دیکھا کہ دربار رسالت مآب ہے اور آپ بھی دست بستہ وہاں حاضر ہیں مسندِ رسالت پر سرکارِ دو جہاں کی رونق افروزی مشتاقانِ جمالِ مبارک کی چشمِ دل و جاں کو اپنے انوار سے فیض بخش رہی ہے اور شہیدی علیہ الرحمہ اپنا قصیدہ سنا رہے ہیں اسپر سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا کہ محسنؔ کا سراپا سناؤ وہ بہت اچھا ہے اور ہمارے یہاں مقبول ہے خواب سے بیدار ہونیکے بعد حضرتِ معلّیٰ نے اِس خواب کا ذکر اپنے ایک رفیق مولوی عبد الحق صاحب کانپوری سے کیا تو مولوی صاحب موصوف نے ذریعۂ خط جناب محسنؔ کاکوروی کو اطلاع دی سنا جاتا ہے کہ جسوقت یہ خط جناب محسنؔ کو پہنچا ہے وہ فرطِ مسرت کے باعث بیخودی کے عالم میں گھر سے باہر نکل گئے اور اپنا بھرا گھر لٹا دیا چنانچہ کلیاتِ نعت مولوی محمد محسن جو سنہ ۱۳۲۴ھ میں الناظر پریس واقع چوک لکھنؤ میں چھپا ہے اس کے صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر حضرتِ معلّیٰ کے اِس خواب کا ذکر درج ہے اِس کے علاوہ اِس حصہ کے شروع میں صفحہ (۷) پر جو قصیدہ درج ہے جسمیں حضرتِ معلّیٰ نے بعالمِ خواب دربارِ رسالت میں اپنی رسائی کا ذکر فرمایا ہے اس کی تمہید سے پتہ چلتا ہے کہ آپکو پہلے تو تفصیلی واقعات کا اظہار مدنظر تھا مگر پھر آپ کی غیور طبیعت نے اس کا اظہار نامناسب خیال کیا تو آپ نے صرف اس شعر پر اس کو ختم فرما دیا کہ ؞ مجھے بھی طالعِ بیدار نے واں تک جو پہنچایا ؞ معلّیٰ کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضلِ یزداں تھا

کیا عجب ہے کہ یہ خواب حضرت محسن کاکوروی ہی سے متعلق ہو غرض اس واقعہ سے حضرت معلّی کے مدارج مقبولیت ظاہر ہیں

حصہ دوم ریاضِ معلّی

اِس حصہ میں حضرت معلّی کا اُردو عشقیہ اور مدحیہ کلام تواریخ مناجات وغیرہ درج ہے

حضرتِ موصوف کا عشقیہ کلام بھی ایک خاص کیفیت رکھتا ہے اکثر اشعار سے مقاماتِ تصوف کا پتہ چلتا ہے جس کو سوائے صاحبِ مقام کے دوسرا بیان نہیں کر سکتا چنانچہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں **شعر** ہیں جو علمِ معرفت سے بے نصیب ٭ سن کے میرے شعر گھبراتے ہیں وہ ٭ آپ کے کلام میں مضامینِ توحید کے اشعار اکثر و بیشتر ملیں گے جس سے آپ کی عارفانہ کیفیت کا پتہ چلتا ہے یہاں چند شعر درج حاشیہ کئے جاتے ہیں ۔

اُسی کا سب ظہور جا بجا ہے
وہی اک قابلِ حمد و ثنا ہے
دیکھنے میں جو چیز آتی ہے
سب ظہورِ صفاتِ ذاتی ہے
عیاں جمعِ کثرت کے جالے ہوئے ہیں
حجاب انکی وحدت پہ ڈالے ہوئے ہیں
مثیلِ شعلۂ جوالہ موہوم ہستی ہے
وجودِ ذرہ میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے
خیالِ غیریت پر خود حقیقت اپنی ہنستی ہے
یہ سب نیرنگ تھا ابدال اُسی یکتا کی ہستی ہے

حضرت موصوف کے عشقیہ کلام میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے کہ اکثر غزلوں میں ایک ایک دو دو نعتیہ شعر بھی بکثرت ملیں گے اِس سے حضرتِ معلّی کی محبت کے رجحان کا پتہ چلتا ہے جب عالمِ کیف میں آپ اپنی کیفیت کا اظہار اشعار میں فرماتے ہیں اور جمالِ محمدی کا تصور ہو جاتا ہے تو آپ مستانہ کلام سے گزر کے مصداق اِس شعر کے ٭ مستی میں بھی سر اپنا ساقی کے قدم پر ہے ٭ اتنا ہی کرم کرنا اے لغزشِ مستانہ ٭ فوراً نعت گوئی کی طرف رجوع کر جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر عشقیہ غزلوں میں نعتیہ شعر بھی ملیں گے سچ تو یہ ہے کہ جو جسکو محبوب رکھتا ہے اس کو اس کا ذکر بھی محبوب ہوا کرتا ہے ع ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے ٭ اِس کے سوا بعض بعض اشعار سے تعلیم طریقۂ اذکار و اشغال بھی ظاہر ہے چند اس قبیل کے شعر درج کئے جاتے ہیں ۔

دیدارِ رخِ پاک کی امید میں ہر دم
رہتا ہے لگا دیدہ سرِ بام ہمارا
جما کر تصور میں وہ قدِ موزوں
ان آنکھوں کے ڈھیلے بھی الف ہو گئے ہیں
بجوشش یہ کہتا ہے ہمدم آہستہ آہستہ
خدا کی یاد میں گزرے یہ دم آہستہ آہستہ

اکثر اشعار سے حکیمانہ اور نصیحت آمیز مضامین کا بھی پتہ چلتا ہے دو ایک شعر اس قسم کے بھی درج کئے جاتے ہیں

خاکساروں کو ہے راحت سربلندوں کو ہے رنج
ہے زمیں آرام اور آسمان گردش میں ہے
ہے کون اپنا گنبدِ دنیا میں اور
آتی ہے پھر پلٹ کے صدا کر پکار کے

آخر حصۂ عمر میں آپ نے غزل کہنا قطعاً ترک فرما دیا تھا چنانچہ ایک غزل میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ۔۔

جب تم نے اے جنابِ معلّی نہ قدر کی ٭ ہم نے بھی بند دفترِ اشعار کر دیا

اِس غزل کے بعد سے آپنے کوئی غزل نہیں کہی صرف نعتیہ قصائد قطعات تاریخ وغیرہ کہہ لیا کرتے تھے یہ مشغلہ بھی انتقال سے دو تین سال قبل تک رہا اِس کے بعد جب آپ مرض فالج میں مبتلا ہو گئے اور لکھنے پڑھنے کی حالت آپ میں باقی نہیں رہی تو آپ اس سے بھی معذور رہے مگر اس حالت میں بھی آپ شعر وغیرہ دلچسپی سے سنا کرتے بعض اوقات اصلاح بھی فرمادیا کرتے تھے ۔

(۲) سلاطین وقت کی مدح گستری بھی آپ نے اعلیٰ تمہید وگریز سے قادرالکلامی کے ساتھ فرمائی ہے چند قصائد مدحیہ اس حصہ کے آخر میں درج ہیں منجملہ ان کے اگر صرف میٹھے اور کھارے کی تمہید کا قصیدہ دیکھ لیا جائے تو ناظرین کو تصدیق ہو جائے گی کہ اِس قصیدہ کو حضرت معلیٰ نے جشن جوبلی چہل سالہ کی تہنیت میں طبع کرواکے حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ کے حضور میں دست بدست پیش کرنے کا شرف حاصل فرمایا ہے بوقت پیشکشی قصیدہ سلطان دکن حضرت غفرانمکاں کے یہ لفظ تھے کہ اس میٹھے کھارے کے مناظرہ کی ایک کاپی قبل ازیں پہنچ چکی ہے مگر میں اس کاپی کو قندِ مکرر سمجھتا ہوں آپ نے اس قصیدہ میں میری جانب سے جو فیصلہ کیا ہے وہ میری طبیعت کے موافق ہے اِس کے علاوہ بہت کچھ تحسین و آفرین بھی فرمائی ۔

حصہ سوم ریاضِ معلیٰ

اِس حصہ میں حضرت معلیٰ کا جملہ فارسی کلام درج ہے آپ کے فارسی کلام سے متقدمین کے کلام کی بو آتی ہے ۔ رنگِ تغزل حضرتِ حافظ علیہ الرحمہ حضرتِ جامی علیہ الرحمہ حضرتِ خسرو علیہ الرحمہ سے ملتا ہے چند شعر تصدیقاً محاذی میں درج کئے جاتے ہیں ۔ (۱)

فارسی نعت گوئی میں حضرت معلیٰ نے ع

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کے مصداق پاس ادب و حفظ مراتب کو مدنظر رکھ کے زبان کھولی ہے جو اُن کی مقبولیت کی دلیل ہے جسکا نمونہ یہ ہے (۲) اُردو کی طرح فارسی عشقیہ کلام سے بھی مقامات تصوف کا انکشاف ہوتا ہے بعض جگہ ابہام میں اور کہیں صاف لفظوں میں

(۱)
منم کہ چرخ مشبک نشیمنِ آہِ من است
خم فلک زگران بارئ نگاہِ من است

از فن شعر جا مباہست معلیٰ را
بہر خدا بدو نما طرزِ کلام خویش را

بیک جامے کہ خسرو مست گردد آرزو دارد
لب تو اے معلیٰ زان خمخانہ ربا

اے کہ بہیم رسالت برسر زیبائی تو (۲) وای قبلۂ وحدت حق ابروئے بالائے تو

رمز عجیب سرِ نہان محمد است
گویا زبانِ حق بلبانِ محمد است

ضعیف ہست و ناتوان کہ کمترین تو
از درِ خاص خود مران این غلام خویش را

اگرچہ ناخن پالیش ہلال است
برونق برتر از بدر کمال است

سیر گاہ نیست در جبروت (۱) گشتہ ناسوت بہر من قفسے

زقید جسم برون گشتہ عزم جان دارم
گذشتہ ام ز مکان شوق لامکان دارم

ترک اسباب جہان رہ جانان کردم
خوب سامان دلِ بے سروساماں کردم

بباید آنکہ خریداری گنج اسرار است
کہ جنس ہائے گرانمایہ در دکان دارم

جز رہ تسلیم معلیٰ مرو
باز مجو نقص و کمالے کسے

(۲)
نفس را در ہوائش بادبان کن
روانہ کشتئ عمر رواں کن

نمی گویم چنیں کن یا چناں کن
نظر ہر دم بحکم کن فکاں کن

(۳)
مشو بعید ز انوار مرشد کامل
کہ ذرہ از دم او آفتاب میگردد

مشو ز جہل گرفتار نفس شقی
کسیکہ گشت مطیعش خراب میگردد

نزول رحمت حق میشود بر اہل نیاز
بسوی پستاں موج آب میگردد

چو رحم او طلبی اختیار کن زاری
زگریہ حال رحمت سحاب میگردد

ظاہر فرمایا ہے اس قبیل کے بھی چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ اکثر اشعار سے تعلیم ذکر و اشغال کا پتہ بھی چلتا ہے جس کے متعلق چند شعر تحت نمبر ۲ حاشیہ میں درج ہیں اسیطرح بعض اشعار سے حکیمانہ مضامین نصائح وغیرہ کا پتہ چلتا ہے چنانچہ چند شعر اس قسم کے نمبر ۳ کے تحت درج ہیں۔ غرض حضرت معلیٰ کی عشقیہ شاعری بھی ایک فیض بخش ذخیرہ ہے آپ کا کلام زلف و کمر بوس و کنار کے مضامین سے مبرا ہے سچے طالب کے حق میں ہر شعر کا ایک ایک لفظ مستقل وعظ کی کیفیت رکھتا ہے شعر سننے کے بعد سننے والے کے دل میں خودبخود وعظ کی سی کیفیت پیدا ہو جانا شعر کی مقبولیت کا ثبوت ہے ۱۳۱۷ھ میں بیادگار جشن جوبلی چہل سالہ مہاراجہ یمین السلطنت بہادر مدار المہام وقت کے آئینہ خانہ میں ایک خاص مشاعرہ منعقد ہوا تھا جسمیں غفران مکاں نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی اسوقت دکن کے مشہور و معروف شعراء سے (۳۵) یا اس سے کچھ کم زیادہ شعراء قصائد مدحیہ پڑھنے کیلئے منتخب کئے گئے تھے فہرست شعراء منجانب مدار المہام وقت مرتب ہوئی تھی سب سے پہلے جناب آغا شوستری صاحب کا نام تھا دوسرے نمبر پر غالباً نواب وزیر علی پادشاہ صاحب تھے اس فہرست میں حضرت معلیٰ کا نمبر کسی قدر دور تھا جب آغا شوستری صاحب نے قصیدہ پڑھا اور نواب وزیر علی پادشاہ صاحب نے ختم فرمایا تو بطور خاص بلا لحاظ سلسلۂ فہرست حضرت غفرانمکاں نے حضرت معلیٰ سے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ قصیدہ سنائیں - اسوقت بامتثال ارشاد خسروی آپ نے اپنا وہ قصیدہ پڑھا جو عرفی شیرازی کے قصیدہ پر کہا گیا ہے جسکا قافیہ آسمان اور ردیف آفتاب ہے جو اس حصہ کے آخر میں درج ہے جسکا پہلا مطلع یہ ہے ⁘ ایکہ در کوئی جلالت ذرہ شان آفتاب ⁘ زیبۂ بام مکانت سائبان آفتاب غرض جس طرح عرفی شیرازی نے دربار اکبری میں قصیدہ پیش کر کے شاہی داد حاصل کی تھی اسی طرح

۲ اس شعر سے اہل حال کا
تلاش جاری ہے

۵ اس شعر سے بھی ایک
مقام ظاہر ہے

حضرت معلّی حیدرآبادی نے بھی دربارِ آصفی میں قصیدہ سنا کے شاہانہ تحسین و آفرین کا شرف مکرر سہ کرر حاصل فرمایا۔ عرفی شیرازی جیسے قصیدہ گو کے منتخب قصیدہ پر انہیں قوافی اور ردیف میں رعایتِ لفظی اور مضمون آفرینی کے ساتھ قصیدہ کہنا معمولی شاعر کا کام نہیں ہے دونوں قصیدوں کو ملا کے دیکھنے کے بعد ناظرین حضرت معلّی کے مذاقِ سخن کی داد کافی دے سکیں گے۔

حضرت معلّی کی تاریخ گوئی

آپکو تاریخ گوئی میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا یعنی تاریخی مصرعہ آمد کیساتھ نکلتے تھے جو محاسنِ تاریخ کے مخزن ہوا کرتے تھے اس مجموعہ کے حصۂ دوم و سوم میں صدہا قطعات ہیں یہی چند قطعات تاریخ اردو اور فارسی درج کئے گئے ہیں اس سے ناظرین اندازہ فرمالینگے کہ حضرت معلّی کس شان کے تاریخ گو تھے تدخلہ وتخرجہ جو منجملہ محاسنِ تاریخ ہے اسکا برتاؤ حضرت نے محل و مقام کے لحاظ سے جہاں کہیں کیا ہے وہ ایک خاص حسن رکھتا ہے نمونۃً ایک قطعۂ تاریخ اس صنعت میں یہاں درج کیا جاتا ہے جسکو حضرت معلّی نے حضرت آصف سادس غفرانمکان کی وفات اور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ کی تخت نشینی کی یادگار میں نظم فرمایا ہے :—

قطعہ

رخت از شاہی اقلیم دکن ۔ میر محبوب علی چوں بربود
او برفت و بنقابش آمد ۔ شاہ عثمان علی نیک وجود

شاہی اقلیم دکن کے (۵۷۱) اعداد ہوئے اسمیں سے میر محبوب علی کے اعداد ۴۱۸ ہیں خارج کردیں تو باقی ۱۵۳ شاہِ عثمان علی نیک وجود کے (اعداد ۱۱۷۶) میں جمع کریں تو (۱۳۲۹) ہوتے ہیں۔ قطعۂ مذکور میں تدخلہ وتخرجہ کا برتاؤ کس محل و مقام اور مناسبت کے ساتھ کیا گیا ہے ظاہر ہے اب ناظرین فیصلہ فرماسکتے ہیں کہ حضرت معلّی کس قابلیت کے ساتھ تاریخ فرماتے تھے اکثر آپنے فی البدیہہ بھی تاریخ فرمائی ہے چنانچہ اپنی والدہ صاحبہ کے انتقال کے وقت آپنے (غمِ مادر) ۱۲۸۵ھ فی البدیہہ تاریخ فرمائی اسیطرح اپنے اُستاد علامۂ زمان حضرت ابورجا محمد زمان خان صاحب شہید کی شہادت کی تاریخ (یا علی عثمانِ شہید) ۱۲۹۲ھ اس کے علاوہ اپنے سب سے پہلے فرزند احتشام الدین صاحب کے تولد کی تاریخ (دہ یک عزیز زادہ ہی) ۱۲۸۹ھ فرمائی

اس مجموعہ میں یاں۔ واں۔ تلک۔ ولا۔ وغیرہ اور بھی اس قسم کے الفاظ ملیں گے جو اسوقت متروک ہیں انکی نسبت ناظرین حضرت معلّی کے ابتدائی زمانہ شاعری کو پیش نظر رکھیں تو خود بخود تصفیہ ہو جائیگا بعض جگہ دکن کے محاورے بھی نظر آئیں گے جنکو حضرت معلّی نے عمداً جائز رکھا ہے اور بعض اشعار میں شاعرانہ استحقاق کو پیش نظر رکھکے ضرورۃً لفظی تصرف بھی فرمایا ہے۔ غرض جن حضرات کو جذبات کا اظہار مدنظر ہوتا ہے وہ ایسی پابندیوں کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ خود فرماتے ہیں :— طریق نعت گزینم بشعر گوئی و بس ؛ چرا نظر بخیالاتِ پختہ چیں دارم

حیدرآباد دکن
مرقومہ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ
محمد شریف الدین عفی عنہ

حضرت [illegible] کے وصال کی تاریخ [illegible]
[illegible] کے انتقال کی تاریخ [illegible] فرمائی (۱۳۰۲ھ)

STATE CENTRAL LIBRARY A.P. HYDERABAD

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD-A.P.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد

رَمَیتَ مَا رَمَیتَ ہے معمہ ہو و لاہو کا
کرے کیونکر ادا کعبہ نہ سجدہ طاقِ ابرو کا

کلامِ حق میں ہے واللیل آیا وصف گیسو کا
نہیں کچھ فرق باقی اس میں اک تارِ سرِ مو کا

شبِ میلاد میں سب خاکِ کعبہ مشک آگیں تھی
گماں نافِ زمیں پر کیوں نہ ہو پھر نافِ آہو کا

ہے مظہر ذاتِ والا ذاتِ حق کی کچھ نہیں بیجا
کروں گر یا محمد کہتے کہتے ذکر یاہو کا

ادا کیا ہو خلقِ شاہِ دیں میری زباں سے
کلامِ پاک حق ہے وصف اُس سلطانِ خوشخو کا

دلِ مضطر میرا کیا رہ گیا جا کر مدینے میں
نظر آتا مکاں سنسان ہے کیوں آج پہلو کا

ہوا ہیبت سے دو ٹکڑے گرا قدموں پہ غش کھا کے
ہوا جب ماہ کی جانب اشارا ان کی ابرو کا

عدم میں گر گیا شیطاں شبِ میلاد رو رو کر
فرشتے نے لگا کر ایک ٹھوکر منہ پہ جب تھوکا

ملے مٹی میں لاکھوں ضربِ مشتِ خاکِ والا سے
بوقتِ جنگ دکھلایا جو شہ نے زورِ بازو کا

تھیں آنکھیں سرمئہ مازاغ سے روشن دمِ وصلت
اثر کیا ہو سکے اُن پر کسی چشمانِ جادو کا

بوقتِ نزع خوفِ مکرِ شیطاں ہو معلّیٰ کیا
بنے عشقِ قدومِ پاک گر تعویذ بازو کا

جذبِ دل پھر تا درِ شاہِ زمن لیجائیگا
باد کا جھونکا مجھے سُوئے چمن لیجائیگا

یا درخ دکھلائیگی صبحِ بنارس کی بہار
عشقِ گیسو مجھکو تا ملکِ ختن لیجائیگا

بعد مردن بھی جو آئیگا مدینے کا خیال
پھیر کر جنت سے میری روح تن لیجائیگا

اندنوں ہے نعت گوئی میں مرا بڑھتا قدم
مجھ سے کیا سبقت کوئی اہلِ سخن لیجائیگا

وحشتِ دل پھر مدینے کی فزا دکھلائیگی
پھر مجھے اُس جا مرا دیوانہ پن لیجائیگا

ہو جو تن دشتِ مدینہ میں خوراکِ مور و مآ
دِل نہ ہرگز حسرتِ گور و کفن لیجائیگا

اے معلّیٰ رہتے ہو کیوں روزِ فرقت سے ملول
پھر مدینے کو خدائے ذو المنن لیجائیگا

عشق ہی دل میں ہمارے احمدِ مختار کا
داغِ دل ہی گلِ خلیل اللہ کے گلزار کا

نورِ ذاتِ پاک سے عالم منور ہوگیا
جب زمانہ آگیا اُس شاہ کے اظہار کا

چشمِ حضرت میں تھا روشن نورِ مازاغ البصر
حضرتِ موسیٰ نے دیکھا جلوہ شکلِ نار کا

عرشِ اعظم پر مقامِ قرب تھا جنکو نصیب
کس کو عالم میں ہوا حاصل یہ حظ دیدار کا

مٹ گئی ہستی سے ساری ظلمتِ کفر و نفاق
جب پڑا عالم پہ پرتو روئے پرانوار کا

دشمنوں پر کیوں نہ ہو حاصل انہیں فتح و ظفر
ہے لقب اِنّا فتحنا طرۂ دستار کا

ذاتِ اقدس انکی ہر خوبی میں ہو کامل نہ کیوں
مظہرِ کل ہی وہی حُسن و جمال یار کا

ہوتے ہیں صف بستہ حاضر انبیاء بہرِ سلام
ہو نہ کیوں جبریل کو حاصل شرف دربار کا

کیوں نہ ہو ہر دو جہاں میں رحمتِ حق کا ظہور
جشنِ میلادِ مبارک ہے شہِ ابرار کا

اے مسیحا شربت دیدار حضرت کے سوا
ہو معالج کوئی کیا دردِ دلِ بیمار کا

دولت ہر دو جہاں اُسکو معلیؔ مل گئی
ہو گیا دل سے جو خادم سید ابرار کا

الٰہی ہم کو تو اُس شاہِ انبیا سے ملا
کہ عرش کو بھی شرف جس کے نقشِ پا سے ملا
جو خوش نصیب کوئی شاہِ دوسرا سے ملا
عجب نہیں جو کہے وہ کہ میں خدا سے ملا
محیطِ غم میں جو ناآشنا بنے ہیں پڑے
تو اے خدا ہمیں اُس یارِ آشنا سے ملا
مقربین بھی حسرت سے منہ ہی تکتے رہے
خدا سے وہ شہِ لولاک کس ادا سے ملا
ہزار شکر کریں کیوں نہ اہلِ دیں اس پر
لقب جو اُمتِ حضرت کا کبریا سے ملا
تو اُن کے ملنے سے ملتا ہو لوگ کہتے ہیں
ہمیں بھی تو ہی اے اللہ مصطفےٰ سے ملا
ملی جو خاک درِ یار سے ہمیں صحت
اثر شفا کا نہ ایسا کسی دوا سے ملا
درود پڑھنے کو حضرت پہ کیوں نہ سمجھیں فرض
یہ کارِ خیر ہمیں حکمِ کبریا سے ملا
ملا جو حق سے وہ شہ لیکے اپنا جسمِ نحیف
نہ کوئی کاہِ ضعیف ایسا کہربا سے ملا
جہاں میں بھرتے ہیں عشاق دمِ اناالحق کا
حبیبِ حق نہ ہو کیونکر بھلا خدا سے ملا

یہ آرزو ہے معلیؔ کہوں میں حضرت سے
مجھے بھی قصرِ جناں آپ کی دعا سے ملا

کوئی کیا جانے علو و عز و شانِ مصطفےٰ
ملحق اوج لامکاں سے ہے مکانِ مصطفےٰ
لامکاں سے ہو ولا ملحق مکانِ مصطفےٰ
زینۂ عرشِ بریں ہے آستانِ مصطفےٰ

رمزِ احمد اور احد جانے تو کیا جانے کوئی
ہے حجابِ میم حائل درمیانِ مصطفیٰ
مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ حق نے جب فرما دیا
زور دکھلائے نہ کیوں تیرِ کمانِ مصطفیٰ
جو کلامِ حق میں آیا ہے عَلٰی خُلُقٍ عظیم
خود خدائے دو جہاں ہے قدر دانِ مصطفیٰ
جب سے حضرت کی شفاعت بن گئی ہے خضرِ راہ
جا رہا ہے سوئے جنت کاروانِ مصطفیٰ
مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ میں جو معنی ہیں عیاں
کیا کوئی سمجھے جو ہے سرِ نہانِ مصطفیٰ
وصف اِن کا خارج از حدِ بشر پھر کیوں نہ ہو
حضرتِ خالق ہے خود جب مدح خوانِ مصطفیٰ
جان کر محوِ رضائے حق کیا اللہ نے
اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کہہ کر امتحانِ مصطفیٰ
باطنًا حضرت میں تھی شانِ خدائی جلوہ گر
تھا بظاہر صرف لوگوں کو گمانِ مصطفیٰ

اے مُعلّی کیا کسی سے وصفِ حضرت ہو سکے
بس خدا ہی جانتا ہے عز و شانِ مصطفیٰ

بندہ ہوں دل و جاں سے رسولِ عربی کا
مکی مدنی ہاشمی و مطلبی کا
کچھ گرمیٔ خورشیدِ قیامت کا نہیں خوف
ہے سر پہ علم سایہ فگن ظلِ نبی کا
کیوں فخر نہ ہو ہم کو کہ آقا ہے ہمارا
عالم میں شرف جس کو ہے عالی نسبی کا
فرمان جو نازل ہے خدائی کا اُسی میں
بڑھ جائے نہ کیوں رُتبہ لسانِ عربی کا
کیونکر نہ غلامِ درِ سلطانِ رسل ہو
جس دل میں ذرا بھی ہو اثر حق طلبی کا
حضرت کی شفاعت کا جو قائل نہ ہو مردود
بدلہ اُسے مل جائے گا اِس بے ادبی کا
کیوں عفوِ گنہ کی مجھے حق سے نہ ہو اُمید
ہے جوش مرے دل میں شفاعت طلبی کا

مِن اَنفُسِکُم بعد لقد جاءکُم آیا
قرآن میں بیاں ہے تری عالی نسبی کا
مشہور لقب سید کونین ہے جس کا
سردار ہے ہر شیخ و جواں طفل و صبی کا
حضرت کا بیاں کس سے ہو وہ وصفِ رحیمی
حق نے جو مخاطب کیا اس خوش لقبی کا

ہو گا مرض جرم و خطا دور معلیٰ
ہوں دل سے غلام اپنے طبیب قلبی کا

جدا جس دن سے ہے دلبر ہمارا
تڑپتا ہے دلِ مضطر ہمارا
ہو بس دہلیزِ شاہِ دیں کا تکیہ
رہے فرش الحجر بستر ہمارا
اگر مدفن مدینے کی زمیں ہو
نصیبہ ہے بلندی پر ہمارا
تمنا ہے یہی خلدِ بریں کی
مدینے کی زمیں ہو گھر ہمارا
کہا شق ہو کے مہ نے شاہِ دیں سے
بلندی پر ہے نیک اختر ہمارا
شفاعت کی سند گر ہاتھ آجائے
ہو نامہ داخلِ دفتر ہمارا

معلیٰ کو زمانہ جانتا ہے
ہے چرچا عشق میں گھر گھر ہمارا

حیف پھر جانا مدینے کو ہمارا نہ ہوا
لطفِ دیدار میسر وہ دوبارہ نہ ہوا
صدقے ہونا نہ ہوا روضۂ اقدس پہ نصیب
بخت کا آہ بلند اپنے ستارہ نہ ہوا
کس طرح سے ہو مرا نخلِ تمنا سرسبز
حاصل اس گنبد خضرا کا نظارہ نہ ہوا
کچھ کمی عاشقِ مضطر نے تڑپنے میں نہ کی
نائلِ زخمِ جگر دل ہی تمھارا نہ ہوا

لاکھوں اچھے کئے بیمار مسیحا تم نے
لیکن اچھا دلِ بیمار ہمارا نہ ہوا

دلِ دیوانہ مرا کیوں نہ خیالی بن جائے
خواب میں بھی کبھی دیدار دوبارہ نہ ہوا

ہوتا دیدار ہی اُس گنبدِ خضرا کا نصیب
کاش دل اپنا مدینے کا منارا نہ ہوا

نکہتِ زلفِ رسولِ عربی کے ہمسر
مشکِ از فر نہ ہوا عنبر سارا نہ ہوا

دور پھینکا جو مدینے سے اُٹھا کر مری خاک
اے فلک تجھکو تو اتنا بھی گوارا نہ ہوا

چل سکا بس نہ کبھی اپنا دلِ مضطر پر
ملکِ تسکین جگر پر بھی اجارا نہ ہوا

ہم ہی افسوس **معلی** نہ پیارے کے بنے
کہیں کس منہ سے کہ اپنا وہ پیارا نہ ہوا

تھک کے جب یار کے میں زیرِ محل بیٹھ گیا
ہو کے ہر عضو مرا ضعف سے شل بیٹھ گیا

جب سے ہی جوش پہ طوفان مرے اشکوں کا
ڈوب کر پانی میں اس دل کا کنول بیٹھ گیا

دلِ اعدا سے کسی طرح نکل سکتا نہیں
رعب حضرت کا جو از روز ازل بیٹھ گیا

دیکھکر شانِ فقیری کا ہماری رتبہ
جوشِ سرمستیٔ اربابِ دول بیٹھ گیا

شور و غل مرحبا کہنے کا ہر اک سو سے اُٹھا
میں جو پڑھنے کو یہ محفل میں غزل بیٹھ گیا

رات دن دل جو مرا رہتا ہے مشتاق سماع
سُنی جس جائے میں آواز دھل بیٹھ گیا

نہرِ ساوا ہوئی خشک آتشِ فارس تھی بجھی
رُعب میلاد سے کسریٰ کا محل بیٹھ گیا

دینِ روشن کا جو حضرت کے ہوا شہرہ بلند
بت پرستی کا جو اُٹھا تھا خلل بیٹھ گیا

اے **معلی** رہوں کیونکر نہ میں اشعار میں محو

اِس زمیں پر مرا دِل مثلِ جبل بیٹھ گیا

ہے شوریدہ سرِ زلفِ شہِ عالم میں سر میرا — گُلِ باغِ خلیل اللہ ہے داغِ جگر میرا
تڑپتا ہوں جو سوزِ آتشِ فرقت میں روز و شب — صبا کہدے مدینہ جاکے حالِ مختصر میرا
مدینے کو چلے جاتے ہیں اُڑ کر بال و پر والے — پہنچتا کس طرح سے ہو سکے بے بال و پر میرا
کسی صورت پہنچ جاؤنگا اقصائے مدینہ تک — کشش اپنی ذرا دکھلائے جذبِ دل اگر میرا
سفر ہے آخرت کا پیش پہنچوں میں مدینے کو — الٰہی حیدرآباد دکن سے ہو سفر میرا
لگے جاکر ٹھکانے مشتِ خاک اپنی کسی صورت — بنے یارب مدینے کے کسی کوچہ میں گھر میرا
جنابِ نوح سے کہدو کہ پھر کشتی بنا لائیں — نہیں ہوتا ہے کم دریائے جوشِ چشمِ تر میرا
کسی کی راہِ صحرائے مدینہ میں نہیں جاتی — جنابِ خضر سے کہدو کہ دل ہی راہبر میرا
الٰہی تو ہی فرمادے مدد غیبی خزانے سے — کہ زادِ راہ کو کافی نہیں ہے مال و زر میرا

جو میں دیوانہ زلف و عارضِ شہ کا معلی ہوں
تماشا دیکھتے ہیں رات دن شمس و قمر میرا

عجب شاہانہ مجلس تھی عجب دربارِ ذیشاں تھا — یہ میرا دیدۂ پرخواب محوِ دیدِ جاناں تھا
سریرِ ناز پر جلوہ فزا سلطانِ خوباں تھا — ضیائے نور سے روشن ہر اک سو چراغاں تھا
وہاں کا ذرہ ذرہ تھا منور نورِ خالق سے — کہ جس کے رشک سے خورشید بھی مغرب میں پنہاں تھا
ادب سے عاشقِ مضطر کھڑے صف بستہ تھے ہر سو — کوئی گردن کئے تھا خم کوئی استادہ حیراں تھا
کھڑے آداب گاہوں پر تھے سب صف بستہ انسیمیں — ادب سے اور تفاوت سے جہاں قولِ نقیباں تھا

پئے عرضِ سلامِ شاہِ دیں مصروف تھا ہر اک
کوئی راکع کوئی قائم کوئی سجدہ میں غلطاں تھا

مجھے بھی طالعِ بیدار نے واں تک جو پہنچایا
معلی کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضلِ یزداں تھا

اگرچہ دِل نہ مائل جانبِ تکمیلِ ایماں تھا
مگر سر میں سرِ سودائے زلفِ شاہِ خوباں تھا
ٹھکانا غیریت کا ہم کو اے دل مِل سکے کیونکر
جدھر دیکھو ادھر ہر شئی میں اُن کا نور پنہاں تھا
خبرِ خوش اُن کے آنیکی کدھر سے دل پا سکتی
ہجومِ لشکرِ غم دل کے اندر گرم جولاں تھا
سعادت وحشتِ دل پر تصدیق کیوں نہ ہو میری
سہانا وہ میرے پیشِ نظر یثرب کا میداں تھا
بھرا تھا روئے اقدس جلوۂ نورِ تجلی سے
جسے غش دیکھکر مانندِ موسیٰ ماہِ کنعاں تھا
اِک ابرو کے اشارہ سے ہوا شق مہ جو گردوں پہ
اِس اعجازِ شرف سے دیدۂ خورشید حیراں تھا

بہارِ بے خزاں کی سیر حاصل تھی مجھے ہر دم
معلی میری نظروں میں مدینہ کا گلستاں تھا

جناب خواجہ ہر دوسرا ہوئے پیدا
ہمارے راہ نما پیشوا ہوئے پیدا
ہے ذاتِ پاک کے باعث یہ سب جہاں کا ظہور
وہ آج بندۂ خاص خدا ہوئے پیدا
خطاب اِنّا فتحنا کے جو مخاطب ہیں
وہ راز دانِ مقامِ دنیٰ ہوئے پیدا
وجودِ پاک سے جنکے ظہورِ عالم ہے
وہ فخرِ جملہ جہاں رہنما ہوئے پیدا
خدا نے خُلق کو جنکے عظیم فرمایا
وہ فخرِ زمرۂ کل انبیا ہوئے پیدا
شبِ ولادتِ والا کی جنکی ہے یہ خوشی
وہ پیشوائے تمام اولیا ہوئے پیدا

کرو قیام معلّی کہ ہے دم تعظیم
ہمارے مالک دیں پیشوا ہوئے پیدا

شب میلاد کے اوصاف اور حالات کیا کہنا
عجب ہے اے معلّی یہ سہانی رات کیا کہنا
عبادت اور طاعت میں ادائے شکر خالق میں
بسر ہوتے تھے حضرت کے جو کچھ اوقات کیا کہنا
ہوئے انگلی کے اشارے سے قمر دو ٹکڑے ہو جانا
وہ حال معجزات و خرق عادات کیا کہنا
ورم پائے مبارک پر قیام لیل سے آنا
عبادت میں بسر ہوتے تھے جو دن رات کیا کہنا
تن تنہا چلانا سکۂ دیں سارے عالم میں
شجاعت کی صفت اور حالت غزوات کیا کہنا
کلام مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ پڑھ کے قرآں میں
وہ تھا دست مبارک یا خدا کا ہات کیا کہنا
چھڑانا نار دوزخ سے بچانا رنج و آفت سے
جو ہونگے حشر میں حضرت کے احسانات کیا کہنا
بجھانا نار فارس کو سکھانا نہر ساوا کو
شب مولد میں جو ظاہر ہوئے آیات کیا کہنا
جو امت کو طفیل شاہ دیں فضل و کرامت کے
جناب حق تعالیٰ سے ملے سوغات کیا کہنا
تن بے سایہ کا ہونا نکلنا جسم سے ٹپکہ
تھی وہ بے مثل حضرت کی مقدس ذات کیا کہنا
دکھا کر حجت بے مثلی قرآں زمانے میں
وہ سچا دین کا ہونا کیا اثبات کیا کہنا
شب معراج میں عرش بریں پر جا کے خلوت میں
جو تھے راز و نیاز اُن کے خدا کے ساتھ کیا کہنا

جزائے خیر دے تمکو معلّی حضرت باری
قصیدہ خوب یہ لکھا تمھاری بات کیا کہنا

ہوں جب سے محو جلوۂ رخسار مصطفٰے
ہے داغ دل مرا گل گلزار مصطفٰے

ظاہر ہو کیسے معنی اسرار مصطفیٰ
یارِ خدا ہیں وہ ہے خدا یارِ مصطفیٰ
آنکھیں ہی ہیں نہ طالبِ دیدار مصطفیٰ
دل بھی ہے جان و دل سے طلبگارِ مصطفیٰ
عرش بریں پہ اُن کو بلایا بہ اشتیاق
ہو کر خدا بھی طالبِ دیدارِ مصطفیٰ
مضمونِ مَنْ رَأٰنِي رَاءَ الْحَقَّ دلیل ہے
دیدارِ حق تعالیٰ ہے دیدارِ مصطفیٰ
ہرگز کبھی نہ خواہش ظلِّ ہُما کروں
مجھ کو ملے جو سایۂ دیوارِ مصطفیٰ
مائل ہوں سوئے دیر و حرم شیخ و برہمن
ہوں جان و دل سے میں تو پرستارِ مصطفیٰ
ناطق ہے اُن کے وصف میں جملہ کلامِ حق
کیا وصف لکھ سکوں میں سزاوارِ مصطفیٰ
حور و ملائکہ جو ہیں مصروفِ اہتمام
اللہ ری شان و شوکتِ دربارِ مصطفیٰ
ہرگز پھرا نہ سُرمۂ مازاغ پہن کر
دیدارِ حق سے دیدۂ بیدارِ مصطفیٰ
ہے سجدہ گاہ جن و ملک قدسی و بشر
محرابِ طاقِ ابروئے خمدارِ مصطفیٰ
واللہ اُس کو حق کی تجلّی ہوئی نصیب
دیکھا ہے جس نے روئے پُر انوارِ مصطفیٰ
حضرت کا کیا سمجھتے کوئی رتبۂ بلند
عرشِ بریں ہے پایۂ دیوارِ مصطفیٰ
لوٹ آئے جا کے عرش بریں پر اک آن میں
اللہ ری شانِ سرعتِ رفتارِ مصطفیٰ
مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِلَّا دلیل ہے
ناطق تھی وحیِ حق سے ہی گفتارِ مصطفیٰ
کیونکر نہ اِن کو سجدہ کریں سب شجر حجر
شانِ خدا ہے روئے طرحدارِ مصطفیٰ
فضلِ خدائے پاک سے کیا خوش نصیب تھے
اصحاب سب مہاجر و انصارِ مصطفیٰ

محشر کے دن کا خوف معلّٰی نہیں مجھے

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD A.P.

ہوں دل سے میں غلامِ وفادارِ مصطفٰی

آنکھوں میں جو ہے روضۂ پرنور کا نقشا
موسیٰ کی نظر میں ہی جما طور کا نقشا
پھر جاؤں مدینے سے اگر خلد کیجانب
بگڑے نہ کہیں اس دلِ رنجور کا نقشا
اس رہ سے کہیں سوئے مدینہ نہ چلے جائے
جو دل میں جما ہے مرے ناسور کا نقشا
ہے دیدۂ مخمورِ نبی کا جو تصور
بگڑا ہے مرے زخم کے انگور کا نقشا
سکۂ ابد الدہر شہِ دیں کا ہے جاری
ہے اب وہ کہاں شاہیِ فغفور کا نقشا
ہر کوہ مدینہ کی تجلّی سے عیاں ہے
آنکھوں میں ہماری جبلِ طور کا نقشا
حق کہتے جو حضرت کی شریعت کے مطابق
ہرگز نہ بگڑتا کبھی منصور کا نقشا

فرقت میں سرِ زلف شۂ دیں کے معلّیٰ
ہر صبح ہے گویا شبِ دیجور کا نقشا

جوانی جو غفلت میں کھویا کیا
اسی غم میں دن رات رویا کیا
جو میں خواب غفلت میں سویا کیا
غمِ نامرادی میں رویا کیا
دکن میں جو عمر اپنی کھویا کیا
فراقِ مدینہ میں رویا کیا
ملے کیا اُسے ثمرۂ آخرت
نہالِ بدی جس نے بویا کیا
کلامِ خدا کا ملا اِس کو ذوق
زبانِ وحی سے جس نے گویا کیا
شفاعت کے پھل سے وہ محروم ہے
جو نخلِ محبت نہ بویا کیا
جو جاگا یہاں ذکرِ حق میں مدام
لحد میں وہ بے فکر سویا کیا

نہ پایا **معلّی** نے جز نعت ذوق
بہت سلکِ مضموں پُرویا کیا

ہے قہر میں بھی لطف تمہارے بھرا ہوا
ویرانے میں ہے گنج یہ مخفی دھرا ہوا

زندہ دلوں سے کیسے ہو دعوائے ہمسری
اعمالِ بد سے اپنا تو دل ہے مرا ہوا

حسرت ہے آبیاریٔ چشمِ پُر آب سے
نخلِ اُمید بھی نہ ہمارا ہرا ہوا

رحمت کی وہ کسوٹی ہے کیا وصف ہو بیاں
کھوٹا بھی اُس پہ آیا تو فوراً کھرا ہوا

بدر الدجیٰ کی چاند سی صورت جو دیکھ لی
دِل جان سے فدائے شہ دوسرا ہوا

مرنے کے بعد ساتھ نہ آئے گا منعمو
رہ جائیگا یہ مال دھرے کا دھرا ہوا

عرش بریں پہ طبعِ **معلّی** کا ہے دماغ
جب سے وہ مدح خوانِ شہِ دوسرا ہوا

لیتا ہوں میں جو نام رسالت پناہ کا
مِلتا ہے کچھ عجیب مزا مجھ کو چاہ کا

کہتے ہیں جسکو روحِ امیں سب ملائکہ
وہ ایک ایلچی ہے تری بارگاہ کا

دِل نے جو کوہ نعتِ شہِ دیں اُٹھالیا
کیا حوصلہ بلند ہے اِس برگِ کاہ کا

تجھکو جلا ہی دیں گے نہ کر دِل جلوں پہ ظلم
ہے کام اے فلک یہ فقط ایک آہ کا

مرنے کے بعد خاک بھی اِس خاکسار کی
کہلائے گی غبار مدینے کی راہ کا

رحمت **معلّی** جس کی زمانے پہ عام ہے
ہوں میں غلام خاص اُسی بادشاہ کا

گردن پہ اولیا کی قدم غوث پاک کا
دکھلا رہا ہے فضل و کرم غوث پاک کا

مامون آفتوں سے رہیں گے وہ حشر میں
دنیا میں بھر رہی ہیں جو دم غوث پاک کا

فرما دیا جو حکم وہ ٹلتا نہیں کبھی
ہے حکم حکمِ لوح و قلم غوث پاک کا

منہ چومتے ہیں شوق سے آکر ملائکہ
لیتے ہیں نامِ پاک جو ہم غوثِ پاک کا

معراج میں سواری حضرت کے ساتھ ساتھ
عرشِ بریں پہ پہنچا علم غوث پاک کا

حور جناں ملائکہ و اہل چرخ بھی
کرتے ہیں مِل کے وصف بہم غوث پاک کا

حسرت کی جا نہیں ہے کہ حق نے ازل سے خاص
رتبہ کیا بلند رقم غوث پاک کا

فضلِ خدا سے سارے زمانے میں چلگیا
سکہ عرب سے تا بہ عجم غوث پاک کا

اللہ ری شان خاص کہ محشر کے روز بھی
نام انبیا کے ساتھ ہے ضم غوثِ پاک کا

شانِ جم اور شوکتِ کسریٰ کو بھول جائے
دیکھے جو کوئی جاہ و حشم غوثِ پاک کا

کحل البصر ہے چشمِ بصیرت کیواسطے
مِل جائے گر غبار قدم غوثِ پاک کا

مرقد سے زندہ ہو کے اُٹھیں مثلِ روز حشر
سُن لیں جو نام اہل عدم غوث پاک کا

تنویر دل صفائی باطن کے واسطے
کافی ہے ذکرِ حق کی قسم غوثِ پاک کا

کیوں فیض ذاتِ پاک کی پھیلے نہ روشنی
مملو تھا نور حق سے شکم غوثِ پاک کا

دِل سے غلام ادنی معلی ہوں کمترین
پہونچے مجھے بھی فیض اتم غوث پاک کا

یا الٰہی ہم کو دیدارِ پیمبر ہو نصیب
جلوۂ انوار فیض روئے انور ہو نصیب

تا قیامت ہم پیاسے حبِ حضرت کے رہیں
فضلِ رب سے شربتِ جامِ حوضِ کوثر ہو نصیب

صدقِ دل سے ہم غلامانِ شہ لولاک ہیں
کیا عجب ہے جنت الماویٰ ہمیں گر ہو نصیب

چوب سے کمتر نہیں ہیں عشقِ شاہِ دیں میں ہم
اُستُنِ حنّانہ کی حالت ہمیں گر ہو نصیب

خواہشِ ظلِّ ہما کیونکر ہمارے دل میں آئے
سایۂ دیوارِ حضرت گر میسر ہو نصیب

کیوں نہ سمجھیں اپنی آنکھوں کا اُسے کحل البصر
گر ہمیں خاکسترِ دہلیزِ دلبر ہو نصیب

کیوں نہ ہم اسکو سمجھ لیں نقشِ تحصیلِ مراد
گر کہیں سے ہم کو نقشِ پائے سرور ہو نصیب

وہ نظر آجائیں بس آئینۂ دل میں ہمیں
کچھ نہ ہم کو شوکت و شانِ سکندر ہو نصیب

گوہرِ مقصد سے ہو دامن ہمارا کیوں نہ پُر
ہجرِ حضرت میں جو اشکِ دیدۂ تر ہو نصیب

ہے مسِ جرم و گناہ کے واسطے اکسیر وہ
خاکپائے حضرتِ شبیر و شبر ہو نصیب

پھر نہ ہوگی ہم کو سرخ و سبز کی کچھ احتیاج
خادمیٔ حضرتِ شبیر و شبر ہو نصیب

مغفرت کے واسطے کافی وسیلہ ہے ہمیں
حبِّ صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہو نصیب

دو جہاں میں ہم درِ حضرت کے کہلائیں گدا
چاہنے والوں کو گنج دولت و زر ہو نصیب

اِس تمنا میں معلیؔ ہوں گریباں چاک میں
روزِ محشر دامنِ آلِ پیمبر ہو نصیب

یہی ہے بندۂ احقر کی التجا یارب
مجھے مدینے کا دیدار پھر دکھا یارب

جو پہنچوں شہرِ مدینہ میں پھر عجب کیا ہے
ہو تیرا لطف اگر میرا رہنما یارب

دلِ حزیں کی مرے بس یہی تمنا ہے
درِ رسول کا بنکر رہوں گدا یارب

پہنچکے شہرِ مدینہ میں دم نکل جائے
ترے حبیب کے روضے پہ ہوں فدا یارب

زیارتِ شہِ لولاک سے مشرّف ہوں
قبول ہو مرے دِل کی یہی دعا یارب

وہ دیکھکر رُخِ پُر نور دم نکل جائے
نہیں کچھ اور طلب میری اِس سوا یارب

نہ دفن ہونے کے قابل ہوں اُس زمیں میں مگر
سگِ مدینہ کی بن جاؤں میں غذا یارب

مریض جرم ہوں لیکن غلامِ حضرت ہوں
یہ بس ہی میرے لئے درد کی دُوا یارب

ترے حبیبِ مکرم کا نام لیوا ہوں
اگرچہ جرمِ و گنہ میں ہوں مبتلا یارب

گناہگار **معلّی** ہے بخش تو اُس کو
طفیلِ پنجتن و شاہِ کربلا یارب

خدا کرے کہ مدینے کا پھر سفر ہو نصیب
نظارۂ درِ سلطانِ بحر و بر ہو نصیب

اگر در روضۂ پُر نور صدقے ہو ہو کر
وہ چومنا درِ اقدس کا ہر سحر ہو نصیب

گدائے در گہ سلطانِ دیں میں کہلاؤں
مجھے سوا نہ کوئی اِس کے مال و زر ہو نصیب

نہ دیکھوں روضۂ رضوان کی طرف مڑ کر
قیامِ شہرِ مدینہ مجھے اگر ہو نصیب

پھروں مدینے کی گلیوں میں مثلِ دیوانہ
قیام ہر گھڑی بابُ السّلام پر ہو نصیب

ہو میرا دیدۂ دل نورِ فیض سے روشن
رسولِ پاک کا دیدار اک نظر ہو نصیب

رسولِ پاک کا بندہ بنا رہوں ہر دم
نہ کوئی عالمِ دنیا کا کرّ و فر ہو نصیب

بقیع پاک کے ہو جاؤں دفن گوشے میں
زمیں مدینے کی بس مجھ کو اسقدر ہو نصیب

نہ دیکھوں میوۂ جنت کو حشر تک مڑ کر
وہاں کا اک مجھے نخلِ پُر ثمر ہو نصیب

زباں پہ میری معلّیٰ ہو یا رسول اللہ
جو نکلے دم تو یہی لفظ مختصر ہو نصیب

دیکھے گر ذرّہ بھی انوارِ لقائے محبوب
مہر و مہ اُٹھ کے ہوں سو بار فدائے محبوب

کیوں نہ ہر دم میں رہوں محوِ ثنائے محبوب
نخلِ ایمان کی ہے بیخ ولائے محبوب

بخدا اُس کو میں سمجھونگا ہے آوازِ خدا
گر مرے کان میں پہنچیگی صدائے محبوب

کہدو یہ حضرتِ عیسیٰ سے نہ تکلیف کریں
دردِ دل کو مرے کافی ہے دوائے محبوب

قربتِ حق میں ہے اللہ ری شانِ والا
اولیاؤں کی بھی گردن پہ ہے پائے محبوب

خاص محبوبِ خدا ذاتِ مبارک جو نبی
کیا زباں میری کرے وصف و ثنائے محبوب

کیا ولی پہنچ سکے رتبۂ والا کو کوئی
عرشِ اعظم پہ پھڑکتا ہے لوائے محبوب

درِ والا کی گدائی پہ نہ کیوں فخر کروں
بڑھ کے شاہانِ جہاں سے ہے گدائے محبوب

سوزشِ گرمئ خورشید کا کیا خوف اُنہیں
روزِ محشر جو رہیں زیرِ لوائے محبوب

لطف کیا کیا نہ دکھائے گا بروزِ محشر
سر میں سودائے نبی لیں ولائے محبوب

ہو گیا ہے مرا اب عرشِ معلیٰ پہ دماغ
اے معلّیٰ جو مرے دل میں ہے جائے محبوب

عجب برتر ہے عز و شانِ محبوب
مری جاں کیوں نہ ہو قربانِ محبوب

عمل تقویٰ ریاضت بندگی میں
ہے قائم ہر جگہ برہانِ محبوب

جدا حق سے نہیں اُن کو سمجھتے
ولی جو ہیں مراتب دانِ محبوب

رسائی واں غریبوں کی کہاں ہو
ملائک خاص ہیں دربانِ محبوب
جو کی حضرت کے دیں کی رہنمائی
مسلمانوں پہ ہے احسانِ محبوب
خدائی میں خداوند جہاں کی
ہے جاری سکۂ و فرمانِ محبوب
کریں ہرگز نہ پھر پرزے گریباں
ہمیں ہاتھ آئے گر دامانِ محبوب
ہے حکم اُن کا خدا کا حکم لاریب
کہ محوِ ذاتِ حق ہے جانِ محبوب

گناہانِ **معلّی** بخش الٰہی
کہ ادنیٰ ہے وہ مدحت خوانِ محبوب

ہر چند ظاہرا تو رسولِ خدا ہیں آپ
لیکن خبر نہیں ہے کہ باطن میں کیا ہیں آپ
فرما دیا ہے حق نے محمد جو آپ کو
ہم بھی کہیں گے لائقِ حمد و ثنا ہیں آپ
ہے ذاتِ پاک آپ کی بےمثل و بےنظیر
واللہ اسمِ اعظم ذاتِ خدا ہیں آپ
ہم کو نہیں ہے حضرتِ عیسیٰ سے کچھ غرض
ہم عاصیوں کے دردِ جگر کی دوا ہیں آپ

کیا ہو سکے زبانِ **معلّی** سے وصفِ پاک
مقبولِ خاص بارگہِ کبریا ہیں آپ

جب حشر کے دن گرم ہو بازارِ شفاعت
بھولو نہ مجھے اے شہِ مختارِ شفاعت
رتبہ شہِ ابرار کا کھل جائیگا سب پر
جب ہوں گے گنہگار طلبگارِ شفاعت
یارب ہے دعا میری پئے عفو یہ دن رات
مجھ پر بھی کریں رحم وہ سردارِ شفاعت
ناکارہ گنہگار ہوں آلودۂ عصیاں
ہو یاد مری بھی سرِ دربارِ شفاعت

یہ آپ کو ہی حق نے دیا رتبۂ عالی
ہے آپ سوا کون جو لے بارِ شفاعت
کیوں بخشے نہ جائیں گے گنہگار ہزاروں
خود آپ کا خالق ہے خریدارِ شفاعت
ہوجائیگا رتبہ شہِ ابرار کا روشن
دیکھیں گے جو وہ جلوۂ انوارِ شفاعت

محشر میں پئے گرمئ خورشید **معلّی**
کافی ہے مجھے سایۂ دیوارِ شفاعت

ہے آج جشن مولدِ خیرالوریٰ کی رات
جلوہ فزا ہے جلوۂ نورِ خدا کی رات
ہم صبح عید سے اسے افضل کہیں نہ کیوں
روزِ ازل سے آئی ہے بنکر ضیا کی رات
تشبیہ کیسے ہم دیں شبِ طور سے اسے
موسیٰ کی رات تھی وہ یہ ہے مصطفیٰ کی رات
تبعے شبِ برات وشبِ قدر اس کے ہیں
ہے یہ ولادتِ شہِ ہردوسرا کی رات
اس میں جنابِ رحمتِ عالم کا ہے ظہور
سچ پوچھئے تو ہے یہی اک مدعا کی رات
ہے رات کونسی جو کرے اس سے ہمسری
بیشک ہے یہ فضیلتِ بے انتہا کی رات
وردِ درود اس کے سوید اے دلمیں ہے
تسبیح خواں ازل سے ہے صلِّ علیٰ کی رات
مانگیں دعائے خیر اسی میں سب اہل خیر
واللہ یہ ہے قبولیتِ ہر دعا کی رات
ہم اُن کے سب غلاموں کا ہو خاتمہ بخیر
یارب ترے حبیب کی ہے ابتدا کی رات

بخشے گئے گناہِ **معلّیٰ** کہ آج ہے
مقبولِ خاص بارگہِ کبریا کی رات

ہے عالی تر مقامِ حضرتِ غوث
فدا ہے دل بنامِ حضرتِ غوث

قدم گردن پہ لیئے ہر ولی کو
ہے حکمِ حق کلامِ حضرتِ غوث

رہے وہ مستِ عشقِ حق ابد تک
جو پی لے ایک جامِ حضرتِ غوث

تمامی اُمّتِ شاہِ رُسل پر
ہے جاری فیضِ عامِ حضرتِ غوث

پئے بخشایشِ اُمّت بمحشر
رہے گا اہتمامِ حضرتِ غوث

نہ خواہش ہو ہمیں ظلِ ہُما کی
ملے گر ظل بامِ حضرتِ غوث

کھڑے رہتے ہیں صف بستہ ملائک
پئے عرضِ سلامِ حضرتِ غوث

کرے کیا کوئی دعوٰی ہمسری کا
مقدر ہے بکامِ حضرتِ غوث

ہر اک مرغِ چمن زارِ ولایت
ہے قیدی زیرِ دامِ حضرتِ غوث

ہمارے پیشوا وہ کیوں نہ ٹھہریں
ہیں شاہِ دیں امامِ حضرتِ غوث

طفیلِ غوث سے بخش اسکو یا رب
معلّٰی ہے غلامِ حضرتِ غوث

حلقے میں اولیا کے ہے عالی مقامِ غوث
سکہ ہے بادشاہی کا جاری بنامِ غوث

لاکھوں ہی کامیاب ہیں اس در سے اولیا
جاری رہے الٰہی یہ فیضِ دوامِ غوث

ارشاد جو ہوا قَدَمِی ہٰذِہٖ کا قول
اللہ کا تھا کلام نہ تھا وہ کلامِ غوث

معشوقِ حق ہیں آپ ولی عاشقانِ حق
ظاہر ہے اس سے فرقِ عُلوِّ مقامِ غوث

تسخیرِ ملکِ قُربِ الٰہی کے واسطے
چمکی ہوئی ہے دونوں جہاں میں حسامِ غوث

حور و ملک بشر سبھی میدانِ حشر میں
صف بستہ ہیں کھڑے ہوئے بہرِ سلامِ غوث

انوارِ حق سے نورِ مجسم ہے ذاتِ پاک
صبحِ تجلیاتِ الٰہی ہے شامِ غوث
جن و بشر ہی تابعِ فرماں نہیں فقط
جاری ملائکہ پہ بھی ہے حکمِ عامِ غوث

بخشش کو میری بس ہے کہیں حشر میں جو لوگ
دیکھو وہ آرہا ہے **معلّٰی** غلامِ غوث

کیا لکھوں رتبۂ یگانۂ غوث
بابِ جنت ہے آستانۂ غوث
حالِ اجلالِ غوث دکھلاتا
ہوتا گر آج کل زمانۂ غوث
قعرِ دوزخ سے اُٹھ سکے نہ کبھی
جس پہ پڑ جائے تازیانۂ غوث
بھول جائیں گے سب خودی اپنی
اگر کروں عرض میں فسانۂ غوث
کام کیا ہے سماعِ دنیا سے
گوش زد ہو اگر ترانۂ غوث
کچھ عجب شانِ دستگیری ہے
فیض سے ہے بھرا خزانۂ غوث

وصف کیا ہو بیاں **معلّٰی** سے
قدرتِ حق ہے کارخانۂ غوث

جہاں میں آمدِ خیر الوریٰ کی دھوم ہے آج
ظہورِ جلوۂ نورِ خدا کی دھوم ہے آج
ضیائے نورِ تجلی سے چرخ ہے روشن
طلوعِ مہرِ سپہرِ ہُدا کی دھوم ہے آج
زبانِ حور و ملک پر ہے مرحبا جاری
صدائے نعرۂ صلِّ علیٰ کی دھوم ہے آج
ہے تہنیت کی ادائی کا شور و غل ہر سو
بہم مبارکیٔ انبیا کی دھوم ہے آج
بشارت اور خوشی کے ہیں ہر طرف جلسے
ولادتِ شہِ ہر دوسرا کی دھوم ہے آج

ہر ایک سو ہی عیاں رحمتِ خدا کا ظہور
تجلئ کرمِ کبریا کی دھوم ہے آج
بیانِ وصف زباں سی ہو اس خوشی کا کیا
رسومِ شادئ بے انتہا کی دھوم ہے آج
مٹیگا کیوں نہ کدورت کا نام دنیا سے
مسرتِ دلِ اہلِ صفا کی دھوم ہے آج
غمِ تولدِ حضرت سے فوجِ شیطاں میں
الم و زاری و رنج و بُکا کی دھوم ہے آج
ہو اہلِ کفر و ضلالت کو دخل یاں کیونکر
قُدومِ رہبرِ دین پیشوا کی دھوم ہے آج

ہو کیوں نہ آمدِ مضموں دلِ معلیٰ پر
زبانِ کلک پہ مدح و ثنا کی دھوم ہی آج

دیکھی ہے جو شانِ رُخِ زیبائے محمدؐ
جبریلِ امیں کیوں نہوں شیدائے محمدؐ
ہے عرشِ بریں فرش تہِ پائے محمدؐ
کیوں فخر سے چومے نہ قدمہائے محمدؐ
ہے آنکھوں میں اور دل میں مرے جائے محمدؐ
سینہ ہی مرا مسکن و ماوائے محمدؐ
پروانۂ شمعِ رُخِ زیبائے نبی ہوں
کیوں مجکو نہو خواہشِ پروائے محمدؐ
قرآں میں جو آیا ہے بیاں قابِ قوسین
ادنیٰ ہے مقامِ شرف افزائے محمدؐ
حاصل ہو انہیں سرمۂ مازاغ کہاں سے
آنکھیں ہوں مری کیسے شناسائے محمدؐ
ہے گول دہن حلقۂ ہا لام دو زلفیں
اللہ کا الف ہے قدِ بالائے محمدؐ
بن جائے وہ یارب شررِ نارِ جہنّم
جس سر میں نہو گرمئ سودائے محمدؐ
کیونکر نہ گرفتار رہے قیدِ جہاں میں
جو دل سے نہ ہو والہ و شیدائے محمدؐ

ہے کعبۂ مقصودِ معلیٰ کا مدینہ

اُس کے دلِ پُر شوق میں ہے جائے محمدؐ

منبعِ فضلِ کبریا ہے درود
معدنِ رحمتِ خدا ہے درود
نہیں کوئی درود سے بڑھ کر
مظہرِ فیضِ مصطفٰے ہے درود
کُنتُ کَنزًا کا راز مخفی ہے
مخزنِ لطف و اتّقا ہے درود
کیوں نہ ہو یاد رات دن اُس کی
دلِ عاشق کا مدّعا ہے درود
کیوں نہ بڑھ جائے عاقبت میں حیات
طائرِ روح کی غذا ہے درود
اے مریضانِ عشقِ مصطفوی
ہر مرض کے لئے شفا ہے درود
خوف خورشیدِ حشر کا کیا ہو
اپنا محشر میں آسرا ہے درود
فرض جانو درود پڑھنے کو
نورِ ایمان کی بنا ہے درود
فضل میں فخر میں فضیلت میں
سب عبادات سے سوا ہے درود
کیوں کشش ہو نہ دل کی اُس جانب
کاہ میں ہوں تو کہربا ہے درود
ورد اُس کا ہو کیوں نہ دل کو قبول
بہرِ مقبولئ دعا ہے درود
نور پھیلا ہے اس کا عالم میں
رونقِ شمع کی ضیا ہے درود

اے معلّی پڑھو دل و جاں سے
باعثِ بخششِ خطا ہے درود

بھیجے خدا نے جتنے پیمبر زمین پر
حضرت ہیں سب کے سیّد و سرور زمین پر
دورِ فلک نے آہ ہزاروں مٹا دئے
تھے بادشہ جو مثلِ سکندر زمین پر

چرخ بریں بھی گنبد خضرا کے سامنے
کرتا سلام روز ہے جھک کر زمین پر
ارشادِ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سے ہے ثبوت
آئے حضور روپ بدل کر زمین پر
عیسیٰ کے ساتھ رتبۂ حضرت کا تُول میں
پلہ گراں تھا رہ گیا ٹِک کر زمین پر
کیونکر ملک نہ آئیں اُتر کر پئے طواف
عرشِ بریں ہے روضۂ انور زمین پر
ظلماتِ کفر دہر میں اندھیر ڈالتی
ہوتی اگر نہ ذاتِ پیمبر زمین پر
خورشید جا کے پردۂ گردوں میں چھپ گیا
دیکھا جو نورِ روضۂ انور زمین پر
کیا وصف شہ کے دانتوں کا اہل سخن کریں
کیسے اُتار لائیں وہ اختر زمین پر
بتخانے پائمال تھے بت سارے سرنگوں
جب تک رہا قیامِ پیمبر زمین پر
خوبی میں مثلِ قامتِ بالائے شاہِ دیں
طوبیٰ فلک پہ ہے نہ صنوبر زمین پر
جب سے ہی سیرِ باغِ مدینہ سے بے نصیب
دیوانہ وار پھرتی ہے صرصر زمین پر
ہے شوق اُنہیں کہ پہلوئے حضرت میں دفن ہوں
عیسیٰ پھر آئیں کیوں نہ اُتر کر زمین پر
شوقِ حصولِ سایۂ دیوارِ شاہ میں
عاشق لگائے بیٹھے ہیں بستر زمین پر
کیا شان کبریائی کی تیری ہے اے خدا
دعویٰ کریں خدائی کا پتھر زمین پر

یارب قبول ہو یہ **معلّیٰ** کی التجا
مدفن مرا مدینے کی ہو سرزمین پر

رنجِ فرقت سے دلِ زار کو مغموم نہ کر
اپنے دیدار سے جاناں مجھے محروم نہ کر
بارِ عصیاں سے گراں خاطرِ مغموم نہ کر
پیشِ حق مجھکو سبک لے مرے مخدوم نہ کر

میرے آقا مرے حضرت ابھی آرام میں ہیں
جا کے ہنگامۂ محشر سے کہو دھوم نہ کر
ہیچ ہے زندگی عمر دو روزہ پہ غرور
اعتبارِ اثرِ ہستیٔ موہوم نہ کر
چھوڑ کر ظلم و ستم کر مرے احوال پہ رحم
مجھ کو بھی داخلِ جمعِ صفِ مظلوم نہ کر
درِ حضرت کی گدائی مجھے کافی ہے دلا
آرزوئے شہیٔ سلطنتِ روم نہ کر
بے نشانی کے سوا اُس کا نشاں ملتا نہیں
یہ ملا ہے جو پتہ دل سے تو معدوم نہ کر
عشق میں رنج و الم کو نہ سمجھ رنج و الم
مائل اِس پر تو کبھی خاطرِ مغموم نہ کر

تا دمِ زیست معلّیٰ نہ کبھی بھول اسے
نعت گوئی کے سوا شعر کو منظوم نہ کر

عرشِ اعظم سے ہی ملحق تر مکانِ دستگیر
کوئی کیا جانے معلّیٰ عزّ و شانِ دستگیر
رات دن رہتی ہے میرے دل میں بس خواہش یہی
سر ہو میرا اور سنگِ آستانِ دستگیر
گردنوں پر اولیا کی کیوں نہ ہو اُن کا قدم
سب ہیں عاشق اور معشوقی ہے شانِ دستگیر
رتبۂ محبوبِ سبحانی جو عالی ہے مقام
کیا کسی پر کھل سکے رازِ نہانِ دستگیر
دستگیری جس کی کی حضرت نے وہ کاملِ بنا
کر لیا ہے ہم نے دائم امتحانِ دستگیر
پہونچتا ہے ہر نشانِ عرش پر تیرِ دعا
کس قدر پر زور ہے تابِ کمانِ دستگیر
کچھ نہ اُن کو گرمیٔ خورشیدِ محشر کا ہے خوف
جو رہیں گے زیرِ ظلِّ سائبانِ دستگیر
رہ نمائی کے طریقے گوشِ دل سے وعظ میں
خضر بھی سنتے ہیں آ کر خوش بیانِ دستگیر
روزِ محشر غیرِ حسرت میں رہیں گے دیکھ کر
جب کشادہ ہوگا ہر خادم پہ خوانِ دستگیر

گرچہ ظاہر وہ خدا کے خاص بندے ہیں مگر
کوئی کیا جانے جو باطن میں ہے شانِ دستگیر

حشر میں کر عفو یارب اس کے سب جرم و گناہ
ہے معلّی کمتریں اک مدح خوانِ دستگیر

کچھ پتہ چلتا نہیں دل کا جگر کے آس پاس
دیکھو ہوگا روضۂ خیر البشر کے آس پاس

دولتِ دیدارِ جاناں جلد ہو یارب نصیب
کب تلک پھرتا رہوں دیوار و در کے آس پاس

اڑ سکے اوجِ رسالت تک کہاں مرغِ خیال
گر پرِ جبریل بھی ہو بال و پر کے آس پاس

اس لبِ شیریں پہ ایسی ہیں فدا جانیں ہزار
چیونٹیاں جیسے لپٹی ہیں شکر کے آس پاس

جب اسی دہلیز سے جن و بشر ہیں فیضیاب
کیوں نہ میں بیٹھا رہوں اس سنگِ در کے آس پاس

غیرتِ خلدِ بریں رشکِ گلستانِ ارم
ہے وہ جالی روضۂ خیر البشر کے آس پاس

کیوں نہ سمجھوں روضۂ رضواں سے بھی بڑھ کر اسے
جا مدینے میں ملے گر ان کے در کے آس پاس

خواہشِ دیدار میں روتا ہوں جب سے رات دن
پڑ گئے ہیں حلقے میری چشمِ تر کے آس پاس

گرد حضرت کے صحابہ کا یہ رہتا تھا ہجوم
رہتے ہیں جس طرح سے تارے قمر کے آس پاس

دل ہمارا غیرتِ گلزارِ ابراہیم ہے
پڑ گئے ہیں اس قدر چھالے جگر کے آس پاس

اے معلّی دل سے نکلی ہے دعا ہوگی قبول
پھر رہی ہے دیکھنا بابِ اثر کے آس پاس

رکھے دل میں جو حبِ مصطفیٰ دل
وہی ہے اے معلّی کام کا دل

کروں ہر دم نبی پر میں فدا دل
عطا کر ہر گھڑی یارب نیا دل

نہ اک لحظہ بھی پہلو میں رہا دل   مدینے کی گلی ہے اور مرا دل
محیطِ عشق میں ہے آشنا دل   غریقِ بحرِ رحمت ہے مرا دل
کروں کیونکر نہ اپنے دل کی تعظیم   کہ شاہِ دیں کی ہے دولت سرا دل
بنے کیونکر نہ رشکِ عرشِ اعظم   کہ ہے منزل گہِ عرشِ خدا دل
صبا کہدے حبیبِ کبریا سے   تمھارا ڈھونڈتا ہے آسرا دل
ترحّم یا نبیَّ اللہ ترحّم   ہے مضطر آپ کے غم سی مرا دل

نبیؐ کے ہے جو ظلِّ عاطفت میں
معلّیٰ عرشِ اعظم ہے مرا دل

جہاں میں ہے شبِ میلادِ مصطفےٰ کی دھوم   ہے آمد آمدِ سلطانِ انبیا کی دھوم
مچی جہان میں ہے کس عزّ و شان سی آنکی   خدائی جس نے کی اُس بندۂ خدا کی دھوم
عجب نہیں ہے جو ہو سرد آتشِ فارس   فروغِ باغِ خلیلی کے ہے ضیا کی دھوم
خوشی سے پھولوں سماتی نہیں شبِ میلاد   ہے آمد آمدِ واللیل والضحےٰ کی دھوم
محلِ کسروی کیونکر نہ خوف سی گر جائے   خدا کے گھر میں ہے اسلام کی ضیا کی دھوم
جہاں سی ظلمتِ و کفر و نفاق کیوں نہ مٹے   ہے پھیلی جلوۂ انوارِ کبریا کی دھوم
جو کر رہے ہیں ادا آج شادیِ میلاد   بیاں میں آتی نہیں ارض اور سما کی دھوم
سمائے کیسے بھلا مومنوں کے دل میں خوشی   ہے مولدِ شہِ مقبولِ کبریا کی دھوم
دلوں میں اپنے جو روزِ الست کی ہے خوشی   مچا رہی ہے وہ اس شب میں بھی بلا کی دھوم

درود خوانی کا عالم میں ہر طرف جو ہی غل
ہے خوشنما یہ عجب خلقتِ خدا کی دھوم

جو نغمہ خوانیٔ صلّ علیٰ میں ہیں مشغول
لبھاتی دل کو ہی حور و پری بھی صدا کی دھوم

ظہورِ مظہرِ نورِ الٰہ کے باعث سے
سُرورِ شادی سے ہر سو ہی اصفیا کی دھوم

ادائے تہنیتِ جشن کے لئے ہر جا
نزولِ فوجِ ملک سے ہے انتہا کی دھوم

جو شور و غل ہی مبارک کا دہر میں ہر سو
شمارِ عقل سے خارج ہی جا بجا کی دھوم

خوشی دلوں پہ جو حضرت کی ہی ولادت کی
کہیں ہی ذکر کا غُل اور کہیں ثنا کی دھوم

میں لکھ رہا ہوں **معلّی** جو نعتیہ اشعار
ہے دل پہ میرے مضامین باصفا کی دھوم

وصفِ رسولِ پاک کریں کس زباں سے ہم
لائیں زبانِ حضرت باری کہاں سے ہم

ہرگز نہ جائیں گے درِ شاہِ جہاں سے ہم
سرکائیں گے نہ سر بھی اس آستاں سے ہم

تشبیہ کیا بیانِ دُرِ دنداں کی ہو سکے
تارے اُتار لائیں بھی گر آسماں سے ہم

بے مثل ذات اُن کی ہی کیونکر ملے پتا
کس طرح ڈھونڈ لائیں مکاں لامکاں سے ہم

میدانِ نعتِ شہ میں اڑاتے ہیں مرغِ فکر
بڑھ جائیں کیوں نہ طائرِ عرش آشیاں سے ہم

حامی ہمارے ہیں جو وہ آقائے نامدار
کیونکر فدا نہ اُن پہ رہیں لاکھ جاں سے ہم

عشقِ نبی ہمارے لئے زادِ راہ ہے
جب دارِ آخرت کو چلیں گے یہاں سے ہم

پہنچا دے یا الٰہی مدینے کو جلد تر
اُکتا گئے سکونتِ ہندوستاں سے ہم

تازہ ہی داغِ دل کا چمن عشقِ شاہ میں
رکھتے غرض نہیں ہیں بہار و خزاں سے ہم

اپنے مقامِ عود کا بتلائیں کیا پتا
یہ بھی خبر نہیں ہی کہ آئے کہاں سے ہم

اے جذبِ عشقِ یار ہمیں تو ہی کھینچ لے
کیا زور کر سکیں گے دلِ ناتواں سے ہم

دہلیزِ بارگاہِ شہِ انبیاء نہ چھوڑ
کہتے ہیں بار بار دلِ ناتواں سے ہم

ہیں خواستگارِ گوشۂ دامانِ مصطفےٰ
رکھتے نہیں ہیں کام کچھ اہلِ جہاں سے ہم

بعدِ فنا بھی خلد میں کٹتی ہے میری روح
سیدھے مدینے جائیں گے اُڑ کر یہاں سے ہم

فرشِ زمیں پہ ہم ہیں وہ مسند نشینِ عرش
پہونچیں قریب اُن کے معلی کہاں سے ہم

سوزِ الم سے دل کو کہاں تک جلائیں ہم
کب تک غمِ فراق کے صدمے اُٹھائیں ہم

بہرِ حصولِ روشنئ چشمِ باطنی
آنکھوں میں خاکِ راہ وہاں کی لگائیں ہم

صدقے ہوں گردِ روضۂ اقدس کے بار بار
اپنا مطاف گنبدِ خضرا بنائیں ہم

دفعِ کدورتِ دلِ ناشاد کے لئے
خاشاکِ راہ آنکھوں سے اپنی اٹھائیں ہم

بابُ السّلام پر کبھی استادہ با ادب
عرضِ سلام کے لئے سر کو جھکائیں ہم

بہرِ ادائے سجدۂ شکرانہ حضور
فرش الحجر کو اپنا مصلّا بنائیں ہم

مستانہ وار زیست **معلی** بسر کریں
جائے قیام دشتِ مدینہ بنائیں ہم

نورِ پیمبر یا غوثِ اعظم
ہے ذاتِ انور یا غوثِ اعظم

نکہتِ زلف والا سے نادم
ہے مشکِ ازفر یا غوثِ اعظم

زُمرے میں اقطاب اور اولیا کے
ہو سب سے بہتر یا غوثِ اعظم
خورشیدِ بُرجِ چرخِ ولایت
ہے رُوئے اَنور یا غوثِ اعظم
ظاہر ہیں انساں لیکن بباطن
ہو حق کے مظہر یا غوثِ اعظم
ذرّہ تمھارے کوچے کا شاہا
ہے مہرِ خاور یا غوثِ اعظم
پائے مبارک سب اولیا کی
ہے گردنوں پر یا غوثِ اعظم
جز ذاتِ والا ہم کو سہارا
ہے کون سرور یا غوثِ اعظم
روئے منوّر بے شبہ بیشک
ہے سعدِ اکبر یا غوثِ اعظم
سایہ تمھارا ہم عاصیوں کے
ہو سر کے اوپر یا غوثِ اعظم

تعریفِ دنداں میں شعرِ **معلّی**
ہے سلکِ گوہر یا غوثِ اعظم

شمس حضرت کے مقابل جلوہ گر کچھ بھی نہیں
رُخ کے آگے جلوۂ نورِ قمر کچھ بھی نہیں
لب پہ جز ذکرِ شہِ خیر البشر کچھ بھی نہیں
وردِ میرا اِس سوا شام و سحر کچھ بھی نہیں
عالم اِس آئینۂ ہستی میں ہے عکسِ جمال
دیکھنے کو ہے ادھر سب کچھ - اُدھر کچھ بھی نہیں
درجۂ جن و ملک اور رتبۂ کل انبیاء
پیش شانِ حضرتِ خیر البشر کچھ بھی نہیں
ذاتِ باری میں عجب ذاتِ مبارک ہے فنا
عکس آئینے میں ظاہر ہے مگر کچھ بھی نہیں
عرش پر جا کر پلٹ آنے سے بڑھ کر آپ ہیں
وادیٔ ایمن کا اے موسیٰ سفر کچھ بھی نہیں
دیکھتا ہوں میں جدھر نورِ الٰہی کے سوا
میری آنکھوں کو تو آتا ہی نظر کچھ بھی نہیں

وہ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا عصائے موسیٰؑ
پیشِ شانِ رتبۂ شق القمر کچھ بھی نہیں

کچھ چلا محجوب نہ حضرت کی حقیقت کا پتا
طاقتِ ادراک تجھ میں اے البصر کچھ بھی نہیں

سب ادھر ہے دہر میں اظہارِ اسما و صفات
ذاتِ مطلق کے سوا پیدا اُدھر کچھ بھی نہیں

کیا لب و دندانِ حضرت سے کریں گے ہمسری
اُن کے آگے لعل و یاقوت و گُہر کچھ بھی نہیں

بے ادب کہتے ہیں جو ہم بھی بشر وہ بھی بشر
اُن کو حضرت کی حقیقت کی خبر کچھ بھی نہیں

ہمسری خیر البشر سے کیا کرے کوئی بشر
سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں

بے مدد حضرت کے پہنچوں میں مدینہ کس طرح
پاس میرے خرچ رہ زادِ سفر کچھ بھی نہیں

شافعِ روزِ جزا ہیں میرے آقائے کریم
روزِ محشر کا **معلیٰ** مجھ کو ڈر کچھ بھی نہیں

عجب رتبے میں عالی شان محی الدین جیلی ہیں
نبیؐ کے نورِ چشم و جاں محی الدین جیلی ہیں

رکھے زیرِ قدم اُن کے نہ کیونکر ہر ولی گردن
کہ فخرِ عالمِ ایقاں محی الدین جیلی ہیں

نہ کیونکر خاکِ در کو اِن کی ہم خاکِ شفا سمجھیں
ہمارے درد کے درماں محی الدین جیلی ہیں

محبت اور اطاعت ان کی لازم اہلِ دیں پر ہے
مدارِ دین و ہم ایماں محی الدین جیلی ہیں

ہے فرمانِ حکومت اُن کا جاری سارے عالم پر
اگرچہ ساکنِ جیلاں محی الدین جیلی ہیں

ملے گر آپ کے در کی گدائی ہم کو کافی ہے
نہ کچھ اور اِس سوا ارماں محی الدین جیلی ہیں

بچائیں گے نہ کیوں دوزخ سے وہ اُمت کو نانا کی
دوائے علتِ عصیاں محی الدین جیلی ہیں

ضیائے نور سے اُن کی منور سارا عالم ہے
شرف کے نیرِ تاباں محی الدین جیلی ہیں

دکھائے مُردے زندہ کرکے بھی زورِ مسیحائی
عجب سردارِ عالی شاں محی الدین جیلی ہیں
گروہِ اولیا سب عاشقِ درگاہِ باری ہے
حبیبِ حضرتِ سبحاں محی الدین جیلی ہیں

ہو کیا خوف اے **معلیٰ** مجھ کو شورِ روزِ محشر کا
حمایت پر مری ہر آں محی الدین جیلی ہیں

نہ کہا آکے یہ اے جان کسی نے تجھ کو
کہ بلایا ہے مدینے میں نبی نے تجھ کو
ہجر میں رو کہ ہیں دو آنکھیں سفینے تجھ کو
یہی پہنچائیں گے اک روز مدینے تجھ کو
ذکرِ حضرت میں تو مصروف رہ اے جانِ حزیں
رحمتِ حق کے ملے ہیں یہ دفینے تجھ کو
نعتیہ شعر مرے سُن کے یہ کہتے ہیں اُویس
دیا بخشش کا وثیقہ یہ نبیؐ نے تجھ کو
صدقے ہوتا ہوں جو روضے کے تو کہتے ہیں ملک
یاد ہیں خوب خوشامد کے قرینے تجھ کو
نامِ حضرت پہ ہو صدقے تو اذاں میں دلِ زار
کی عنایت یہ بلالِ حبشیؓ نے تجھ کو
سر نہ سرکا کبھی دہلیزِ شہِ دیں سے ولا
چومنے کیلئے بس ہیں یہی زینے تجھ کو
آرزو ہے کہ کہیں قبر میں بھی مجھ سے ملک
بخشوایا ہے گناہوں سے نبیؐ نے تجھ کو

اے **معلیٰ** نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ
کافی ہے ورد یہی بارہ مہینے تجھ کو

اِن آنکھوں کو اللہ نظر آئے مدینہ
ہر لحظہ ہو دل محوِ تماشائے مدینہ
کیا دل میں جما نقشۂ زیبائے مدینہ
ہے خانۂ کعبہ میں تجلّائے مدینہ
سو بار تصدّق ہوں میں اُس پیاری خلش پر
اُف رے خلشِ خارِ تمنائے مدینہ

بدلے میں سر و جاں کے بھی گر اسکو خریدیں
ارزاں ہی ہمارے لئے سودائے مدینہ

سر اُس کا سرِ جیبِ مقدّس سے لگا ہے
ہی غم سے بری دامنِ صحرائے مدینہ

خالِص عسل و نحل سے خرمائے چکیدہ
ہے نعمتِ حق یہ منّ و سلوائے مدینہ

کہتے ہیں بصد شوق مرے مردمِ دیدہ
کیا خوب ہی گر آنکھ میں چھُپ جائے مدینہ

تا حشر تری بارشِ رحمت سے الٰہی
سرسبز رہے گنبدِ خضرائے مدینہ

حضرت کا بنا جب سے ہی آرامگہِ خاص
کیوں فخر سے اپنے میں نہ اترائے مدینہ

ہیں حور و ملک جس پہ دل و جاں سے تصدّق
رشکِ چمنِ خلد ہے صحرائے مدینہ

کونین میں پھیلی ہی ضیا جس کی معلّیٰ
کیا غیرتِ خورشید ہے سیمائے مدینہ

خُرمے کے درخت اور وہ صحرائے مدینہ
یاد آتا ہے ہر رہ پہ مجھے ہائے مدینہ

اللہ رے تاثیرِ تولّائے مدینہ
ہر داغِ جگر ہے گُلِ صحرائے مدینہ

دِل جب سے بنا والہ و شیدائے مدینہ
کہتا ہے مرا ہر بُنِ مو ہائے مدینہ

غِلماں ہیں غلامان تو پرستار ہیں حوریں
جنت کا سراپا ہے سراپائے مدینہ

چشمانِ بصیرت سے نگہ کر کے ملائک
رکھ لیتے ہیں آنکھوں پہ قدمہائے مدینہ

آنکھیں تو ذرا کھول کے دیکھ لے دِلِ نالاں
ہے آنکھ کی پتلی میں تماشائے مدینہ

صحرائے مدینہ میں پھروں قیس کے مانند
مِل جائے اگر ناقۂ لیلائے مدینہ

بیہوش گریں ہوش میں تا حشر نہ آئیں
دیکھیں کبھی موسیٰ جو تجلائے مدینہ

یہ حاملِ اقدام ہے وہ حاملِ نعلین
کیوں عرش سے رہتے ہیں نہ بڑھ جائے مدینہ
ہرگز دلِ مخلوق کی کھیتی نہ ہری ہو
گر ابرِ کرم اپنا نہ برسائے مدینہ
کیونکر نہ حسد سے جگرِ ماہ ہو پارہ
خورشید ہی ہر ذرّۂ صحرائے مدینہ
تا حشر خمارِ مئے اُلفت میں رہوں مست
کم ہو نہ یہ کیفیتِ صہبائے مدینہ
ہرگز نہ کرے میوۂ جنت کی وہ خواہش
حاصل ہے جسے لذّتِ خُرمائے مدینہ
ہے سرمۂ چشم بشر و جن و ملائک
خاکِ قدمِ اقدسِ مولائے مدینہ

ہو رشک دلِ عرش بریں کو بھی معلّی
رنگ اپنی حقیقت کا جو دکھلائے مدینہ

آسمان والوں کو شان اپنی دکھانیوالے
اے میاں عرش پہ نعلین سے جانیوالے
بندۂ عاصی کی بھی حشر کے دن یاد رہے
اے گنہگاروں کو اُمت کے بچانیوالے
رحمتِ حضرتِ حق تم پہ ہو نازل ہر آن
مژدۂ عفو غریبوں کو سُنانیوالے
دیکھکر آپ کی وہ شانِ مقامِ محمود
دم بخود رشک سے ہیں سارے زمانیوالے
مجھے تبلاؤ تو ہیں کون جہان میں ایسے
دین اللّٰہ کو دنیا میں چلانیوالے
حشر میں آکے تو دیکھیں مرے آقا کا مقام
ہیں کدھر آج وہ فخر اپنا جتانیوالے
انبیا میں بھی کوئی ایسے تو تبلائیں مجھے
شیفتہ اپنا خدائی کو بنانیوالے
کس کو حاصل تھی کرامات میں یہ شانِ رفیع
پارۂ نان میں صدہا کو کھلانیوالے

کون ہی آپ سوا کہدے یہ حضرت سے کوئی

سندِ عفو معلّیٰ کو دلا نیو الے

جائیں جنت کی طرف زُہد جتا نیوالے
ہم گنہگار مدینے کو ہیں جا نیو الے
عشقِ حضرت ہیں ہمارے شررِ سوزِ جگر
ہاں دلِ طور کی ہستی کو جلا نیو الے
کر مدد لے شہِ اورنگ مقامِ محمود
بے ٹھکانہ ہوئے جاتے ہیں ٹھکانیو الے
قافلے ملکِ عدم کو جو چلے ہیں صد ہا
ہیں مدینے کی طرف بھی کوئی جانیو الے
بس ہمارے لئے ہی سایۂ دیوارِ نبیؐ
ہم نہیں بالِ ہما میں کبھی آنیو الے
سرمۂ خاکِ قدم کی ہیں یہ آنکھیں مشتاق
او سرِ عرش پہ نعلین سے جانیو الے
طرۂ گیسوئے خمدارِ شہِ ختمِ رسل
دل کو ہیں دامِ محبت میں پھنسانیو الے
گلِ رخسارِ رسولِ عربی بہرِ خلیل
نارِ نمرود کو ہیں باغ بنانیو الے

بات بگڑی ہی معلّیٰ کی بنالے تو ہی
وقتِ آخر میں او بگڑی کے بنانیوالے

یہ نہ سمجھو کہ نبیؐ ملنے سے کیا ملتا ہے
سجدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے
لیتے ہی نامِ مبارک جو ہم ملتے ہیں لب
نعمتِ خلد سے بھی بڑھکے مزا ملتا ہے
خواہشِ ظلِّ ہما دل سے نکل جاتی ہے
درِ حضرت کا جسے سایہ ذرا ملتا ہے
شبِ معراج میں یہ کہتی ہیں حوریں باہم
اپنے محبوب سے اب دیکھو خدا ملتا ہے
چھوڑ کر کوئے نبیؐ جاتے ہیں کیوں خلد کو لوگ
نہیں معلوم انہیں اُس جائی میں کیا ملتا ہے
یا الٰہی بڑھے ہر دم مرضِ عشقِ نبیؐ
مجھے اِس درد میں بھی لطفِ شفا ملتا ہے

ہوتی ہے موئے مبارک کی زیارت جو نصیب
خواب میں حضرتِ موسیٰؑ کو عصا ملتا ہے
ہر دم آتی ہے جو دل میں رخِ پر نور کی یاد
لطف اسمیں مجھے ہر روز نیا ملتا ہے
خاک اُس پائے مقدّس کی کہاں ہم کو نصیب
جتنا تقدیر کا اپنی ہے لکھا ملتا ہے
اُس مہِ برجِ شرف سے ہمیں ملنا ہو نصیب
جیسے خورشیدِ منوّر سے سُہا ملتا ہے
نامِ حضرت کے وسیلے سے ہی ہوتی ہے قبول
جب ہمیں موقعِ اظہارِ دعا ملتا ہے
دل سے آنکھوں کو لگا لیں ملک و جن و بشر
کب کسی کو ترا نقشِ کفِ پا ملتا ہے
حشر کی گرمی میں اے ظلّ عطوفت والے
آسرا کس کو ترے در کے سوا ملتا ہے
غزلِ نعتیہ کی ہے جو یہ دربار میں پیش
آج دیکھیں ہمیں انعام میں کیا ملتا ہے

نعتیہ سُن کے یہ اشعار کہیں حشر میں لوگ
اب معلّیٰ کو بھی بخشش کا صلا ملتا ہے

سر کے بل جلدی سے چل سونچ میں بیٹھا کیا ہے
دیر چلنے میں مدینے کے معلّیٰ کیا ہے
سُونپ دے کام سب اپنے تو خدا کے اوپر
کارِ دنیا تری تدبیر سے ہوتا کیا ہے
آ نہیں سکتا ہوں ہے آپ کی جب تک نہ کشش
دیر بندے کی طلب میں مرے مولا کیا ہے
اجل آنیکو ہے اور پاس نہیں زادِ سفر
نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے
چلکے دہلیز پہ آقا کی پہنچ جا جلدی
عمرِ دوروزہ کا دنیا میں بھروسا کیا ہے
بہرِ مدفن ملے تھوڑی سی مدینے کی زمیں
اِس سوا اور مرے دل کی تمنا کیا ہے
قبر سے اٹھوں تو ہنگامئہ محشر سے کہوں
حضرت آرام میں ہیں شور یہ غوغا کیا ہے

منکرِ قولِ شفاعت سے ہے جی میں پوچھوں
معنیٔ آیتِ یُعْطِیْكَ فَتَرْضٰی کیا ہے

سب کے اخلاق سے افضل ہو نہ کیوں خُلقِ نبی
لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ سے اشارا کیا ہے

فتحِ مقصد کے لئے ذاتِ مُبارک ہی کلید
آیتِ اِنَّا فَتَحْنَا کا معمّا کیا ہے

مَنْ رَاٰنِیْ فَرَاَءَ الْحَقَّ کا ارشاد ہی خاص
آپ کو حق کہیں گر لوگ تو بیجا کیا ہے

عرض کر دونگا ہوا میں جو غلاموں میں شریک
اب کسی چیز کی شاہا مجھے پروا کیا ہے

دیکھے نعلین مجھے حشر میں فرمائیں حضور
تیرا مقصودِ دل اب باقی مُعلّیٰ کیا ہے

رُخِ حضرت سے فزوں حسن میں زیبا کیا ہے
سامنے اُس کے مہ و مہر کا جلوا کیا ہے

پیشِ حضرت کسی مخلوق کا رتبہ کیا ہے
سامنے جلوۂ خورشید کے ذرّا کیا ہے

محوِ دیدارِ رسُولِ عربی کیوں نہ رہوں
اس سے بڑھکر کوئی عالم میں تماشا کیا ہے

آستاں بوسیٔ حضرت سے جو حاصل ہے شرف
کیا کہوں میرا بلندی پہ نصیبا کیا ہے

میرا مدفن ہو مدینہ ہے تمنائے دلی
نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے

سجدۂ نقشِ قدم سے جو مجھے روکتا ہے
تو نے واعظ شہِ لولاک کو سمجھا کیا ہے

میں بھی یوسف کی خریداری میں ہوتا ہوں شریک
نعت گوئی کا مجھے ورنہ سلیقا کیا ہے

دم نکل جائے مدینے کی تمنا میں میرا
مجھے اس شہر سے بڑھکر کوئی پیارا کیا ہے

اے زنانِ بلدِ مصر قمر سے پوچھو
تم نے یوسف کا مرے حُسن ابھی دیکھا کیا ہے

ہو گئے آپ جو لے حضرتِ موسیٰ مدہوش
درجۂ طور کہو عرش سے اونچا کیا ہے

رات دن وردِ زباں ہی جو مرے ذکرِ درود
اس سے بڑھکر کوئی بتلائے وظیفہ کیا ہے
ہوں گنہگار نہیں پاس مرے زادِ عمل
ذاتِ حضرت کے سوا مجھکو سہارا کیا ہے
داغِ عشقِ شہِ دیں قبر میں دکھلادونگا
گر ملک پوچھیں کہ تجھ پاس وثیقا کیا ہے

اے **معلی** اُٹھو جلدی سے مدینے کو چلو
چھوڑ دو چھوڑ دو دنیا کا بکھیڑا کیا ہے

دلِ بستۂ گیسوئے رسولِ عربی ہے
جاں شیفتۂ موئے رسولِ عربی ہے
ارشادِ خدا ہے لَعَلیٰ خُلقِ عظیم
قرآں صفت خوئے رسولِ عربی ہے
کہدے یہ کوئی حضرتِ زاہد سے۔ ہمارا
سر سجدہ میں دل سوئے رسولِ عربی ہے
پوچھے جو کوئی کعبۂ مقصود ہمارا
طاقِ خمِ ابروئے رسولِ عربی ہے
منظور جنھیں ہے وہ ابھی دیکھ لیں چلکر
فردوسِ بریں کوئے رسولِ عربی ہے
رشکِ سہی و غیرتِ سروِ چمنِ خلد
زیبا قدِ دلجوئے رسولِ عربی ہے
ہو جائیں نہ کیوں نافۂ آہو کے ہرن ہوش
عنبر سے سوا بوئے رسولِ عربی ہے
انوارِ تجلائے خداوندِ جہاں سے
روشن رُخِ نیکوئے رسولِ عربی ہے
جس نور کے پرتو سے ہی سب دہر منوّر
پُر نور عجب روئے رسولِ عربی ہے
دیدارِ الٰہی سے نہ اک ذرّہ بھی جھپکی
کیا نرگسِ جادوئے رسولِ عربی ہے
نظارۂ دیدارِ خدائی کیلئے صاف
آئینہ بناروئے رسولِ عربی ہے
مخلوق میں یہ کس کو ہوا رتبہ میسر
اللہ رضا جوئے رسولِ عربی ہے

رحمت سے تو بخش اپنی معلّیٰ کو الٰہی
اک ادنیٰ ثناگوئے رسولِ عربی ہے

جب زباں پر مری حضرت کی ثنا آتی ہے
آفریں کی مجھے ہر سو سے صدا آتی ہے

دوڑ کر شوق سے آنکھوں میں لگا لیتا ہوں
گرد لیکر جو مدینے کی صبا آتی ہے

مشتعل جب سے ہے سینے میں مرے آتشِ شوق
نفسِ تُند سے بھی گرم ہوا آتی ہے

نام پر اُس شہِ والا کے جو پڑھتا ہوں دُرود
حور لب پر مرے ہونیکو فدا آتی ہے

مضطرب ہوتا ہوں جب ہجرِ مدینہ میں کبھی
پنکھا جھلتی ہوئی جنت کی ہوا آتی ہے

اے مسیحا ترے بیمارِ محبت کے لئے
ہاتھ میں لیکے اجل جامِ شفا آتی ہے

یادِ انہارِ مدینہ میں مرے اشکوں سے
ابرِ رحمت کے برسنے کی صدا آتی ہے

دیکھکر کہتے تھے حضرت کو ملک کون ہیں یہ
جنکے چہرہ سے نظر شانِ خدا آتی ہے

جوش زن سینے میں ہے بحرِ غمِ عشقِ بتول
بات کرتا ہوں تو رونیکی صدا آتی ہے

آرزو ہے کہ غزل سُن کے یہ فرمائیں حضور
تیرے اشعار میں بھی بوئے وفا آتی ہے

نعتیہ شعر میں پڑھتا ہوں معلّیٰ جس دم
کان میں عرش سے تحسین کی صدا آتی ہے

بندگی جبدم پسند اللہ کو آئی آپ کی
ہو گئی تحتِ حکومت سب خدائی آپ کی

دیکھکر خالق نے شانِ مصطفائی آپ کی
اپنی سب مخلوق پر عزت بڑھائی آپکی

کیوں نہ ہو شاہا مسلّم رہنمائی آپ کی
راہِ وصلِ حق ہے سب دیکھی دکھائی آپکی

ہے مطیعِ حکمِ عالی خلقتِ عالم تمام
دیکھکر یہ شوکتِ فرماں روائی آپ کی
کی جو راہِ منزلِ مقصود کی دل نے تلاش
ڈیوڑھی مجکو فرشتوں نے دکھائی آپ کی
ہوکے خوش ارشاد فرمایا علیٰ خُلُقٍ عظیم
نیک خصلت حق تعالیٰ کو جو بھائی آپ کی
خانۂ دل کو مرے آباد آکر کیجیے
ہوگئی ویران یہ بستی بسائی آپ کی
ہے نگینِ دل پہ کندہ نامِ والائے حضور
الفتِ مُہرِ نبوت کام آئی آپ کی
آفتابِ نورِ والا کیوں نہ ہر ذرہ میں ہو
جلوہ گر ہر شئی میں ہے جلوہ نمائی آپ کی
آپ کا بندہ سمجھکر ہٹ گئے منکر نکیر
کیا حمایت قبر میں ہے کام آئی آپ کی

ہے خداوندِ جہاں قرآں میں اُنکا مدح خواں
کیا پسند آئے **معلیٰ** ژاژ خائی آپ کی

حشر سے ہم کو ڈراتے ہیں یہ تقویٰ والے
المدد اے شہِ یُعطیکَ فترضیٰ والے
کرمدد اے شہِ دیں اِنّا فتحنا والے
بیطرح ہم کو ڈراتے ہیں مسیحا والے
بندے ہم بھی تری درگاہ کے ہیں یاد رہے
بھول جانا نہ کہیں ہم کو اے مولا والے
مغفرت خواہ کھڑے ہیں ترے در پر لاکھوں
اے شہنشاہِ عرب یثرب و بطحیٰ والے
اوج پر عرش کے پہنچا قدمِ پاکِ نبی
رہ گئے نیچے سبھی عالمِ بالا والے
ہے یداللہ سے حاصل یدِ طولا جو تمہیں
کفِ حسرت نہ ملیں کیوں یدِ بیضا والے
آپ نے اُستنِ حنّانہ کو رتبہ جو دیا
رشک سے سوکھ گئے سدرہ و طوبیٰ والے
قدِ پُرنور کا پرتو نہ بنا سایہ بھی
ہیں کدھر آئیں مقابل قدِ رعنا والے

حسن کا تیرے خریدار جو اللہ بنا
دنگ حیرت میں ہیں یوسف ہی زلیخا والے
رخ روشن کی ضیا سے تو مٹا دی جلدی
ظلمت کفر کو اے زلف چلیپا والے

اے معلی دکن ہند سے اب جلد چلو
منتظر بیٹھے ہیں سب یثرب و بطحا والے

اے شہ ملک عرب یثرب و بطحا والے
تیرے محتاج شفاعت ہیں یہ دنیا والے
بخشوا لو ہمیں اے انّا فتحنا والے
قہقہے ہم پہ لگاتے ہیں یہ تقویٰ والے
ہم تو ہیں کعبہ ابرو کے ترے سجدہ گزار
بازی لیجائیں گے کیا ہم سے کلیسا والے
دین احمد ہی کا سکہ چلے عالم میں تمام
دیں فروشی نہ کریں تا کہیں دنیا والے
آپ ہی کیجئے سرسبز مری کشت امید
اے شہ ختم رسل گنبد خضرا والے
راکب ناقہ قصویٰ کے ہیں ہم دل سے غلام
نجد کو جائیں جو ہیں ناقہ لیلے والے
دیکھ لیں صاحب و اللیل کی زلفوں کا جمال
سامنے آئیں ذرا زلف چلیپا والے
بادۂ عشق نبیؐ سے جو چکھیں یک قطرہ
مست تا حشر رہیں ساغر و مینا والے
دیکھ لیں آکے جو حسن لب اعجاز نبیؐ
زندہ ہو جائیں گے سارے دم عیسیٰ والے
مہدئ دین کریں جلد آکے ہدایت سب کو
سوئے کعبہ بھی جھکیں مسجد اقصیٰ والے

ہے تمنا کہ یہ فرمائیں قیامت میں حضور
بخش دو سب کو جو ہیں لوگ معلی والے

تن مدینے میں نہ رہنے کے جو قابل ہووے
روضۂ پاک کے زینے پہ پڑا دل ہووے

دست و پا گر نہیں قابل تو سر آنکھوں سے تو چل
طے مدینے کی کسی طرح سے منزل ہووے

ہو گئی دولتِ دیدار اُسے گویا کہ نصیب
جسکو دیدارِ نبی خواب میں حاصل ہووے

دست بستہ میں کروں عرضِ سب احوالِ دلی
روضۂ پاک جو آنکھوں کے مقابل ہووے

یاد میں خنجرِ ابروئے شہِ دیں کی مدام
کیوں نہ پہلو میں تڑپتا دلِ بسمل ہووے

قیدئ زلفِ رسولِ عربی کہلاؤں
طوق گردن میں ہو پاؤں میں سلاسل ہووے

چشمِ جادو نگہِ شاہِ رُسل کا ہوں مریض
مرضِ دل مرا عیسیٰ سے نہ زائل ہووے

یوسفی حسن کو اک عمر کنوئیں جھنکوائے
کبھی وہ ماہ جو یوسفؑ کے مقابل ہووے

ہیں رسولِ عربی جب مرے حامی ہر دم
کیوں نہ آسان معلی مری مشکل ہووے

تیری ہر حال میں اے میرے خدا چلتی ہے
بات بندوں کی ترے سامنے کیا چلتی ہے

سانس جب نزع میں بیادِ خدا چلتی ہے
فوجِ ابلیس میں نکبت کی ہوا چلتی ہے

اپنے افعال کا باعث ہے نزولِ آفات
یعنی اعمال کی شامت سے وبا چلتی ہے

اے مسیحائے زماں حالتِ بیمار نہ پوچھ
نہ غذا چلتی ہے اُس سے نہ دوا چلتی ہے

مجھے یاد آتی ہے گلزارِ مدینہ کی بہار
جانبِ غرب سے جب کوئی ہوا چلتی ہے

دم بدم طاقتِ بیمار گھٹی جاتی ہے
نبض بھی چلتی ہے تو دھیمی ذرا چلتی ہے

ہے غضب دیدہ و دانستہ بھی اغماض انکا
ہم وفاداروں پہ کیا تیغِ جفا چلتی ہے

کر دیا جنبشِ ابرو نے معلی بسمل

عجب انداز سے یہ تیغِ ادا چلتی ہے

پھر مدینے کو الٰہی میرا جانا ہو جائے
مرنے جینے کا وہیں کاش ٹھکانا ہو جائے
خارِ حسرت کا نہ باقی رہے کھٹکا کوئی
تیرِ مژگاں کا دلِ زار نشانا ہو جائے
جائے سر سے نہ کبھی شورشِ سودائے نبی
لیلیٰ زلف کا مجنوں دلِ دیوانا ہو جائے
محوِ دیدارِ شہِ دین رہیں آنکھیں میری
حور و غلماں کی طرف سارا زمانا ہو جائے
نکلے دیوانہ پھروں مثلِ اویسِ قرنی
میرا مشہور زمانے میں فسانا ہو جائے
نامِ حضرت پہ لٹا دوں میں اسے اک پل میں
گر میسر مجھے قاروں کا خزانا ہو جائے
کوئی لیجائے بنا کر مجھے مجرم ہی وہاں
ان سے ملنے کا کسی طرح بہانا ہو جائے

التجا تجھ سے معلّیٰ کی یہی ہے اے موت
حشر تک اس کا مدینہ ہی ٹھکانا ہو جائے

اسی کا سب ظہور جا بجا ہے
وہی اک قابلِ حمد و ثنا ہے
درِ حضرت پہ جو دل سے فدا ہے
وہ بندہ خاص منظورِ خدا ہے
جو دل پر غلبۂ خوف و رجا ہے
نہیں معلوم انہیں منظور کیا ہے
پچھا رکھی ہے اک عالم میں اندھیر
عجب یہ زلف بھی کالی بلا ہے
کلیجے سے لگا کر ہنس کے بولے
کہو کیا اب تمھارا مدّعا ہے
مدینے میں مریں یا ہم دکن میں
نجانے کیا مقدر میں لکھا ہے
کرو اس خانۂ دل کو نہ ویران
تمھاری خاص یہ دولت سرا ہے

کہاں ڈھونڈوں کدھر جاؤں کروں کیا
وہ عنقا کی طرح سے بے پتا ہے
خیالِ سوزِ عشقِ شعلہ رو نے
جلا کر خاک دل کو کر دیا ہے
ہے اِس کا غم کہ لیکر بارِ عصیاں
فقط میں ہوں خدا کا سامنا ہے

جو ہذیاں بک رہی ہو اے معلّیٰ
تمہارے بھی جنوں سر پر چڑھا ہے

مدینہ بھی عجب ذی رتبہ و بے مثل بستی ہے
وہاں ہر آں خدائے پاک کی رحمت برستی ہے
نہ فکرِ مفلسی ہے کچھ نہ خوفِ تنگدستی ہے
جب اُن کے فضل کے بازار میں ہر چیز سستی ہے
ہے کافی رہنما شرعِ نبیؐ سیدھے چلے آؤ
رہِ عشقِ الٰہی میں بلندی ہے نہ پستی ہے
جو آیا ہے فَقُلنَا کُن کا مضمون قرآں میں
بیانِ حالِ وصفِ صنعتِ چالاک دستی ہے
اُس ابرو کے اشارے سب جلالی و جمالی ہیں
یہ تیغِ اصفہانی ہر دو جانب خوب کستی ہے
رہا کرتی ہے جسکی دل میں حسرت باغِ جنت کے
مدینہ کچھ عجب ہی پُر فضا گلزار بستی ہے
یک ابرو کے اشارے سے ہزاروں قتل ہوتے ہیں
عجب شمشیر ہے اِک دم میں لاکھوں پر برستی ہے
سمائے دوسرا کیونکر ہماری چشمِ حق بیں میں
مئے خُمِ خانۂ توحید کی آنکھوں میں مستی ہے
دلیلِ معنیٔ لَولَاک سے یہ بات ثابت ہے
کہ ذاتِ پاکِ حضرت باعثِ ایجادِ ہستی ہے
اگر دیں ابر سے تشبیہ ہم بخشش کو حضرت کی
تو بجلی خندۂ دنداں نما سے ہم پہ ہنستی ہے
بیانِ فَاتَّبِعُونِی سے یہ حجت مسلم ہے
کہ طاعت احمدِ مرسل کی عینِ حق پرستی ہے
نہ ہو کیوں صحبتِ صالح سے حاصل نفع طالب کو
معطر ہوتی ہے وہ شئی جو عطرِ گل میں بستی ہے

وہاں لیجا کے وہ آبِ دمِ شمشیر دیتے ہیں
جہاں جاں عاشقوں کی پانی پانی کو ترستی ہے

علو ہے رتبہ عالی ہمتوں کا خاکساری سے
وہی پلّہ گراں ہوتا ہے جو مائل بہ پستی ہے

وہاں ہم دل جلوں کا اے معلّٰی خاص مسکن ہے
بجائے ابرِ باراں جس جگہ آتش برستی ہے

طاقت نہ اس زبان میں حمد و ثنا کی ہے
قدرت نہ ذکرِ نعتِ رسولِ خدا کی ہے

دیوار جو محیط یہ ارض و سما کی ہے
کوٹھی مرے حضور کے دولت سرا کی ہے

کیوں طور پر ہی موسٰئ عمراں فقط ہیں غش
یثرب کے ہر جبل میں تجلّی خدا کی ہے

دوڑے ہوئے مدینے کو جائیں مریض جرم
تولیدِ اس زمین میں خاکِ شفا کی ہے

ملتا ہے رہنے والوں کو فردوس کا مزا
تاثیر یہ مدینے کی آب و ہوا کی ہے

جرمِ گنہ کی رحمتِ عالم سے شرم ہے
حالت ہمارے دل میں جو خوف و رجا کی ہے

اڑ کر چلا ہے کس کا مدینے کو خطِ شوق
جانِ خزیں ردیف جو پیکِ صبا کی ہے

جس سرزمین کا عرشِ معلّٰی کو رشک ہے
یہ شان بارگاہِ رسولِ خدا کی ہے

عرشِ بریں پہ جس شہِ دیں کا قیام ہے
اُس شاہِ انبیا کا معلّٰی غلام ہے

تیغِ نگاہ مستعدِ قتلِ عام ہے
زلف اک طرف بچھائے ہوئے اپنا دام ہے

ایثارِ مال و زر میں خیالِ عوام ہے
جاں دینا راہِ عشق میں مردوں کا کام ہے

کچے جو دل کے لوگ ہیں ہو اُن سے نفع کیا
دیتا نہیں زباں کو مزا پھل جو خام ہے

خورشیدِ حشر کی ہیں گرمی سے خوف کیا
سر پر ہمارے سایۂ خیر الانام ہے
مرنے سے پیشتر نہ ہو جس زندگی ہے موت
ایسی سلامتی کو ہمارا سلام ہے
اُمید ہے کہ حشر کے دِن جامِ مغفرت
وہ دیں گے جنکے ہاتھ میں کوثر کا جام ہے
لعلِ لب اور گوہرِ دندانِ یار کا
یاقوت خانہ زاد ہے ہیرا غلام ہے
دینگے وہی جگہ مجھے زیرِ لوائے حمد
محمود جنکا حشر میں اعلےٰ مقام ہے
حرص ایک جان کیلئے کیوں اتنی منعمو
دنیائے دوں میں اپنا دو روزہ قیام ہے
جلد آؤ سر سے چلکے مدینے کو عاصیو
بخشش کا واں کھُلا ہوا دربارِ عام ہے

طے ہو یہ راہِ منزلِ مقصود کس طرح
حیرت کا ہر جگہ میں معلّیٰ مقام ہے

جو وصل کی صورت شبِ معراج بنی ہے
حضرت کا بھی کیا مرتبہ اللہ غنی ہے
ارشادِ دمِ "لحمکَ لحمی" سے علیؑ کو
حاصل ہوا زورِ درِ خیبر شکنی ہے
نادیدہ جو حضرت پہ فدا جاں ہے ہماری
جاری یہ فقط فیضِ اُویس قرنی ہے
کیا کوئی بھلا ہو سکے اُس ذات سے ہمسر
مختار خدائی کا وہ شاہِ مدنی ہے
مومن کے نہ کیوں دل میں ہو حبِّ شہِ لولاک
پھیلی جو مشامات میں بوئے سمنی ہے
کیا اُس سے کرے دعوئی آزادگی کوئی
وہ گلشنِ تقدیس کا سروِ چمنی ہے
حُسنِ قدِ بے سایہ پہ کیوں دل نہ فدا ہو
عالم سے نئی آپ کی تصویر بنی ہے
حضرت کی بدولت تنِ تاریک جہاں میں
کس حسن سے اسلام کی تنویر چھنی ہے

ہے عنبرِ سارا سے فزوں نکہتِ گیسو خوشبو سے خجل نافۂ مشکِ خُتنی ہے

بے خوف مدینے کو چلو جلد معلّیٰ
بیجا یہ تمہیں خوفِ غریب الوطنی ہے

آقا جو ہمارا شہِ مکّی مدنی ہے ہم پر یہ بڑا فضلِ خداوندِ غنی ہے
آنکھوں میں بسی صورتِ ماہِ مدنی ہے کیا پتلیوں کی شان بھی اللہ غنی ہے
حضرت کو کیا حق نے جو مختارِ شفاعت اُمت کی سبھی بگڑی ہوئی بات بنی ہے
اے ہادیٔ دیں منزلِ مقصود دکھا دو ابلیس لعیں مستعدِ راہ زنی ہے
کہتے ہیں اشارے سے میرے پنجۂ مژگاں اِن آنکھوں میں نقشِ قدمِ پنجتنی ہے
پھیرے جو کوئی منہ قدمِ آلِ نبیؐ سے مردود ہے وہ قابلِ گردن زدنی ہے
کیوں چشمِ ملائک نہ ہو اُس نور سے روشن جسکی جسد عرش پہ تنویر چھنی ہے
صاف اُس کمرِ پاک سے ٹپکے کا نکلنا کافی یہ دلیل از پئے نازک بدنی ہے
ہے عشقِ نبیؐ میں۔ جو ان آنکھوں سے نکلتا خونِ جگری۔ مثلِ عقیقِ یمنی ہے
حضرت ہی مجھے بارِ تعلق سے نکالیں گردن میں مری طوق یہ ہفتاد منی ہے
برآئے مدینے میں ہی جلد یہ الٰہی دل میں جو تمنائے غریب الوطنی ہے
قربِ قدمِ پاک ہو دل کو مرے حاصل ہر چند جدا مثلِ اویسِ قرنی ہے
جلد اے شہِ دیں دام سے ہو اسکے رہائی دِل میرا اسیرِ غمِ دنیائے دنی ہے
اے رہبرِ دیں مکر سے اب اِس کے بچا لو یہ نفسِ شقی مستعدِ راہ زنی ہے

طوبیٰ کو ہے اُس شوخ کے سائے کی تمنا
گلزارِ رسالت کا جو سروِ چمنی ہے
کرتا ہے مدینے کا سفر رہ کے وطن میں
دل محوِ خیالاتِ غریب الوطنی ہے

اے شاہ معلیٰ کو گناہوں سے بچالو
خادم یہ حُسینی ہے غلامِ حَسنی ہے

صفت ہوائے مدینہ کی جب بیاں کیجیے
درود پڑھیے تو آغازِ داستاں کیجیے
سُہانا پن وہ مدینے کا کیا بیاں کیجیے
جناں کو رکھ کے مقابل میں امتحاں کیجیے
حصارِ عرشِ بریں کو شرف ملا جس سے
زمیں پہ اُس کی فدا ساتوں آسماں کیجیے
تصور آپ کہاں تک کریں گے حضرتِ دل
نظارا اُس کا ذرا چل کے بھی وہاں کیجیے
کسی طرح سے پہونچکر درِ مدینہ پر
فدائے روضۂ اقدس یہ جسم و جاں کیجیے
حضور زندہ بلالیں مجھے دیا پسِ مرگ
کسی طرح سے مرے دل کو شادماں کیجیے
محیط اگرچہ ہے دریائے نعتِ مصطفوی
سفینہ عمر کا اِس بحر میں رواں کیجیے
سوارِ ناقۂ قصویٰ کی پائے بوسی کا
اب انتظار کہاں تک اے سارباں کیجیے
جو نعت گوئی سے اے دل گناہ بخشے گئے
ادائے شکر علی الرغمِ دشمناں کیجیے

کریگا مشکلیں آساں وہی معلیٰ آپ
خدا سے حالتِ مجبوری سب بیاں کیجیے

جہاں میں آج شاہِ انبیا کی آمد آمد ہے
ہمارے پیشوا اور رہنما کی آمد آمد ہے
ہیں محوِ روشنائی مہر و مہ و انجمِ گردوں
ضیائے نُورِ حضرتِ مصطفیٰ کی آمد آمد ہے

شعاعِ پرتوِ مہرِ رسالت سے ہے دل روشن
فیوضِ جلوۂ نورِ خدا کی آمد آمد ہے
بشارت ہے گنہگارانِ اُمت کو۔ کہ عالم میں
شفیع المذنبیں خیر الوریٰ کی آمد آمد ہے
نہ کیوں قفلِ دلِ عشاق فرحت سے کشادہ ہو
کلیدِ مخزنِ صدق و صفا کی آمد آمد ہے
دلِ مستاں تر و تازہ ہے کیفِ جامِ وحدت سے
سحابِ رحمتِ ربِ العُلےٰ کی آمد آمد ہے
فیوضاتِ شبِ میلادِ حضرت کی تجلّی سے
دلوں پر آج فیضِ کبریا کی آمد آمد ہے
ادائے جشنِ میلادِ مبارک کیلئے ہر جا
گروہِ ساکنِ ارض و سما کی آمد آمد ہے
نہ کیوں پھولے پھلے فرحت سے نخلِ آرزو اپنا
کہ دنیا میں جنابِ مصطفٰی کی آمد آمد ہے
نہ کیونکر رشک سے خم گردنِ چرخِ بریں ہوئے
زمیں پر پرتوِ ظلِّ خدا کی آمد آمد ہے
دُرِ مقصود سے کیونکر نہ پُر دامن ہمارا ہو
وہ بحرِ قلزمِ جود و سخا کی آمد آمد ہے
فیوضاتِ شبِ میلاد کے باعث ہر دل میں
مضامینِ کلامِ باصفا کی آمد آمد ہے
عجب پر نور ہے یہ شب کہ جسکی شادمانی سے
تجلیہائے فیضِ کبریا کی آمد آمد ہے
مٹے کیونکر نہ اِس شب میں جہاں سے کفر کی ظلمت
کہ ذاتِ پاکِ احمدِ مجتبیٰ کی آمد آمد ہے

ادب سے سر جھکا کر سجدۂ شکر اب ادا کیجیے
معلیٰ خواجۂ ہر دو سرا کی آمد آمد ہے

نہ نیکی ہے نہ کچھ زادِ سفر ہے
جو اِن روزوں درِ احمد پہ سر ہے
اگر دوزخ گنہگاروں کا گھر ہے

الٰہی تیری رحمت پر نظر ہے
دماغ اپنا معلیٰ عرش پر ہے
بتا اے رحمتِ حق تو کدھر ہے

تمھاری زلف کے سودے میں دن رات
سراسیمہ پریشاں ہر بشر ہے
نہ پوچھو حالتِ بیماریٔ عشق
کبھی تپ ہے کبھی دردِ جگر ہے
نہ ہو حیراں نظر کر دل کے اندر
خدا ہیں آئینہ پیشِ نظر ہے
عجب آئینہ دل ہے مصفّا
کہ عاشق جس پہ خود آئینہ گر ہے

معلائے حزیں جان اور دل سے
غلامِ درگہِ خیر البشر ہے

خوش آئے دل کو نہ کیونکر ہوا مدینے کی
ہے باغِ خلد سے بڑھکر فضا مدینے کی
ثنا کریں جو رسولؐ خدا مدینے کی
بُرائی کوئی کرے کیا بھلا مدینے کی
بھلا وہ کیسے ہو جنت کی سیر پر مائل
بچی ہے جسکی نظر میں ادا مدینے کی
خدائے پاک کرے وصف جسکا قرآں میں
میں کس زباں سے کروں پھر ثنا مدینے کی
فرشتے آکے جو کرتے ہیں آستاں بُوسی
عجیب شان ہے صلِّ علیٰ مدینے کی
پیے جحیم میں جاکر مدام ماءِ حمیم
خوش آئے جسکو نہ آب و ہوا مدینے کی
خدا کے واسطے اے ساکنانِ کوئے نبیؐ
کبھی ہمارے لئے بھی دُعا مدینے کی
خیال اُسکا عزیزو نکل سکے کیونکر
ہمارے سینے میں دل میں ہے جا مدینے کی
نہ ہوگا دخلِ عدو حشر تک کبھی اُس پر
رکھے گا حق یونہی حرمت خدا مدینے کی
میں سوئے خُلد بھلا واعظا چلوں کیونکر
بندھی ہے پاؤں میں میرے حنا مدینے کی
کہو طبیب سے بہرِ مریضِ عشقِ رسولؐ
ذرا سی چاہئے خاکِ شفا مدینے کی

یہی دعائے **معلیٰ** ہے وقتِ آخر میں
نصیب موت ہو مجھکو خدا مدینے کی

اے دل ہے فکر کیوں تجھے روزِ حساب کی
اُمت میں ہیں جنابِ رسالت مآب کی

ہے نیند میں جو روئے نبیؐ کا مجھے خیال
یُوسفؑ سے چل کے پوچھئے تعبیر خواب کی

ہردم خیالِ گردشِ چشمِ رسولؐ میں
حالت نہ دل کے پوچھئے کچھ اضطراب کی

کوئی نبیؐ کو چھوڑ کے رہتا ہے ہند میں
مٹی خراب ہے دلِ خانہ خراب کی

میری غشی کا شربتِ دیدار ہے علاج
کہدو طبیب سے نہیں حاجت گلاب کی

قاصد فقط سلام مرا جاکے عرض کر
کچھ خط کی آرزو نہ طلب ہے جواب کی

حق ہے کریم اُس کے نبیؐ بھی کریم ہیں
زاہد کو فکر کیوں ہے ثواب و عذاب کی

کیونکر نہ موبمو دلِ عالم اسیر ہو
زلفِ نبیؐ ہے کیا کہوں کس پیچ و تاب کی

بارِ گنہ سے خم ہوں ضعیفی میں یا نبیؐ
حسرت ہی رہ گئی مرے لطفِ شباب کی

یارب غلامئ درِ احمدؐ نصیب ہو
جنت کی آرزو ہے نہ خواہش ثواب کی

کحل البصر بناؤں میں آنکھوں کے واسطے
مِل جائے پھر جو خاک درِ بو تراب کی

نامِ رسولِ پاکؐ **معلیٰ** نہ بھولئے
تسبیح رات دن ہے یہی شیخ و شاب کی

دیکھتے روضۂ پُر نور کو آتے جاتے
بختِ خوابیدہ کو غفلت سے جگاتے جاتے

کبھی اُس روضۂ اقدس پہ تصدق ہوتے
حالِ دل رُو رُو کے حضرت کو سُناتے جاتے

ملتے سنگِ درِ دلبر پہ جبیں کو اپنی
آتشِ شوق کو ہر لحظہ بجھاتے جاتے
آبِ گریہ سے دلِ سوختہ ٹھنڈا کرتے
سرِ شوریدہ کو سجدے میں گراتے جاتے
دُور سے گنبدِ خضرا کا نظارا کرتے
روز و شب حسرتِ دیدار میں آتے جاتے

حرمِ پاک کی جاروب صفائی کے لئے
مژۂ چشمِ **معلی** کو بناتے جاتے

یاد جب روضۂ اقدس کا جمال آتا ہے
جلوۂ طور کا آنکھوں میں خیال آتا ہے
جب تصور میں رُخِ پاک پہ کرتا ہوں نظر
مردمِ دیدہ کو بھی لطفِ وصال آتا ہے
یاد جب سینۂ پُر نور کی آتی ہے مجھے
ہر بُنِ مو کو میرے وجد سے حال آتا ہے
عمر فرقت میں مدینے کی کٹی جاتی ہے
بس اسی کا مجھے ہر لحظہ خیال آتا ہے
حسرت و شرم سے ہو جاتا ہوں پانی پانی
یاد جب دل میں مجھے عشقِ بلالؓ آتا ہے
نام لیوا ہوں تمہارا میں فقط اے شہِ دیں
اس سوا کچھ نہ مجھے اور کمال آتا ہے
مصرفِ راہِ مدینہ کے نہ قابل ہوا گر
کام کیا خاک ہمارے زر و مال آتا ہے
شوقِ دیدارِ مدینہ میں چلے جاتے ہیں دن
کب نہ معلوم وہاں جانے کا سال آتا ہے
مرحبا کہتا ہے سُن سُن کے میرے نعتیہ شعر
جب ملک قبر میں از بہرِ سوال آتا ہے

عشقِ حضرت کا **معلی** نہیں زائل ہوتا
گرچہ ہر چیز کو دنیا میں زوال آتا ہے

اکسیر سے غرض نہ ہمیں کیمیا ملے
بس ہم کو خاکِ پائے رسولِ خدا ملے

دل میں مرے رہی گی نہ جنت کی آرزو
مجھ کو اگر مدینے میں تھوڑی سی جا ملے

کیوں ہو نہ خواہشات سے عالم کے وہ بری
حق ملگیا اُسے جسے خیر الورا ملے

ہوگا نہ خوف گرمئ خورشیدِ حشر سے
سایہ جسے مدینے کی دیوار کا ملے

سمجھونگا اُس کو کحلِ بصر طوطیائے چشم
گر خاکِ کوئے خواجۂ ہر دوسرا ملے

رحمت کا حق کی ہے شبِ میلاد میں ظہور
کیونکر قبولیت سے نہ دستِ دعا ملے

ملنا کسی کو ایسا نہ ہرگز ہوا نصیب
جیسے خدا سے حضرتِ خیر الورا ملے

آوارہ وار غم سے گریباں کروں نہ چاک
دامن حضور کا جو بروزِ جزا ملے

حضرت سے جا کے میں بھی خدایا ملوں کبھی
جیسے کسی امیر سے ادنیٰ گدا ملے

شاہِ رسل کے ملنے سے ملتا ہے حبِ خدا
اِس کے سوا دلا تجھے پھر اور کیا ملے

اللہ سے یہی ہے معلّیٰ مری دعا
کوئی ملے ملے نہ ملے مصطفیٰ ملے

اے میاں فاتحِ ابوابِ شفاعت والے
سب طفیلی ہیں ترے جلتے ہیں جنت والے

آپ کے مصحفِ رخ کا نہ ہوا وصف تمام
لکھتے لکھتے تھکے دنیا کے کتابت والے

معجزہ آپ کا لاثانی ہے قرآنِ مجید
لکھ سکے ایک بھی آیت نہ فصاحت والے

آپ کے بندۂ احسان ہیں سارے مومن
آپ کے فیض سے کہلائے سعادت والے

ہوگی اُمت کے گنہگاروں کی بخشش جس دم
منہ ہی تکتے رہیں سب بدۂ حسرت والے

دم بدم صبحِ قیامت کے ستم سہتے ہیں
کیا تڑپتے ہیں تمھاری شبِ فرقت والے

صدمۂ ہجر میں روتے ہیں **معلیٰ** دن رات
ایک ہم بھی ہیں مدینے کی محبت والے

ہیں اہل دیں تمام اِسی پر اڑے ہوئے
رتبے میں بعد حق کے ہیں حضرت بڑے ہوئے
قطرے عرق کے جسمِ براقِ حضور پر
ابریشمِ سیہ پہ تھے موتی جڑے ہوئے
ہر وقت حکمِ رب سے پئے انتظامِ کار
در پر ہیں شاہِ دیں کے ملائک کھڑے ہوئے
شوقِ لقائے خاص میں روضے کے اردگرد
عشاق محوِ دید ہیں لاکھوں پڑے ہوئے
اعدا کی کیا ہوائے حسد سے اُکھڑ سکیں
ہیں جنکے افتخار کے جھنڈے گڑے ہوئے
حضرت کے ساتھ فوج سماوی تھی جوق جوق
اگرچہ زمیں سے آپ روانہ چھڑے ہوئے

میں بھی شریک اُن کا **معلیٰ** رہوں بحشر
اُٹھیں گے جب بقیع کے مُردے گڑے ہوئے

شاہِ دیں کا جو عیاں رازِ نہانی ہو جائے
منکشف دہر میں ہر سِرِّ معانی ہو جائے
یاد آجائے جو انگشتِ مبارک کا اثر
ہر نئے ماہ کی تقویم پُرانی ہو جائے
پڑے گر پرتوِ اصحابِ شجاعانِ عرب
ناتواں زال کا دل رستمِ ثانی ہو جائے
دم نکل جائے اگر نامِ شہِ دیں لیکر
تختِ تابوت مرا تختِ کیانی ہو جائے
جانبِ شہرِ مدینہ جو سر آنکھوں سے چلوں
صورتِ سطحِ زمیں بحر کا پانی ہو جائے
اُڑکے پہنچونگا مدینے کو صبا صورتِ برق
اُس شہِ دیں کا جو یک جذبۂ آنی ہو جائے
یادِ انہارِ مدینہ میں جو روؤں دن رات
ابرِ رحمت مرے اِن اشکوں کا پانی ہو جائے

دم نکل جائے مرا خاکِ مدینہ بنکر
مغفرت کیلئے حاصل یہ نشانی ہوجائے

حکم پھر آنیکا جلدی سی ہو عیسیٰؑ پہ صدور
تا عیاں پرتوِ اعجاز بیانی ہوجائے

گر پڑے اسمِ جلالی کا شہِ دیں کے اثر
فانی اک آن میں سب عالمِ فانی ہوجائے

جلد دیدار مبارک ہمیں دکھلائیں حضور
دور رخساروں سے ابرِ یمانی ہوجائے

یوسفیؑ حسن فدا جن پہ ہے وہ آئیں نظر
تا میسر مجھے پیری میں جوانی ہوجائے

کرو اب طول کلامی نہ تم اے حضرتِ دل
نعت گوئی نہ کہیں مرثیہ خوانی ہوجائے

ہے معلّیٰ بھی غلاموں میں تمہارے ہی شریک
روزِ حشر اتنا ہی ارشادِ زبانی ہوجائے

نوبتِ نعتِ نبیؐ آئی ہے
اے دل اب وقتِ جبیں سائی ہے

دل اُنہیں زلفوں کا سودائی ہے
اک جہاں جن کا تمنائی ہے

سنگ ریزوں کو پڑھائی تسبیح
فخرِ اعجازِ مسیحائی ہے

مارمیتَ کا بیاں سنتے ہی
یدِ بیضا دمِ عیسائی ہے

سجدۂ گنبدِ خضرا کے لئے
خم سرِ گنبدِ مینائی ہے

فقر پر اپنے نہ کیوں فخر کروں
دولتِ دیں مرے ہاتھ آئی ہے

سانس سینے کی جو ہے مشک آگیں
کیا مدینے کی ہوا آئی ہے

ہوکے مشتاقِ رخِ پاکِ نبیؐ
دیدۂ دل بھی تماشائی ہے

کرتے ہیں مردہ دلوں کو زندہ
آپ پر ختم مسیحائی ہے

حضرتِ حق کو بھی سب عالم میں
آپ کی شکل پسند آئی ہے
دیکھکر سُرمۂ چشمِ مَازَاغ
چشمِ خورشید بھی پتھرائی ہے
رشکِ چشمِ شہِ دیں سے بے نُور
دیدۂ نرگسِ شہلائی ہے

دلِ معلیٰ نہیں قابو میں مرا
یادِ طیبہ کی مجھے آئی ہے

تیرے جھونکوں میں محبت کی جو بو آتی ہے
اے صبا کونسے گلزار سے تو آتی ہے
کیوں نہ حضرت کی ملاحت پہ ہو عالم شیدا
کب مہ و مہر میں یہ طرزِ نکو آتی ہے
جب کبھی آتا ہے اُس روضۂ اقدس کا خیال
داغِ دل سے گُلِ فردوس کی بُو آتی ہے
خاک اُڑا لاکے وہاں کی مری آنکھوں میں کبھی
اے صبا شہرِ مدینہ سے جو تو آتی ہے
کہدے حضرت سی یہ کوئی کہ مری جانِ حزیں
آبِ کوثر کیلئے لیکے سبو آتی ہے
ہر گھڑی حورِ جناں روضۂ اقدس پہ سے
صدقے ہونیکیلئے کرکے وضو آتی ہے
کیوں نہ اُس ذات کا ہو عرشِ معلیٰ پہ دماغ
حضرتِ حق کی ہمیں سی جسے بو آتی ہے
بہے جاتے ہیں مرے لختِ جگر اشکوں سے
جسطرح گھاس کی پتّی لبِ جو آتی ہے
باغِ دنیا پہ عبث کیوں ہے دلِ زار فدا
کیا تجھے اسمیں وفا کی کبھی بو آتی ہے

کوئی کیا رتبۂ حضرت کو معلیٰ سمجھے
نظرِ ان آنکھوں سی کب شانِ علو آتی ہے

حبِّ دنیا کی کڑی زنجیر توڑا چاہئے
رشتۂ الفت فقط حضرت سی جوڑا چاہئے

نعت گوئی میں جو ہر دم یہاں کھلتا نہیں
زور سے اس قفل کی کونجی مروڑا چاہیے

ہجر حضرت میں دل مضطر مرا تھمتا نہیں
بہرِ تسکین شربتِ دیدار تھوڑا چاہیے

ہے رہِ شہرِ مدینہ ہی صراطِ مستقیم
اے دلِ نادان اس سی منہ کو موڑا چاہیے

جی میں ہی وحشت مدینہ جا کے دل کے آبلے
نشترِ خارِ مغیلاں سی ہی پھوڑا چاہیے

تا نہ پھیرے منہ رہِ شہرِ مدینہ سے کبھی
میرے اس نفسِ شقی پر ایک کوڑا چاہیے

دے کے غوطے آبِ نہرِ شہرِ یثرب میں دلا
دامنِ تر دامنی اپنا نچوڑا چاہیے

سلسلہ زلفِ نبی کا اے **معلّیٰ** ہے قوی
ہاتھ سے یہ عروۃ الوثقیٰ نہ چھوڑا چاہیے

فیوضِ مدفنِ سلطانِ دیں سے
اُٹھے ہیں نور کے بُکّے زمیں سے

قیامِ ذاتِ ختم المرسلیں سے
فلک جھک جھک کے ملتا ہے زمیں سے

تمنا ہے مدینے کی زمیں پر
چلیں ہم سر سے آنکھوں سے جبیں سے

دوائے دردِ دل حضرت سی لینے
مسیحا آئیں گے چرخِ بریں سے

مضامینِ نعتیہ دل میں بھرے ہیں
نکلتے گنج ہیں جیسے زمیں سے

قریب اپنی رگِ گردن سے ہے یار
ذرا دیکھو نگاہِ دوربیں سے

مزارِ فیض پر چل کر پڑھیں ختم
ہے عرس اُن کا رجب کی تیرھویں سے

درِ حضرت نہ چھوڑو اے **معلّیٰ**
صدا آتی ہے یہ عرشِ بریں سے

سر کے بل طیبہ کو جانا چاہیئے
جا کے پھر واں سے نہ آنا چاہیئے
روضۂ اقدس کی گر ملجائے خاک
سرمہ آنکھوں میں لگانا چاہیئے
پیشِ شاہِ دیں بصد عجز و نیاز
حالِ دِل اپنا سُنانا چاہیئے
سایۂ دیوار میں گر جا ملے
اپنا بستر واں لگانا چاہیئے
بہرِ آدابِ سلامِ شاہِ دیں
در پہ ہر دم سر جھکانا چاہیئے
غسل کا جالی کے گر ملجائے آب
اُس میں کپڑوں کو بسانا چاہیئے
واں کی گلیوں کے خس و خاشاک کو
اپنی آنکھوں سے اُٹھانا چاہیئے
بہرِ سجدہ رات دن پیشِ نظر
آستانہ وہ سُہانا چاہیئے
اُس گُلِ خوبی کا جلوہ دیکھکر
مثلِ بلبل غُل مچانا چاہیئے
راتِ دِن اُس لعل لب کے دھیان میں
خون آنکھوں سے بہانا چاہیئے

اے **معلّٰی** ہے کشش حضرت کی گر
دِل کے سب ارمان بر آنا چاہیئے

خدا سے ڈر نہ کر شکوے کسی کے
بُرے ہوں یا بھلے سب ہیں اُسی کے
جو بچ نکلیں دو عالم سے خودی کے
تو ہم کہلائیں سر تا پا اُسی کے
کسی کو کر رکھیں دنیا میں اپنا
نہیں تو ہو رہیں ہم خود کسی کے
ہماری جان جائے گی کسی دن
یہی پہلو اگر ہیں دل لگی کے
محبت میں رسولِ ہاشمی کی
نکل جائیں گے ارمان سارے جی کے

وہ لذت آشنائے عشق ہوں میں
مزے دُنیا کے سب ہیں مجھکو پھیکے

تو اُن کا ہو کے جب اُن کا نہیں ہے
کریں کیا مرنے والے تیرے جیکے

لبِ جاں بخش نے مارا ہے ہم کو
مزے کیا پوچھتے ہو زندگی کے

ہوا فرشِ زمیں عرشِ معلےٰ
تصدق جائیں نعلینِ نبیؐ کے

ازل سے لیکے جتنے انبیا ہیں
فدائی ہیں رسولِ ہاشمی کے

حیاتِ جاوداں ملتی رہی ہے
ہمیشہ مرنے والوں کو نبیؐ کے

ہماری بس یہی اک آرزو ہے
رہیں دونوں جہاں میں آپ ہی کے

تصور میں ہمیشہ اے **معلےٰ**
رہیں پھیرے مدینے کی گلی کے

حُبِّ محمدیؐ کا جو دل میں خیال ہے
یہ فضلِ ایزدی کرمِ ذوالجلال ہے

ہر چیز جس کے ذکر میں شیریں مقال ہے
اُس کا ادائے وصف زباں محال ہے

کیا کوئی دم محبتِ خالص کا بھر سکے
واں دم زدن کی بھی نہ کسی کو مجال ہے

مہ کے جو اک اشارے میں دو ٹکڑے کر دیئے
جنبش کا ابروؤں کی یہ ادنیٰ کمال ہے

مدت سے تشنہ لب ترے در پہ ہوں ساقیا
دے وہ مئے حرام جو دیں میں حلال ہے

کافی ہے ہم کو خاک درِ حضرتِ رسولؐ
ہے دل میں شوقِ زر نہ تمنائے مال ہے

جس کی تلاش ہم کو **معلیٰ** تھی مدتوں
موجود اپنے پاس وہ صاحب کمال ہے

خوشی ہے اس لئے بادِ صبا کے آنے کی
خبر لے آئی ہے خیر الوریٰ کے آنے کی
خوشی ہے کوئے نبی سے صبا کے آنے کی
مریض کو ہے تمنا دوا کے آنے کی
ملائکہ کو ہوا حکم حق کہ عالم میں
خبر سنا دیں حبیبِ خدا کے آنے کی
ہیں آسمان پہ صف بستہ مہر و ماہ و نجوم
جہاں میں دھوم ہے اُس مہ لقا کے آنے کی
پئے تماشہ نہ کیوں آئیں خُلد سے حوریں
خبر ہے مالکِ ارض و سما کے آنے کی
جہاں سے ظلمتِ کفر و نفاق کیوں نہ مٹے
خوشی ہے حضرتِ خیر الوریٰ کے آنے کی
ترانے پھرتی ہے گلشن میں آج بادِ بہا
خبر جو لائی ہے اُس دلربا کے آنے کی
سزا کا خوف ہو کیوں عاصیانِ اُمت کو
خوشی ہیں شافعِ روزِ جزا کے آنے کی
ازل سے لیکے ابد تک ظہور ہے جسکا
خوشی ہے اُس شہِ ہر دوسرا کے آنے کی
لگی ہوئی ہے مدینے کی طائرِ دل کو
جو راہ دیکھ رہا ہے صبا کے آنے کی

دلِ معلیٰ بصد فرطِ شوق پہلو میں
منا رہا ہے خوشی مصطفیٰ کے آنے کی

جہاں میں ہے شبِ میلادِ مصطفیٰ کی خوشی
ہے جشنِ مولدِ سلطانِ انبیا کی خوشی
نہ چھوڑ جلسۂ میلادِ شاہِ دیں کو دلا
کہ اس خوشی کے منانے میں ہے خدا کی خوشی
کہیں ہے بزمِ سماع اور کہیں ہے مجلسِ ذکر
عجیب لطف دکھاتی ہے جابجا کی خوشی
ہے کوئی محوِ تجلی ہے کوئی نعرہ سرا
کہ دیکھنے کے ہے قابل سب انبیا کی خوشی
نتیجہ اس کا ہمیشہ خوشی دکھائے گا
ہے عاشقوں کے دلوں میں جو انتہا کی خوشی

ہے صبحِ عید سے بڑھ کر نہ کیوں شبِ میلاد
ہے آج آمدِ سردارِ دوسرا کی خوشی

تھی ذکریاؑ کو خوشی چند روز یحییٰؑ کی
ولادتِ شہِ دیں ہو گئی سدا کی خوشی

ازل سے ہے شبِ میلادِ مصطفیٰؐ کا خیال
ہے ابتدا اسی مرے دل میں انتہا کی خوشی

معلیٰ فرطِ مسرت سے دل اُچھلتا ہے
نہ پوچھو ہے مجھے اسوقت کس بلا کی خوشی

جب خیالِ رخِ محبوب خدا آتا ہے
مردمِ دیدہ کو اک خاص مزا آتا ہے

جانبِ شہرِ مدینہ سے جب آتی ہے صبا
ہوش بیمارِ محبت کو ذرا آتا ہے

عرش پر جا کے جو اک آن میں واپس آ کے
کون اِس راہ سے حضرت کے سوا آتا ہے

ہوئی ہے شہرِ مدینہ میں اُسی کو صحت
دِل میں جو لیکے تمنائے شفا آتا ہے

دیکھکر چرخ پہ حضرت کو یہ عیسیٰؑ نے کہا
کونسا آج یہ خورشید لقا آتا ہے

دم بدم یاد جو آتی ہے نبیؐ کی صورت
نزع میں ہچکیوں کا دل کو مزا آتا ہے

غیر محدود ہے وصفِ شہِ دیں ہے یہ دلیل
دِل میں ہر لحظہ جو مضمون نیا آتا ہے

چل **معلیٰ** ہے مدینہ ہی شفا خانۂ دل
جو وہاں جاتا ہے وہ لیکے شفا آتا ہے

کس گُلِ خوبی کی بُو پائی ہے
ہر کلی محوِ خود آرائی ہے

ابرِ رحمت کی گھٹا چھائی ہے
آج میخواروں کی بن آئی ہے

ساقیا دے مجھے وہ جامِ شراب
جو شریعت میں حلال آئی ہے

وہ مے صاف کہ جسکی میں نے
خاص قرآں سے خبر پائی ہے
دے وہ مے جسکو بیدِ قدرت سے
عاشقوں کیلئے کھچوائی ہے
مے وہ انجیر جناں سی ہو کھچی
جسکی خالق نے قسم کھائی ہے
جس کے خواہاں تھے جنید و شبلی
ہر ولی اُس کا ہی شیدائی ہے
وہ مے صاف جسے پینے سے
بھائی منصور کو رسوائی ہے
مے میخانۂ وحدت جس کا
خُم بنا گنبدِ مینائی ہے
تا ابد نشّہ کی مستی کا سرور
جس کی کیفیت بالائی ہے
اُس کا پا کر اثرِ کیفِ خُمار
چشمِ مضطر میری پتھرائی ہے
کیفیت دل کی نہ میرے کم ہو
وہی مے دے جو مجھے بھائی ہے
یعنی دے۔ جامِ مے حُبِّ نبی
تجھکو خوب اُسکی شناسائی ہے
وہ نبی جس کا نہیں کوئی نظیر
ختم جسکے لئے زیبائی ہے
ساری مخلوق کا سردار ہی وہ
جس کو حاصل شرف آبائی ہے
ان کے قامت کا نہ ہونا سایہ
یہی اک حجتِ یکتائی ہے
نور ہر ذرّہ سے اُس کا ہی عیاں
گرچہ وہ مہر نہ ہرجائی ہے
دیکھ لے اسمیں تجھے گر شک ہو
خلق من نوری حدیث آئی ہے

تم مدینے کے ہی دیوانے رہو
اے معلّی یہی دانائی ہے

خدا کی یاد میں باہم چلے چلو تو سہی
نہ بیش ہو تو فقط کم چلے چلو تو سہی
اگرچہ سخت ہے منزل کڑی مگر یارو
قدم اُٹھاؤ بلا غم چلے چلو تو سہی
وہ کہہ رہا ہے بارشاد جَاهِدُوا فِيهِ
بتا ہی دیں گے تمہیں ہم چلے چلو تو سہی
اِذَا نَسِيْتَ فَاذْكُر اسی کا ہے ارشاد
جب آئے یاد اُسی دم چلے چلو تو سہی

معلیٰ دیکھو سلامت روی اسی میں ہے
نبی کے دھیان میں ہر دم چلے چلو تو سہی

مری آنکھوں میں دل میں سر میں جائے غوثِ اعظم ہے
مرا سینہ ہے یا دولت سرائے غوثِ اعظم ہے
ولائے حضرتِ خالق ولائے غوثِ اعظم ہے
رضا اللہ کی عین رضائے غوثِ اعظم ہے
بکرم ہر عجب شانِ علائے غوثِ اعظم ہے
رقابِ اولیا پر نقشِ پائے غوثِ اعظم ہے
شمیمِ نکہتِ فرقِ نبی سے باغِ عالم میں
مہکتی ہر طرف بوئے وفائے غوثِ اعظم ہے
عطا کرتی ہے ہر دم نورِ حق چشمِ بصیرت کو
عجب کحل الجواہر خاکِ پائے غوثِ اعظم ہے
وہی دانائے رازِ عالمِ سرِّ الٰہی ہے
دلِ دیوانہ جسکا مبتلائے غوثِ اعظم ہے
خجل ہو کر ہے خورشید بھی ظلمت میں پوشیدہ
وہ روشن پرتوِ نورِ ضیائے غوثِ اعظم ہے
ہیں سب عاشق خدا کے اور یہ معشوقِ الٰہی ہیں
ولی کون اس مراتب کا سوائے غوثِ اعظم ہے
برون حدِّ بیاں سے شان محبوبِ خدا کی ہے
زباں کب قابلِ حمد و ثنائے غوثِ اعظم ہے
مجھے دیدار اُن کا ہو نصیب اے خالقِ عالم
نگاہِ دیدہ مشتاقِ لقائے غوثِ اعظم ہے

وہی برحق ولی ہیں شک نہیں انکی ولایت میں

معلی گردنوں پہ جنکی پائے غوثِ اعظم ہے

کیا شانِ آستانۂ ذیشانِ غوث ہے
چرخ بریں بھی زینۂ ایوانِ غوث ہے
خوفِ گنہ سی چاک گریباں ہی کس لئے
دستِ طلب میں گوشۂ دامانِ غوث ہے
دیکھو تم آکے جانبِ بغداد طالبو
مفتوح خوانِ نعمتِ احسانِ غوث ہے
سارے مطیعِ حکم ہیں جن و ملک پری
چرخ بریں بھی تابعِ فرمانِ غوث ہے
گر دوشِ اولیاء پہ قدم ہو تو کیا عجب
بڑھکر ملک سے رتبۂ دربانِ غوث ہے

مقبول وہ معلی رسولِ خدا کے ہیں
کب میرا وصف لایق وثنایانِ غوث ہے

کیا شور و غل الٰہی یہ کون و مکاں میں ہے
کس کی خوشی کا شہرہ زمین آسماں میں ہے
مصروف اہتمام ہیں ہر سو ملائکہ
چرچا یہ کس نوید کا حورِ جناں میں ہے
آنکھیں کئے ہوئے ہیں ستارے جو فرشِ رہ
کس رشکِ آفتاب کی آمد جہاں میں ہے
ہیں کسکی پیشوائی پہ مامور انبیاء
کس کے ظہورِ نور کا غل قدسیاں میں ہے
مشعل فروزِ دہر بنے ہیں جو مہر و ماہ
یہ ٹھاٹ روشنائی کا کیوں آسماں میں ہے
شہرت ہے کسکے آنکی عالم میں مشتہر
جوشِ خوشی جو آج دلِ انس و جاں میں ہے
کہرام کیوں یہ فوجِ شیاطیں میں ہی مچا
ابلیس آج خاک بسر کیوں جہاں میں ہے
کس کیلئے درود کا ہی ورد ہر طرف
صل علیٰ کا ذکر یہ کیوں ہر زباں میں ہے
نرگس کی ہی کھلی ہوئی کیوں چشمِ انتظار
ہر مرغ پر پھلائے ہوئے آشیاں میں ہے

تعظیم کیلئے ہے کھڑا سروِ راست قد
کو کو کا شور قمریوں کے کیوں ہاں میں ہے
سنبل ہے بال کھولے ہوئے کس کے جوگ میں
کس زلفِ عنبریں کا اثر گلستاں میں ہے
حیرت یہ میری دیکھ کے ہاتف نے کی ندا
ناداں ہے کس خیال میں تو کس گماں میں ہے
میلادِ شاہِ ہر دو سرا کا ہے آج دن
شادی کا اُس کی جشن یہ ہر دو جہاں میں ہے
محبوبِ خاص ہے وہ خدائے کریم کا
مطلع یہ نعتیہ بھی اُسی شہ کی شاں میں ہے

مطلع

شاہِ رُسل کا شہرۂ آمد جہاں میں ہے
بے مثل و بنظیر جو کون و مکاں میں ہے
ظاہر میں گرچہ احمدِ بے میم ہے لقب
کیا جانے کوئی کونسا سرّ نہاں میں ہے
دیتی خبر ہے اور ہی کچھ شانِ مارمیت
ہر چند وہ بصورتِ انساں جہاں میں ہے
مضمون جس کی مدحتِ خُلقِ عظیم کا
آیا کلامِ پاک خدائے جہاں میں ہے
اللہ کے حبیب کا کیا وصف کر سکیں
طاقت کہاں ہمارے دلِ ناتواں میں ہے
حضرت کے روئے پاک سے تشبیہ کیسے دیں
خوبی کہاں یہ صورتِ شمسِ جہاں میں ہے
خلاق نے جو اُمتِ حضرت ہمیں کیا
تابِ ادائے شکر کہاں اس زباں میں ہے
شانِ احد کا آئینہ ہے حسنِ احمدی
انساں حجابِ میم کے باعث گماں میں ہے

مانگو جو مانگنا ہو معلّیٰ بصدِ خلوص
اک خاص درد آج دلِ نیمجاں میں ہے

تضمین بر قصیدۂ حضرت قدسی علیہ الرحمہ

اسمِ اعظم ہو تم اللہ کے اے خاص نبی
گر کہوں مظہرِ حق تم کو نہیں بے ادبی
شانِ حمد آپ کے ہیں نامِ مبارک میں نبی
مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حکم بندوں پہ جو کرنا ہوا حق کو منظور
تا سمجھ لیں کہ نہیں تجھ سے جدا ربِّ غفور
خود ہوا گویا زباں سے تری اے مظہرِ نور
ذاتِ پاکِ تو کہ در ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

آپ کے کوچے کا سگ کب ہے سگِ کہف سے کم
رہتی ہے اس کی ندامت مرے دل میں ہر دم
کہاں حاصل یہ فضیلت مجھے اے شاہِ اُمم
نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئی تو شد بے ادبی

انا بشر مثلکم کے بھی ارشاد سے ثابت یہ ہوا
اس لئے حضرتِ قدسی نے معمے میں کہا
کہ حضور آئے ہیں سب روپ بدلکر اپنا
نسبتِ نیست بذاتِ تو بنی آدم را
زانکہ از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

فیض بخشی کے بھرے آپ میں سارے ہیں صفات
کیجئے رحم غریبوں پہ کچھ اے مظہرِ ذات
سب کو ہے آپ کی ہی ذات سے امیدِ نجات
ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات

لطف فرما کہ ز حد میگزرد تشنہ لبی

کر کے طے مکے سے تا بیتِ مقدّس دشت
کیوں نثار آپ پہ حوریں نہ کریں نور کے طشت
فرش سے عرش تلک آن میں کی آپ نے گشت
شبِ معراج عروج تو ز افلاک گزشت
بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

فلک چارمی پر ہی رہے عیسیٰؑ غمناک
پر کسی کو نہ ملا نبیوں میں یہ رتبۂ پاک
طور تک پہنچکے موسیٰؑ بھی رہے چھانتے خاک
شبِ معراج عروج تو گزشت از افلاک
بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

جرم و عصیاں کے سبب سے اے شہِ مطّلبی
کہہ نہیں سکتا ہی کچھ حالِ غمِ نیم شبی
ہے اسیرِ الم و دردِ معلائے غبی
سیّدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ ہمرہِ قدسی پئے درماں طلبی

ساقی نامہ

ساقی دے جامِ بادۂ عشقِ محمدؐی
سر میں ہو ایسی مستیٔ سرشارِ بیخودی
کم ہو نہ دل سے کیفیّتِ کیفِ سرمدی
مستانہ طرزِ دل کی ہو ہر آں جدی جدی
اس نشۂ خمار میں سرمست میں رہوں
زنجیرِ موجِ مے کا ہی پابست میں رہوں

وہ مے دے جسکے مست تھے صدیقؓ ذی وقار وہ مے تھا جس کا حضرتِ فاروقؓ کو خمار
وہ مے تھے جسکی کیف میں عثمانؓ نامدار مخمور جس کے شوق میں تھے شاہِ ذو الفقار

جس سے حسنؓ کو زہر میں حاصل مزا ہوا
اور حضرتِ حسین نے جامِ اجل پیا

وہ مے خمیر جس کا شرابِ طہور ہے بھٹی کی جس کے آگ کا اک شعلہ طور ہے
دِل جسکی گرمجوشی سے موسیٰؑ کا چور ہے ہر رنگ ہر صفت میں اُسی کا ظہور ہے

وہ مے جو آفتاب کی چھلنی میں ہو چھنی
انگورِ زخمِ شق قمر سے وہ ہو بنی

وہ مے ہو پینا جس کا شریعت میں بھی حلال ہو تیز پیرووں کی طریقت میں دھیمی چال
حاصل ہو اُس سے معرفتِ حُسنِ ذو الجلال کھلجائے جان و دل پہ حقیقت کا ہر کمال

حاصل مدام عالمِ قدسی کی سیر ہو
انجام کار بادہ پرستاں بخیر ہو

ہر قطرہ اُس کا جوشِ محبّت میں ہو بھرا بانگِ الست قلقلِ مینا کی ہو صدا
دے اس کا نشّہ رنج و بلا میں بھی خوش مزا ساغر ہو اس کا غیرتِ جامِ جہاں نما

دِل میرا اُس کے پیتے ہی مستی میں چور ہو
رگ رگ میں جلوہ گر مرے حضرت کا نور ہو

پیشِ نظر ہو ابر کی گھنگور وہ گھٹا سایہ فگن جو تھا سرِ حضرت پہ دائما

حورِ جناں کو رشک ہو اُسکے خمار کا
وہ دور ہو کہ ٹوٹے نہ پھر اُس کا سلسلا

حاصل ہو کیف مستئ عشقِ بلالؓ کی
طرزِ اویسؓ ادا ہو مری مست چال کی

مجھ میں یہ اُس کے نشّہ سے حالت پدید ہو
حاصل مذاق کیفیتِ بایزید ہو
دِل محوِ نحن اقرب حبل الورید ہو
ہر شب شبِ برات ہو ہر روز عید ہو

منصور خُم کے خُم مجھے بادہ مدام دیں
ہر لحظہ دورِ جام نیا صبح و شام دیں

وہ مے ہو فیضِ حضرت محبوب سے بھری
پی جاؤں دستِ پیر سے اپنے ذری ذری
آجائے اُس کے نشّہ سے ہر عضو میں تری
بوتل نہ دِل کی خالی بغل میں ہو دھری

ہُو ہُو کا شور میری زباں سے بلند ہو
ہر لحظہ دم بدم مری مستی دوچند ہو

ہو اُس میں ذوقِ خواجۂ اجمیر بھی ملا
شامِل ہو شوق حضرتِ اوشی کا بھی ذرا
اور شورِ دل شریک ہو بابا فرید کا
اور جوشِ عشقِ صابرِ مخدوم ہو بھرا

ایسا غلامِ خاص (معلّیٰ) کو جام دے
ساقی مرے خدا تجھے عالی مقام دے

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت

مشتہر ہیں جو کرامات شہ جیلانی — اولیاء میں نہیں جنکا کوئی ہمسر ثانی
ہے روایت یہ عیاں شیخ علی ہیتی سے — اپنے مکتوب میں ملفوظ وہ یوں فرمائے
یعنی یک روز وہ محبوب خدائے اکبر — واسطے وعظ کے تھے زیب فزائے منبر
مجلس وعظ میں اک تاجر خوش اعتقاد — بیٹھے سنتا تھا بدل وعظ و نصیحت ارشاد
درد معدہ نے کیا یک بیک اسکو بیدم — صورت نزع تھی وہ درد نہ تھا بہت سے الم
درد سہنے کی نہ تھی تاب اسے کچھ مطلق — مارے بیتابی کے بیخود تھا وہ اور رنگ تھا فق
موت کے آنیکو صحت سے فزوں جانتا تھا — ملک الموت کے آنے کو شگون مانتا تھا
کہتا تھا بار خدا میں بھی یہ کس رنج میں ہوں — کب تلک درد و مصیبت کی مضرت کو سہوں
نہیں معلوم الٰہی کہ ہو کیا میرا حال — ایک دم کیلئے جینا جو ہوا مجھکو محال
درد پر طرہ مصیبت پہ مصیبت یہ ہوئی — یعنی لاحق اسے حاجت کی ضرورت بھی ہوئی
اس مصیبت پہ زیادہ یہ ہوا اور غضب — باختہ ہوگئے ہوش اور حواس اسکے سب
رفع حاجت کیلئے اٹھ کے نہ جا سکتا تھا — حال دل کا نہ کسیکو بھی سنا سکتا تھا
دل میں کہتا تھا الٰہی میں عجب درد میں ہوں — کب تلک آخر الم و رنج و مصیبت یہ سہوں

اسقدر حال ہوا اس کا جو بیحد مجبور
اپنی بیتابی کی حالت میں تھا ازبس معذور
الغرض ہو کے وہ لاچار بصد عجز و نیاز
استعانت کا شہ دیں کی ہوا وہ دمساز
دلمیں کہنے لگا یا غوث مدد کی جا ہے
یہ غلام آپکا مہمان کوئی دم کا ہے
رحم گر آپ نہ کیجیے مری بیتابی پر
نکل آئیگی ابھی تن سے یہ جان مضطر
اتنے میں وہ شہ محبوب خدائے عالم
حال بیتابی سے واقف ہوئے اس کے یکدم
بس وہیں چھوڑ کے منبر کے وہ زینے پر سے
تاجر خستہ کی امداد کو جسدم اُترے
حال اُسوقت کا فرماتے ہیں یوں شیخ علی
رمز پوشیدہ سے اس بھید کے واقف تھے وہی
یعنی جسوقت وہ محبوب خدائے اکبر
زینہ زینہ جو قدم رکھتے تھے زیر منبر
وہیں تاثیر کرامت سے برب معبود
ہوئی تصویر شہ پاک کی منبر پہ نمود
وعظ کرتی تھی وہ تصویر بدستور بیان
محفل وعظ میں تا ہو نہ خلل کوئی عیان
مجلس وعظ میں جو لوگ کہ حاضر تھے وہاں
نہ کسی طرح کا ہمتا کے بیان پر تھا گمان
یقین اس بات کا تھا سب کو کہ شاہ والا
وعظ کہتے ہوئے منبر پہ ہیں رونق فزا
اور ادھر تاجر مضطر کے قریب جا کے حضور
ہوئے مصروف بدلجوئی حال رنجور
آستین اپنی وہاں سر پہ جو اُسکے رکھدی
اضطرابی جو تھی تاجر کو وہ سب جاتی رہی
کھول کر آنکھ غشی سے جو وہ دیکھا بیچارا
اُس پہ کچھ اور ہی حالت ہوئی اُسدم اظہار
یعنی وہ حال تو ہے وعظ کی مجلس وہ نہیں
ہے نگاہوں میں جدھر دیکھو اُدھر دشت و زمیں
مرغزار ایک نمودار ہے زیر کہسار
نہر اک جاری ہے اور گرد ہیں اُسکے اشجار

آدمی زاد سے جب دشت وہ خالی پایا ۔۔۔ بے تکلف وہ جواں بہر سوئے اشجار آیا
رفع حاجت سے جو کی اس نے فراغت حاصل ۔۔۔ ہو گیا دل سے وہاں درد و الم سب زائل
پھر لب نہر پہ وہ مرد بعز و تمکیں ۔۔۔ آبدست اور وضو سے ہوا فارغ بھی یہیں
لیکن اک جھاڑ پہ تاجر نے بوجہ عجلت ۔۔۔ جھبیلہ کونجی کا رکھا تھا دم رفع حاجت
کونجیوں کو وہیں اس شاخ شجر پہ بھولا ۔۔۔ قدرت حق سے کھلا اور ہی کچھ گل اس جا
یعنی اس مرشد عالم شہ دیں پرور نے ۔۔۔ آستیں اپنی اٹھائی جو سر تاجر سے
اب جو تاجر نے نظر کی تو نہ تھا وہ صحرا ۔۔۔ محفل وعظ وہی اور وہی چرچا تھا
اضطرابی بھی نہ تھی اور نہ تھا درد شکم ۔۔۔ تھی بحال اسکی طبیعت نہ تھا کچھ رنج و الم
دیکھکر حال وہ یہ اپنا بہت تھا شاداں ۔۔۔ چاہتا تھا کرے اس شہ پہ دل و جاں قرباں
لیک حضرت نے بتاکید کیا تھا ارشاد ۔۔۔ زندگی تک نہ کھلے راز یہ اے نیک نہاد
وعظ کے بعد وہ جسوقت مکاں میں آیا ۔۔۔ کونجیوں کا وہ خزانے کی جھبلہ پایا
کچھ دنوں بعد خیال اس کو سفر کا جو ہوا ۔۔۔ گھر سے فوراً وہ تجارت کی غرض سے نکلا
شہر سے اپنے گیا دور جو چودہ منزل ۔۔۔ ہوا اک دشت طرحدار میں جا کر داخل
ہو کے حیرت زدہ کرنے لگا ہر سمت نظر ۔۔۔ ہے وہی شہر وہی دشت وہی شاخ شجر
کونجیوں کا اسے یکدم جو خیال آیا وہاں ۔۔۔ دیکھتا کیا ہے کہ جھبیلہ بھی لٹکتا ہے عیاں
کونجیاں لیکے شجر سے بہ تعجب اس دم ۔۔۔ شہر مقصود کو راہی ہوا با جاہ و حشم
گم شدہ کونجیاں کیا ہاتھ لگیں اسکو وہاں ۔۔۔ حسن نیت سے ہوا راز نہاں اسپہ عیاں

حال باطن کا سراسر ہوا مشہود اُسے
ملگئی گویا کلیدِ درِ مقصود اُسے

بغداد میں کتنا ہی تھا وہ خوش قسمت
جس نے پائی شہِ والا کی وہ بزمِ صحبت

حیف ہم بھی اگر اسوقت پہ حاضر رہتے
حال بیتابی کا اپنی شہِ دیں سے کہتے

کس قدر خستہ و غمگیں دلِ ناشاد ہیں ہم
قیدئ نفس ہیں کیسے کہیں آزاد ہیں ہم

حرصِ دنیا میں عبث عمر بسر کرتے ہیں
ایسے جینے پہ پھر افسوس کہ ہم مرتے ہیں

التجا ہے ترے محبوب کا صدقہ یارب
غوثِ اعظم شہِ مرغوب کا صدقہ یارب

حیدرآباد دکن سے ہمیں جانا ہو نصیب
جاکے بغداد سے تا مرگ نہ آنا ہو نصیب

چل سکے نزع میں تا ہم پہ نہ مکرِ شیطان
اور ہو جائیں سبکدوش زِ بارِ عصیاں

ہے تمنائے معلّٰی یہی تجھ سے ہر دم
سر ہمارا ہو اور اُس شاہِ مکرم کا قدم

* * *

STATE CENTRAL LIBRARY
HYDERABAD, A.P.

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمۃً وَّ اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

مجموعہ کلام اردو عشقیہ مصنفہ حضرت مولانا مولوی ابو الحاجات محمد مظفر الدین صدیقی معلی علیہ الرحمۃ حیدرآبادی سابق ناظم محکمہ تجارت سرکار عالی

(۱) غزلیات عشقیہ (۲) مخمس و مسدس (۳) قصائد مدحیہ (۴) قطعات تواریخ

(۵) متفرق غزلیات و اشعار (۶) مناجات بدرگاہ رب الحاجات

موسوم بہ

ریاض معلی

حصہ دوم

مرتبہ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی عنہ

صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف

مطبوعہ عماد پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن

LIBRARY HYDERABAD, A.P.

بار اول ۵۰۰ طبع ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

HYDERABAD STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD A.P.

ہے وردِ مہر و ماہ لیل و نہار کا
ہر ذرّہ سے ہے نورِ عیاں حسنِ یار کا

دنیا ہلانے والے کی ہستی کی ہے خبر
تحریکِ دم بھی سینے میں کھٹکا ہے تار کا

سیماب وار پہلو میں ہے سوزِ عشق سے
کیا پوچھتے ہو حال دلِ بیقرار کا

ہیں اختیارِ یار میں عالم کے سارے کام
کیسے گلہ کریں ستمِ روزگار کا

وحشت پھرا رہی ہے جو مژگاں کی یاد میں
ملتا ہے آبلوں کو مزا نوکِ خار کا

اے عندلیب دل ہیں یہ بیکار چہچہے
موسم تو سب گزر چکا فصلِ بہار کا

غفلت کی عمر بھر جو ہم اندھیرے میں رہے
آیا نہ کام رونا بھی شبہائے تار کا

آ اے مسیح جلد کہ موت آ گئی قریب
باقی رہا نہ وقت بھی کچھ انتظار کا

ستر برس گزارے معلّیٰ جو لہو میں
کچھ بھی ہے خوف آپ کو روزِ شمار کا

ہر یک بشر کو اپنا خریدار کر دیا
سارے جہاں کو مصر کا بازار کر دیا

اُس بت کو جان و مال کا مختار کر دیا
ایماں بھی ہم نے گوہرِ جاں ہار کر دیا

واعظ ترے مٹائے سے مٹتا نہیں کبھی
کرنا جو تھا قضا نے وہ یکبار کر دیا

یادِ رخِ بتاں میں دلِ داغدار نے
سینے کو میرے غیرتِ گلزار کر دیا

دفعِ نگاہِ بد کے لئے شاہِ حسن پر
صدقے میں ہم نے طائرِ جاں وار کر دیا

شاہِ رسلؐ کے شہرۂ حسنِ ملیح نے
یوسفؑ کا سرد مصر میں بازار کر دیا

اے شاہ مجھکو مکر سے اس کے بچائیے
نفسِ پلید نے مجھے بیکار کر دیا

فیضِ جنابِ فیض نے بعدِ وفات بھی
ملکِ دکن کو معدنِ اشعار کر دیا

جب تم نے کچھ جنابِ معلّیٰ نہ قدر کی
ہم نے بھی بند دفترِ اشعار کر دیا

وہ بت جو پہلو سے اُٹھکر مرے روانہ ہوا
تڑپ کے مرغِ دلِ زار بے ٹھکانہ ہوا

فقط حرام نہ خواب و خور آب و دانہ ہوا
تمہارے ہجر میں ہم کو نصیب کیا نہ ہوا

خمارِ عشق کی سر میں جو چھا گئی مستی
ہمارا کعبۂ دل بھی شراب خانہ ہوا

خفا زمانے سے ہے یہ سمندِ فکر عبث
خطائے چوب نہ کچھ جرمِ تازیانہ ہوا

تمہارے عشق نے بدنام کر دیا ہم کو
ذرا سی بات کا عالم میں اک فسانہ ہوا

جتائیں دوستی پہلے کی اُن سے کیا اے دل
کہاں ہے یاد کہ مدت ہوئی زمانہ ہوا

ہزاروں بادِ خزاں نے چمن کئے برباد
فقط خراب نہ میرا ہی آشیانہ ہوا

دکھایا اُس خطِ عارض نے کچھ نہ جلوۂ حسن
کبھی یہ سبزۂ بیگانہ آشنا نہ ہوا

ہو جمعِ مال سے منعم کو فائدہ کیونکر
نہاں زمین میں قاروں معِ خزانہ ہوا

بقدرِ حوصلہ تقدیر سے ملا سب کچھ
خدا کے پاس سے جو کچھ ہوا برا نہ ہوا
دمِ اخیر اک ایمان رہے تو کافی ہے
طریقۂ فیض کا جاری ہوا ہوا نہ ہوا

درِ نبی سے معلّیٰ نہ ہم کبھی سرکے
ہمارا تکیہ سرِ سنگِ آستانہ ہوا

مائل نہ ہوا وہ بتِ گلفام ہمارا
محروم رہا یہ دلِ ناکام ہمارا
رہتے ہیں لگے زلف و رخِ یار کی دھن میں
ہے کام یہی صبح سے تا شام ہمارا
ہم نے کیا کچھ بھی عمل خیر نہ آغاز
معلوم نہیں کیا ہو سرانجام ہمارا
پڑھتے رہے تا عمر فقط کلمہ بتوں کا
جھوٹا ہو یہ کیوں دعوئ اسلام ہمارا
دیدارِ رخِ پاک کی امید میں ہر دم
رہتا ہے لگا دیدہ سرِ بام ہمارا
گر لطف کی فرمائیں گے اک ادنیٰ نظر آپ
بن جائیگا یک آن میں سب کام ہمارا

یہ کام فقط ہے دلِ دیدار طلب کا
بدنام معلّیٰ جو ہوا نام ہمارا

کبھی ہم کو بھی میسر جو وصالِ یار ہوتا
نہ تڑپ یہ دل کی ہوتی نہ یہ اضطرار ہوتا
کبھی دامِ زلفِ بت میں نہ اسیر ہونے دیتے
جو ذرا بھی اپنے دل پر ہمیں اختیار ہوتا
ہزار شکر ہر دم کئی لاکھ سجدے کرتے
جو وصالِ یار حاصل ہمیں ایکبار ہوتا
تری تیغِ ناز اک دم جو گلے کبھی لگاتی
تو فدا ہزار جاں سے ترا جاں نثار ہوتا
ترے ہجر میں جو ہوتا کبھی آبِ اشک جاری
تو اسی سے تازہ باغِ دلِ داغ دار ہوتا

وہ کبھی تو آکے ملتے مرے گھر میں اے معلّی
جو مرا رہ طلب میں قدم استوار ہوتا

چھوڑ کے حق بت پہ فدا ہو گیا
اے دل ناداں تجھے کیا ہو گیا

گریہ سے طوفاں بپا ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

قتل کا قاتل سے گلہ کیا کریں
ہونا جو تقدیر میں تھا ہو گیا

اس نے جو دیکھا نگہ تیز سے
دل ہدف تیر قضا ہو گیا

کچھ بھی سکندر کی نہ کی رہبری
حضرت خضر آپ کو کیا ہو گیا

کٹ گئے جو سر اُن کے گرا پاؤں پر
سجدۂ شکرانہ ادا ہو گیا

اُٹھتے ہی نظروں سے دوئی کا حجاب
جلوہ گر آنکھوں میں خدا ہو گیا

ثنائی مطلق کی دلاتا ہے یاد
درد مصیبت بھی دوا ہو گیا

جاری عدم پر ہے ترا حکم خاص
کان میں کُن جس کے کہا ہو گیا

ایسی زمانے میں کچھ آندھی چلی
ہر چمن تازہ ہوا ہو گیا

کیوں نہ سہوں صدمۂ درد فراق
میں جو ترے در سے جدا ہو گیا

بُت کی پرستش جو معلّی نے کی
بندۂ مقبول خدا ہو گیا

دیدۂ بسمل کا وقت ذبح مضطر دیکھنا
قتل کو بس ہے مرے بے حاجت تیغ و سناں

یاد قاتل کو رہے گا تا بہ محشر دیکھنا
ناز سے اُس شوخ کا جھک جھک کے خنجر دیکھنا

بزمِ عیش دوستاں اسکو پسند آتی نہیں
آفتیں ڈھاتا ہی کیا چرخِ ستمگر دیکھنا
قتلِ عاشق میں پشیمانی کی دیتا ہی خبر
نیچی نظروں سی تمھارا سر جھکا کر دیکھنا
حشر میں رہ جائیگی یہ شوکتِ شاہانہ سب
آئینہ ہو جائیگا حالِ سکندر دیکھنا
ہے عجب بے مثل اس خورشید وش کا حسنِ رخ
ہو نہیں سکتا کسی سی آنکھ اٹھا کر دیکھنا
رنج اُس کے انتظارِ دید میں دیکھے بہت
اور دکھلاتا ہے کیا کیا یہ مقدر دیکھنا
دل تو پہلے ہی اسیرِ دامِ الفت ہو چکا
کیا بلا لاتی ہے اب زلفِ معنبر دیکھنا
دیدبازی نے تری عالم تہ و بالا کیا
چھوڑ دے ترچھی نظر سے او ستمگر دیکھنا

ہے ضعیفی میں معلی آرزو پھر ایک بار
گنبدِ خضرا کو سر آنکھوں سی چلکر دیکھنا

پوشیدہ کسی سے ترا جلوا نہیں ہوتا
حائل اُسے آنکھوں کا بھی پردا نہیں ہوتا
کم دل سی غمِ زلفِ چلیپا نہیں ہوتا
دُور اس سرِ شوریدہ سے سودا نہیں ہوتا
کرتا نہیں کچھ دل میں اثر عشق بتوں کا
بتخانہ کبھی خانۂ کعبا نہیں ہوتا
کیا دل میں بھلا وصل کی اُمید رکھیں ہم
وعدہ کوئی اُس شوخ کا پورا نہیں ہوتا
کیوں فکرِ علاج آپ کو ہی حضرتِ عیسیٰ
بیمارِ محبت کبھی اچھا نہیں ہوتا
رہتا ہے زمانے سے الگ سب سی نرالا
کیا کیجئے وہ شوخ کسی کا نہیں ہوتا
کس منہ سے کریں اپنے کمالات کا دعوے
ہم سے تو کوئی کام بھی پورا نہیں ہوتا
یہ عشق کی آتش ہی بجھی ہے نہ بجھے گی
شعلہ یہہ بھڑکتا ہے تو ٹھنڈا نہیں ہوتا

دل کو مرے دھن اسکی لگی رہتی ہے ہر دم
غافل یہ کسی روز معلّا نہیں ہوتا

آغوش میں وہ بام سے پیارا نہیں آتا
ہاتھ اپنے کبھی چرخ کا تارا نہیں آتا

نیکی تمہیں کرنی ہو تو یکبار ہی کر لو
دنیا میں کوئی پھر کے دوبارا نہیں آتا

دل لینے میں ہر چند کہ وہ طفل ہے چالاک
کرنا مگر آنکھوں سے اشارا نہیں آتا

دل جب سے گیا ہے بتِ سفاک کے پیچھے
منت سے بہت میں نے پکارا نہیں آتا

مومن چلے آتے ہیں مدینے کو بصد شوق
لیکن کوئی تقدیر کا مارا نہیں آتا

مومن تو ہزاروں ہیں پرائے اہلِ مدینہ
اخلاص کسی میں بھی تمہارا نہیں آتا

اس طرح میں اک اور غزل لکھئے معلّے
ہر شخص کو انداز تمہارا نہیں آتا

کارِ دارین میں منصور و مظفر نکلا
واہ آصف تو نصیبے کا سکندر نکلا

دستِ قاتل میں اُدھر میان سے خنجر نکلا
ہو کے خوش اپنا ادھر سے دلِ مضطر نکلا

بندھا اک تارِ نفس سے ہی رہا رشتۂ عمر
فرق اس میں نہ کبھی بال برابر نکلا

کام اشارے سے کیا جنبشِ ابرو نے تمام
تیر باہر ہوا ترکش سے نہ خنجر نکلا

فیصلہ موت نے اک آن میں دونوں کا کیا
دم ادھر تن سے اُدھر میان سے خنجر نکلا

جلوہ گر اس میں ہے دن رات خدا ہی کا خیال
دل کا آئینہ بھی طالع کا سکندر نکلا

تیرے دیوانے کی بازار میں شہرت جو ہوئی
گھر سے ہر طفل لئے ہاتھ میں پتھر نکلا

ملی دیوانوں کو جب سلطنتِ ملکِ جنوں
ہر گلی کوچے سے اطفال کا لشکر نکلا

کی معلّیٰ نے بہت فکرِ غزل میں لیکن
ایک بھی شعر نہ آصفؔ کے برابر نکلا

دل لگا کر بتِ بے پیر نے منہ پھیر لیا
جذبِ الفت کی بھی تاثیر نے منہ پھیر لیا
آج جی بھر کے گراں جانوں کا خوں پی نہ سکی
کیوں ستمگر تری شمشیر نے منہ پھیر لیا
نامِ اللہ نہ دمِ ذبح لیا قاتل نے
مجھ گنہگار سے تکبیر نے منہ پھیر لیا
آج میخانے میں رندوں نے وہ کی کج بحثی
شیخ صاحب کی بھی تقریر نے منہ پھیر لیا
آتے آتے مرے گھر راہ سے واپس ہوئے
کیوں مری آہ کی تاثیر نے منہ پھیر لیا
اے جنوں تیرے سبب مجھ سے کشیدہ ہو کر
میری عزت مری توقیر نے منہ پھیر لیا

اب کے بھی خاک مدینے کی میسر نہ ہوئی
اے معلّیٰ مری تقدیر نے منہ پھیر لیا

شجرِ حسن بھی عالی ہے عجب
اس نے ہر شاخ نکالی ہے عجب
یہہ بلا زلف بھی کالی ہے عجب
خلق کو پیچ میں ڈالی ہے عجب
ہے صدائے یدِ قدرت نادر
بجتی اک ہاتھ ستی تالی ہے عجب
پیتا ہے خونِ جگر لعل مین
آپ کے ہونٹ کی لالی ہے عجب
مئے وحدت سے بھری رہتی ہی
کاسۂ سر کی پیالی ہے عجب
کیون نہ حیرت ہو کہ ہر ایک جگہ
صورت اُس بت کی نرالی ہے عجب

دلِ عشاق کو ڈستی ہے وہ زلف
ناگن اُس شوخ نے پالی ہے عجب
آنکھ اُس بت سے لڑا کر ہم نے
گھر میں آفت یہ بسالی ہے عجب
کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے
حالت اِس دل کی نرالی ہے عجب
تیری رفتار سے اے فتنہ خرام
کبک نے چال اُڑالی ہے عجب
نور چھنتا ہے جو ہر روزن سے
روضۂ پاک کی جالی ہے عجب
یہ غزل لکھ کے معلّٰی صاحب
آپ نے طرز نکالی ہے عجب

کبھی بھولے سے بھی آتے نہیں مجھ زار کے پاس
روز تشریف وہ لیجاتے ہیں اغیار کے پاس
اتنا حاصل جو تقرب ہے انہیں یار کے پاس
کچھ ہے تسخیر کا شاید عمل اغیار کے پاس
پہنچے فریاد مری کان تک اُن کے کیونکر
لاکھوں دیدے ہیں لگے روزنِ دیوار کے پاس
حسن اُس شوخ کا کس طرح سے آئیگا نظر
آنکھ جب ٹھیر نہیں سکتی ہے رخسار کے پاس
غیر جب کوئی نہیں ہے تو کہاں دخلِ دوئی
وہی منصور ہے اک کافر و دیندار کے پاس
یہ فضیلت ہے کہاں حضرتِ زاہد کو نصیب
آتی ہے رحمتِ حق چل کے گنہگار کے پاس
رازِ عیسیٰ نے چھپایا۔ کیا منصور نے فاش
یہ چڑھے دار پر آئے بھی نہ وہ دار کے پاس
اُف رے رحمت جو گنہ ہوتے ہیں ہم سے ظاہر
شانِ ستّاری لئے جاتی ہے ستّار کے پاس
کعبہ و دیر میں کرتے ہیں عبث لوگ تلاش
جلوہ فرما ہیں وہ خود طالبِ دیدار کے پاس
ایک ساغر کی تمنا ہیں معلّٰی ساقی!

ہے شب و روز پڑا خانۂ خمار کے پاس

فانی ہر ایک شئے ہے اُسی کو بقا ہے ایک
عالم میں جلوہ گر وہی ہر ایک جا ہے ایک
عالم میں اس کی وحدتِ کثرت نما ہے ایک
لاکھوں مظاہروں میں وہ ظاہر ہوا ہے ایک
اشکالِ مختلف ہیں وجودِ خدا ہے ایک
آتے نظر حباب ہیں لاکھوں ہوا ہے ایک
گویا وہی ہے ایک زبانیں ہیں بے شمار
ہیں مختلف ستار کے پردے صدا ہے ایک
ظاہر میں حیلے موت کے لاکھوں ہیں گو تو کیا
دم میں ہزاروں مرتے ہیں حکمِ قضا ہے ایک
شمسِ وجود ایک ہے ذرّے ہزار ہا
لاکھوں تجلّیات کا جلوہ نما ہے ایک
ہر دم زبانِ حال سے دکھلا کے اپنا عجز
ہر بت بھی کہہ رہا ہے کہ بیشک خدا ہے ایک
اُٹھے خرامِ ناز سے فتنے جو سینکڑوں
تیری گلی میں روزِ قیامت بپا ہے ایک
وحدت کا اس کی کثرتِ عالم میں ہے ظہور
لاکھوں ہی آئینوں میں وہ صورت نما ہے ایک
کیا دخل غیریت کو جدھر دیکھتا ہوں میں
آتا نظر میں میری وہی جا بجا ہے ایک
فرمان جس کا ہے لمن الملک حکم خاص
دونوں جہاں اسی کی یہ خلوت سرا ہے ایک
وحدت میں ہو تعددِ اسماء سے کیا خلل
صرصر و بادِ شرط و نسیم و صبا ہے ایک
مانگیں نہ کیوں اسی سے ہیں محتاج اُسی کے کل
سب حاجتوں کا اپنی وہ حاجت روا ہے ایک
اس کے ہی سب صفات ہیں عالم میں جلوہ گر
بیشک کہو کہ لائقِ حمد و ثنا ہے ایک

یارب کرم سے اپنے معلّیؔ کو بخش دے
وقتِ اخیر تجھ سے یہی التجا ہے ایک

ریاض معلی از معلی ۱۱ ریاض الدین علی

حزیں غمگیں شکستہ ہے مرا دل
کرے گا لیکے کیا ٹوٹا ہوا دل
بتوں کے ہاتھ سے یارب بچا دل
یہ کافر چھین لیتے ہیں مرا دل
تڑپتا ہے جو ہر لحظہ مرا دل
شرر ہے برق ہے سیماب یا دل
کریں تاریکیٔ مرقد کا کیا خوف
ہیں روشن دل میں داغوں کے قنادل
جو رکھے خالصاً للہ سے کام
کہاں سے لاؤں ایسا بے ریا دل
بھرے ہیں اسمیں اسرار معانی
ہے گنجِ مخفیٔ سرِّ خدا دل
ہے کس معشوقِ ہرجائی کا عاشق
نہیں رہتا جو میرا ایک جا دل
رہے تختِ دکن پر سینکڑوں سال
نظام الملک آصف جاہِ عادل

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD A.P.
۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵
م ع ل

معلی اک غزل ہو نعتیہ بھی
گناہوں سے رہے محفوظ تا دل

سوا اپنے کریں کس پر نظر ہم
جدھر دیکھو اُدھر ہیں جلوہ گر ہم
جو ہے پیشِ نظر الفقر فخری
کریں کیا لیکے پھر یہ مال و زر ہم
جہاں ہے سامنے آئینہ خانہ
تماشا اپنا دیکھیں آپ اگر ہم
پتا ملتا نہیں اپنا ہمیں کچھ
کہ رہتے ہیں کہاں کس جائے پر ہم
بتائیں حال غیروں کا بھلا کیا
نہیں رکھتے ہیں خود اپنی خبر ہم
کریں صورت پرستی کب تلک شیخ
رکھیں کچھ تو حقیقت پر نظر ہم
نہیں ملتا کوئی قاتل کریں کیا
ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں سر ہم

اگر مل جائے خاکِ کوئے جاناں
رکھیں زخمِ دلِ خستہ پہ مرہم
وہ دن آئیں کہیں جلدی خدایا
کہ کر جائیں مدینے کو سفر ہم
چہ جوئی نورِ مہرِ برجِ وحدت
زُجنبش خیرہ میگردد نظر ہم
بہ پیشِ ہمتِ آسودہ حالاں
بیک جو می نیرزد مال و زر ہم

رکھو پاسِ ادب کچھ اے معلیٰ
کہاں اسرارِ معنی اور کدھر ہم

جو موذی یہ زلفوں کے کالے ہوئے ہیں
یہ سانپ آستینوں کے پالے ہوئے ہیں
لڑکپن گیا ہوش والے ہوئے ہیں
کچھ اب ڈھنگ اُنکے نرالے ہوئے ہیں
عیاں یہ جو کثرت کے جالے ہوئے ہیں
حجاب اُنکی وحدت پہ ڈالے ہوئے ہیں
ہیں مشاق تر فتنہ انگیزیوں میں
بناوٹ سے وہ بھولے بھالے ہوئے ہیں
جما کر تصوّر میں وہ قدِ موزوں
اِن آنکھوں کے ڈھیلے بھی ڈھالے ہوئے ہیں
ہے آنکھیں لڑانے کو اک مژہ کافی
یہ کیوں جمع پلٹن رسالے ہوئے ہیں
نکلوا نہ گھر سے ہمیں اپنے ہر دم
کہ جنّت سے پہلے نکالے ہوئے ہیں
لڑاتے ہیں دیکھیں وہ کس کس سے آنکھیں
کہ مژگاں کے پھر تیر بھالے ہوئے ہیں
یہ نوبت ہی دردِ جگر کی تڑپ سے
کہ ناسور سب دِل کے چھالے ہوئے ہیں
ہے یہ جائے حیرت کہ ہر اک ہیں ملکر
وہ یکتا سبھوں سے نرالے ہوئے ہیں
نہ کر اُن کو محتاج تو یا الٰہی
جو ہاتوں میں پیسے اُچھالے ہوئے ہیں

نظر آئیں گے کس طرح ہم کو ظاہر
حجاب اپنے رخ پر وہ ڈالے ہوئے ہیں
وہی اُن کے دیدار کے مستحق ہیں
جن آنکھوں سے پردے نکالے ہوئے ہیں
بلا میں جو عشاق سب مبتلا ہیں
یہ پیچ اُن کی زلفوں نے ڈالے ہوئے ہیں
چل اب چھوڑ دنیا کو کہتے ہیں اعضا
کہ ہم قبر میں پاؤں ڈالے ہوئے ہیں
چلو حضرتِ دل پلٹ کر عدم کو
یہ ملک اپنے سب دیکھے بھالے ہوئے ہیں
شرابِ محبت سے بھر دے الٰہی
جو خالی دِلوں کے پیالے ہوئے ہیں
برآمد وہ ہوتے ہی عشاق سارے
جگر دل کو اپنے سنبھالے ہوئے ہیں

وہی لوگ ہشیار ہیں اے **معلّیٰ**
جو پہلے ہی حق کے حوالے ہوئے ہیں

عبث ہم فکرِ دنیا میں مکدر ہوتے جاتے ہیں
جو ہونیکے ہیں کام اپنے برابر ہوتے جاتے ہیں
ہے جاری راستی والوں کا فیضان بعدِ مردن بھی
کہ پیدا خاک سے اُن کی صنوبر ہوتے جاتے ہیں
ہمیں تو حالِ باطن کی خبر کچھ بھی نہیں ہوتی
جو لاکھوں مرحلے اندر کے اندر ہوتے جاتے ہیں
کریں کیا شکر ادا ہم سے تو گنتی ہو نہیں سکتی
جو احساناتِ حق غیر مکرر ہوتے جاتے ہیں
ہے جن نطفوں میں استعداد بنتی ہیں وہی مومن
جو قطراتِ ابرِ نیساں کے ہیں گوہر ہوتے جاتے ہیں
نہیں معلوم ہے انکا خزانہ کس جگہ یارب
جو لاکھوں خطرے پیدا دل کے اندر ہوتے جاتے ہیں
عبث کیوں لوگ مرتے ہیں جہاں کی حکمرانی پر
شہانِ بر زمیں مثلِ سکندر ہوتے جاتے ہیں
بقائے عمرِ دو روزہ پہ کیونکر ناز ہو ہم کو
فنا ہر آن میں لشکر کے لشکر ہوتے جاتے ہیں

کسی کے عیب کا شکوہ کریں کیونکر بیاں ایدل
کہ خود ہم ہی گنہ اس سے بھی بڑھکر ہوتے جاتے ہیں

خدا محفوظ رکھے اے معلی سخت مشکل ہے
ستم اس نفسِ ظالم کے جو ہم پر ہوتے جاتے ہیں

مفلس ہیں تجھے پکارتے ہیں
ہاتھ آگے ترے پسارتے ہیں

ابرو کے کماں سنوارتے ہیں
دیکھیں کسے تیر مارتے ہیں

جو کعبۂ دل سنوارتے ہیں
اللہ اللہ پکارتے ہیں

زر اُن پہ نثار کرتے ہیں لوگ
ہم جان و جگر کو وارتے ہیں

میخوار بھی ہیں بلا کے تیلے
شیشے میں پری اُتارتے ہیں

چالاک ہیں اُن کے مردمِ چشم
گھر بیٹھے شکار مارتے ہیں

جو عیش میں بھولتے ہیں حق کو
کیوں وقتِ الم پکارتے ہیں

بیچارۂ کار ہیں برہمن
پوتی ناحق بچارتے ہیں

امید وصال ہیں تمہارے
دن عمر کے ہم گزارتے ہیں

فانی کو نہ کیوں بقا ہو حاصل
جیتیں گے وہی جو ہارتے ہیں

کس ناز سے ابرویں ہلا کر
تلوار جگر پہ مارتے ہیں

جی میں ہے کہ مفلسوں سی پوچھوں
دامن کیونکر پپارتے ہیں

ہیں تیز بلا کے تیرِ مژگاں
نشتر رگِ جاں پہ مارتے ہیں

محتاج ہیں سب غنی سمجھکر
ہردم تجھے ہم پکارتے ہیں

دیندار جو سچے ہیں معلّیٰ
دنیا کو وہ لات مارتے ہیں

کب کسی کو وہ ان آنکھونسے نظر آتے ہیں
چھپ کے پردوں میں جھلک حسن کی دکھلاتے ہیں

دیر و کعبہ کو عبث لوگ چلے جاتے ہیں
ان کو ہم اپنے میں اے حضرتِ دل پاتے ہیں

خضر کچھ راہِ محبت میں نہ کام آتے ہیں
کہ سکندر کو بھی محروم پھرا لاتے ہیں

کوئے جاناں میں یاں ہیں ذلت و خواری ہر روز
دلِ بیتاب کی خاطر سے چلے جاتے ہیں

خوف دربان ہمیں رہنے نہیں دیتا جو وہاں
صبح کو جاکے سرِ شام چلے آتے ہیں

تم میں اور ہم میں ہے کچھ فرق بھی آخر باقی
عکس سے ہنسکے وہ آئینے میں فرماتے ہیں

تجربہ پیر ہے دنیا یہ عجب شعبدہ گر
داؤں میں اسکے جواں سینکڑوں آجاتے ہیں

آشناؤں پہ بھروسہ نہ کر اے دل ہرگز
کیا سمجھتا ہے مصیبت میں یہ کام آتے ہیں

یادِ گیسو میں نکل جاتے ہیں صحرا کی طرف
ہم خیالاتِ پریشاں سے جو گھبراتے ہیں

ملتی ہے دردِ جگر میں انہیں اک لذتِ خاص
آپ دلِ جوئی عشاق جو فرماتے ہیں

رہتے ہیں یادِ نبیؐ میں جو معلّیٰ ہر دم
وہ تصور میں مدینے کو چلے جاتے ہیں

روندگانِ عدم کا کوئی شمار نہیں
یہ شہر وہ ہے جسے حاجتِ حصار نہیں

وہ دل خراب ہو جس میں خیالِ یار نہیں
وہ آنکھ پھوٹے جو محوِ رخِ نگار نہیں

صفاتِ ذات میں کیا غوطہ زن ہو فکرِ نحیف
محیط بحر ہے جسکا کہیں کنار نہیں

ہو شاعروں کا نہ کیوں نام زندۂ جاوید
زمینِ شعر میں گنجائشِ مزار نہیں
دو رنگیوں سے بری ہے ہماری یک رنگی
ہیں جس چمن کے ہم اُسمیں خزاں بہار نہیں
ہمارے قتل پہ کیوں آپ کو ندامت ہے
خدا کے کام میں بندے کا اختیار نہیں
چلی ہے باغ جہاں میں ہوائے بے برگی
درخت ملتا ہمیں کوئی سایہ دار نہیں
کئے ہیں جوشِ جنوں نے لباس تن ٹکڑے
ہے سر پہ تہمتِ دستار ایک تار نہیں
بجز خدا کے ہو کسطرح اسمیں غیر کو دخل
ہمارا خانۂ دل مسجدِ ضرار نہیں
ہو کیسے تیزئ ظاہر سے کند طبع کو فیض
مذاقِ نطق سے واقف زبانِ خار نہیں
ہے فاتحہ کیلئے تُرکِ شہسوار کا عزم
بھروسہ تیرا کچھ اے سبزۂ مزار نہیں
کدورتوں سے منزّہ ہے سینۂ صافی
ہمارے آئینۂ قلب میں غبار نہیں
عمارتوں میں ہیں مصروف کیوں یہ اہل دول
بنائے ہستی موہوم پائدار نہیں
ہو تیرے لطف و عنایاتِ بیحساب کا فضل
ہمارے جرم کا یارب کوئی شمار نہیں

بروزِ حشر معلّیٰ عنایتِ رب سے
ہے بے نصیب جسے حُبِ چار یار نہیں

ڈھونڈیں کہاں قیام ترا ایک جا نہیں
ہر جا ہے تو ہی کیوں ترا ملنا پتا نہیں
سب کچھ تمہارے پاس ہے اے حضرتِ مسیح
دردِ جگر کی ہے مگر کچھ دوا نہیں
اوروں کو اور بھی ہیں وسیلے مرے حضور
مجھکو سوا تمہارے کہیں آسرا نہیں
تحقیق ہو چکی ہے مجھے راہِ عشق میں
میں جسکو ڈھونڈتا ہوں وہ مجھسے جدا نہیں

کس سر میں زلفِ یار کا سودا نہیں یہاں
وہ کون ہے جو قیدئی دام بلا نہیں

وہ دل بلائے جاں ہے معلی خدا بچائے
جس دِل میں دردِ عشق و محبت ذرا نہیں

طریقہ یہ نیا اے شیخ ہم ایجاد کرتے ہیں
بٹھا کر سامنے بُت کو خدا کی یاد کرتے ہیں

بتانِ سنگ دِل کیا کیا ستم ایجاد کرتے ہیں
جلا کر عاشقوں کی خاک بھی برباد کرتے ہیں

سمجھتے ہیں حیاتِ دائمی ہم اپنے مرنے کو
ہمارے قتل میں کیوں دیر یہ جلّاد کرتے ہیں

جو دی تشبیہ قد سے اُن کے لوگوں نے ہم اہلِ عشق
غلامی کے لقب سے سرو کو آزاد کرتے ہیں

ہیں بت چالاک دیتے ہیں سزا اُن جرم دکھلا کر
لباسِ عدل میں پوشیدہ یہ بیداد کرتے ہیں

جگر کے پار ہوتے ہیں اشارے ان کی مژگاں کے
عجب یہ کام بن کر نشتر فصّاد کرتے ہیں

کروں کیا وصف انکی بُردباری کا میں اے واعظ
وہ دشمن دوست سب کی طرح امداد کرتے ہیں

سمجھ لیتے ہیں وہ دل میں کہ ہے اس کا کوئی موجد
نظرِ عاقل جو سوئے گلشنِ ایجاد کرتے ہیں

غضب ہے دامِ زلف اُنکا رہائی اُس سے کیونکر ہو
ہمارے مرغِ دِل کو صیدِ یہ صیاد کرتے ہیں

رکھیں کیونکر نہ ذاتِ پاک سے اُمیدِ بخشائش
کہ اُن کے نام خود نامِ خدا امداد کرتے ہیں

خدائی سے نکلوا دے بتوں کو تو خداوندا
ہزاروں گھر یہ ظالم آن میں برباد کرتے ہیں

سمجھتے کب ہیں وہ پتھر پڑے ہیں عقل پر جنکی
زبانِ دل سے بت سارے خدا کی یاد کرتے ہیں

بٹھایا تو نے انکو عرش پر لیجا کے کیوں واعظ
کہ وہ خود ثُمَّ وَجہُ اللّٰہ بھی ارشاد کرتے ہیں

خدائی کی لگائی ہے جو تہمت اُن پہ لوگوں نے
خدا کے سامنے سب بت یہی فریاد کرتے ہیں

ہم اپنے آپ کو دیکھیں ہزاروں عیب ہیں ہم میں
برا ہے ہم کسی کے عیب ناحق یاد کرتے ہیں

قیامِ دہر کب تک ہے معلّی اب چلئے چلئے
عدم کے رہنے والے مدتوں سے یاد کرتے ہیں

نہ کعبے کی نہ بُت خانے کی وہ منزل میں رہتے ہیں
نہیں ملتا پتہ جنکا وہ میرے دل میں رہتے ہیں

کوئی اور اک صنعِ یار کا بیڑہ اُٹھائے کیا
ہزاروں حُسنِ صنع اک دانۂ فلفل میں رہتے ہیں

گلے شکوے فقط پیچھے ہوا کرتے ہیں فرقت میں
مگر ملتے ہی اُن سے سب وہ دِل کے دل میں رہتے ہیں

اُسے کیا رحم آئے میرے دل کی اضطرابی پر
بہت لاشے تڑپتے کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

دمِ وصلت جلالت کا جو اُن کی رعب چھایا ہے
سوالِ وصل بھی پنہاں لبِ سائل میں رہتے ہیں

جب اُنکی سارے عالم میں سمائی ہو نہیں سکتی
نہیں معلوم وہ کیونکر ہمارے دل میں رہتے ہیں

کرا ے دل کچھ تو سامانِ غمِ تاریکیٔ مرقد
بہت سے اژدہا اور سانپ بھی اس بل میں رہتے ہیں

جدھر دیکھو اُدھر عالم میں حق کا ہی ظہورا ہے
عبث کیوں لوگ تکرارِ حق و باطل میں رہتے ہیں

نہیں آتا کبھی نقص اُنکے اسبابِ طریقت میں
جو ہر دم اتباعِ مرشدِ کامل میں رہتے ہیں

عجب پیچیدہ یہ راہِ طریقت اے معلّی ہے
مُسافر سینکڑوں تھک کر اسی منزل میں رہتے ہیں

صورتِ آسودگی چرخِ کہن میں کیوں نہیں
عیش کا ساماں اِس دارُ المحن میں کیوں نہیں

اُلفتِ خالص دلِ ہر مرد و زن میں کیوں نہیں
بُو وفاداری کی گلہائے چمن میں کیوں نہیں

لے چلی ہے کشتیٔ عمرِ رواں سُوئے عدم
غم سفر کا میرے یارانِ وطن میں کیوں نہیں

معرفت پر نفس کی موقوف ہے عرفانِ حق
ظاہر و باطن کا جلوہ جان و تن میں کیوں نہیں
کوہِ سنگیں کے عوض وہ کوہِ غم ہی توڑتا
تیشۂ تقدیر دستِ کوہ کن میں کیوں نہیں
حشر تک بھی ہوش میں آتے نہ تیرے رندِ مست
دورِ جامِ عشق ساقی انجمن میں کیوں نہیں
ہے یہ وہ دامِ بلا ممکن نہیں جس سے خلاص
مرغِ دل پھر قیدِ زلفِ پرشکن میں کیوں نہیں
حشر میں موقوف ہے جب ان کی الفت پر نجات
پھر کمالِ ایماں کا حبِ پنجتن میں کیوں نہیں
گر نہیں ہے غمزہ و ناز و ادا پر اعتماد
تیغِ بُراں آج دستِ تیغ زن میں کیوں نہیں
بھر رہا ہے دوستی کا دم اگر نفسِ شقی
پھر شریکِ حال ہر رنج و محن میں کیوں نہیں
قیس بھی ہوتا اسیرِ لیلیِ زلفِ بنی
ہوشیاری کا اثر دیوانہ پن میں کیوں نہیں
رہ مدینے کی نہ چھوڑ اے کشتیِ عمرِ رواں
رُخ ترے چلنے کا دریائے عدن میں کیوں نہیں
اُن کی ابرو کے اشارے سب ہلالِ عید ہیں
ماہِ نو کی قدر اس چرخِ کہن میں کیوں نہیں
ہے جو ہر دم جلوۂ اَلْخَالِقُ فِیْ لُبْسٍ جَدِیْد
پھر لباسِ نو تنِ چرخِ کہن میں کیوں نہیں
تو تو بیکاری کے فن میں شہرۂ آفاق ہے
پھر شمار اے دِل ترا اربابِ فن میں کیوں نہیں

اے **معلی** اُٹھ گئے کیا قدردانِ شاعری
آج کل چرچا ترا اہلِ سخن میں کیوں نہیں

اُمیدِ وصلِ یار کبھی ہے کبھی نہیں
وا چشمِ انتظار کبھی ہے کبھی نہیں
خوش وضعِ روزگار کبھی ہے کبھی نہیں
اِس باغ میں بہار کبھی ہے کبھی نہیں
کیوں منعموں کو دولتِ دنیا پہ ہے غرور
یہ مالِ مستعار کبھی ہے کبھی نہیں

دنیائے بے ثبات کی سختی پہنچ گیا
یہ رنجِ روزگار کبھی ہے کبھی نہیں

پوچھے جو کوئی حالتِ صبر و قرارِ دل
کہدونگا بار بار کبھی ہے کبھی نہیں

ہو امرِ بے ثبات پہ کیا دعوئ یقین
دل میں خیالِ یار کبھی ہے کبھی نہیں

ہم اپنے اختیار پہ نازاں ہوں کسطرح
اس دل پہ اختیار کبھی ہے کبھی نہیں

ساقی کی چشمِ مست نے جس دن سے کی کمی
کیفیت خمار کبھی ہے کبھی نہیں

بہرِ وصال وعدۂ فردا نہ کیجئے
جینے کا اعتبار کبھی ہے کبھی نہیں

کس طرح استقامتِ باطن نصیب ہو
دل کو مرے قرار کبھی ہے کبھی نہیں

کیا شکوۂ فراق و تمنائے وصل ہو
منظورِ طبعِ یار کبھی ہے کبھی نہیں

دلِ بستگی پہ اپنی **معلّی** نہ روئیے
یہ چشمِ اشکبار کبھی ہے کبھی نہیں

اے طبیبو میں دوا لیکر تمہاری کیا کروں
دل نہیں تھمتا علاجِ بیقراری کیا کروں

تیغِ ابرو کا لگا ہے زخمِ کاری کیا کروں
خونِ دل ہے بنکے اشک آنکھوں سے جاری کیا کروں

کون ایسا ہے جو میرے گھر کی جانب پھیر لے
جاتی ہے غیروں کے گھر اُن کی سواری کیا کروں

ذاتِ یکتا کو ہے ان کی کثرتِ عالم پسند
سامنے غیروں کے ان سے رازداری کیا کروں

زخمِ دل کھلا رہے ہیں پھر جنوں کا زور ہے
آرہا ہے موسمِ فصلِ بہاری کیا کروں

وصف لکھکر مدح خوانوں میں شریک اُنکے رہوں
اس سوا اُن کی ادا خدمتگذاری کیا کروں

جب کہا میں نے کرو کچھ رحم میرے حال پر
سُنکے کہتے ہیں نہیں عادت ہماری کیا کروں

اُن کے کانوں تک پہنچ سکتی نہیں اپنی صدا
بے اثر ہے میری سب یہ آہ و زاری کیا کروں

نیک و بد ظلم و ستم سارے خدا کے کام ہیں
اے بتو ہر دم شکایت ہیں تمھاری کیا کروں

سینۂ افسردہ میں دل کی تڑپ کا زور ہے
اڑ چلا وحشی قفس کی اُستواری کیا کروں

بادۂ عشقِ بتاں سے دل ہے سرمستِ خمار
اے **معلّیٰ** دعوے پرہیزگاری کیا کروں

صبر کب تک اے بتِ رعنا کروں
دِل سنبھلتا ہی نہیں میں کیا کروں

کر رہا ہے دوست ہی جور و جفا
شکوہ پھر فرمائیے کس کا کروں

خواب میں بھی وہ کبھی آتے نہیں
کیوں نہ میں سر پیٹ کر رویا کروں

ہر طرح اُس کی خوشی منظور ہے
کام بیجا یا کہ میں برجا کروں

جس پہ دِل سو جان سے قربان ہے
ہائے رنجیدہ اُسے کیسا کروں

شورشِ دل کم نہیں ہوتی کبھی
کس سے میں اس امر میں شورا کروں

جی میں آتا ہے کہ اُس کو رات دن
سامنے بٹھلا کے چپ دیکھا کروں

ایک دم بھر بھی دِلِ بیتاب پر
بس نہیں چلتا الٰہی کیا کروں

واں تو مرغِ وہم کے جلتے ہیں پر
کیا خیالِ صورتِ زیبا کروں

سخت تر دشوار راہِ عشق ہے
امرِ مشکل کی تمنّا کیا کروں

قد سے اُن کے کر رہا ہے ہمسری
سرو کو گلزار میں سیدھا کروں

وہ نہیں ملتا جو مرنے کے بغیر
مر نہ جاؤں تو کہو پھر کیا کروں

آرہا ہے جی میں رہ رہ کر مرے
دل فدائے قامتِ بالا کروں
ہوں تردد میں کہ تسکیں کے لئے
کیا مداوائے دلِ شیدا کروں

ہے بلا کا اضطراب دل مجھے
کس طرف جاؤں معلیٰ! کیا کروں

کہتے ہیں مجھ سے لیکے وہ شمشیر ہاتھ میں
صد شکر آگیا میرا نخچیر ہاتھ میں
کیا چاہیں زر کو خاک نشینانِ کوئے یار
مٹی بھی گر اٹھائیں ہو اکسیر ہاتھ میں
کیا پوچھتے ہو زلف کے سودائیوں کی قید
پاؤں میں بیڑیاں ہیں تو زنجیر ہاتھ میں
عالم میں رعب داب ترے بانکپن کا ہے
رکھتا نہیں ہے کوئی بھی شمشیر ہاتھ میں
اُس بت کی خاک چھان کے میں جستجو کروں
نقشِ قدم کی پاؤں جو تصویر ہاتھ میں
کیوں ہم نے اُن کی زلف کو ناحق بھی چھیڑ کے
بیٹھے بٹھائے ڈال لی زنجیر ہاتھ میں
اِتنی خطا ہوئی ترے پابوس ہم ہوئے
اب ہے ترے معافیٔ تقصیر ہاتھ میں

حالت یہ آج کل ہے معلیٰ کی دوستو
ہے خاک سر پہ یار کی تصویر ہاتھ میں

دل سے دھیان اُس شوخ کا جاتا نہیں
غیر کا ہرگز خیال آتا نہیں
ہر طرف اُس شوخ یکتا کے سوا
دوسرا کوئی نظر آتا نہیں
ہے فقط جرمِ گنہگاری کا خوف
ورنہ میں مرنے سے گھبراتا نہیں
اِس قدر محوِ جمالِ یار ہوں
مجھکو اپنا بھی خیال آتا نہیں

دل میں کیا کچھ ہے نہ پوچھ اے ہمنشیں
پر زباں سے کچھ کہا جاتا نہیں
ہاں مجھے منظور قربت کے ستم
صدمۂ دوری مگر بھاتا نہیں
فرش سے تا عرش اُس کا نور ہے
عیب بیں کو کچھ نظر آتا نہیں

وہ بُلاتے ہیں نہ آتے ہیں یہاں
اے معلیٰ دم نکل جاتا نہیں

ذکر اپنے لبوں پہ یہ بنا ہو
بندہ بندہ - خدا خدا ہو
دکھلائے جو رنگ وحدت اپنی
یکرنگ سبھی بُرا بھلا ہو
اپنے ہی نظارے میں ہیں وہ مست
کیا دخل وہاں پہ غیر کا ہو
دکھلائیں اگر جھلک وہ اپنی
عالم سب اک آن میں فنا ہو
زلفوں کا لیا جو دل نے بُوسہ
للہ معاف یہ خطا ہو
ابرو کی دکھا کے ایک جنبش
تلوار چلاؤ جس پہ چاہو
دنیا کی اگر ہوا پلٹ جائے
نا آشنا ہر اک آشنا ہو
دنیا ہے عجیب قحبۂ پیر
کیوں دوستو اِس پہ تم فدا ہو

دنیا ہے یہ بیوفا معلیٰ
ایسی تو نہ کوئی بیسوا ہو

کب کسی کے سامنے آتے ہیں وہ
چھپ کے چھپ پردوں میں دکھلاتے ہیں وہ
گرچہ بیرنگی ہے اُن کی خاص شان
ہر جگہ رنگ اپنا دکھلاتے ہیں وہ

جائے حیرت ہے نظر آتے نہیں نحن اقرب گرچہ فرماتے ہیں وہ
ثَمَّ وَجهُ اللہ فرما کر ہمیں جائے اپنی عرش بتلاتے ہیں وہ
گرچہ ہیں بے مثل و بے ہمتا ولے شانِ تشبیہی بھی بتلاتے ہیں وہ
وصفِ بشری سے ہے ذات اُنکی بری خود بشر کے وصف بتاتے ہیں وہ
کیوں نہ یکتائی پہ اُن کی غش ہو دل وحدت اِس کثرت میں دکھلاتے ہیں وہ
لاتعین ہے اگرچہ اُن کی ذات دِل میں مومن کے سما جاتے ہیں وہ
غیریت کا نام ہے باقی کہاں آپ ہی خود غیر کہلاتے ہیں وہ
چڑھ کے سولی پر بھی جو عارف ہیں لوگ کہنے سے کب حق کے شرماتے ہیں وہ
کیوں نہ جاں ہو اُن کی رحمت پر نثار رزق مجرم کو بھی دلواتے ہیں وہ
دیکھکر ہم سے خطائیں سیکڑوں حِلم سے اغماض فرماتے ہیں وہ
رکھتے ہیں جو لوگ اُن سے حُسنِ ظن گرتے گرتے بھی سنبھل جاتے ہیں وہ
لَن ترانی کہہ کے شکلِ نار میں جلوۂ حسن اپنا دکھلاتے ہیں وہ
جرم سے مجھ پر خفا ہیں کیا کروں خود نہ آتے ہیں نہ بلواتے ہیں وہ
ہیں، جو علمِ معرفت سے بے نصیب سُن کے میرے شعر گھبراتے ہیں وہ
راہِ وحدت میں سنبھل کر چل دلا ٹیڑھے جو چلتے ہیں گر جاتے ہیں وہ

ہے معلی سخت راہِ معرفت
ہیں جو گمرہ ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ

عدم سے آئے تھے جس طرح ہم آہستہ آہستہ
اُسی میں پھر ہوئے جاتے ہیں ضم آہستہ آہستہ

گنہگاروں پہ جب ہوگا کرم آہستہ آہستہ
چلے جائیں گے وہ سوئے ارم آہستہ آہستہ

خدا کے کام اطمینان سے جاری ہیں عالم میں
دمِ تحریر چلتا ہے قلم آہستہ آہستہ

نہ شادی مرگ ہو جائے کہیں اس واسطے ہم پر
خدا کا ہوتا ہے فضل و کرم آہستہ آہستہ

جو ظلِّ امنِ خالق میں ہیں وہ بیخوف رہتے ہیں
کیا کرتے ہیں رم صیدِ حرم آہستہ آہستہ

نہیں حکمت سے خالی یہ جو مقدارِ معین ہیں
غذا دیتا ہے حق قدرِ شکم آہستہ آہستہ

مصیبت میں ہے لازم صبر پہلے سے کہ آخر خود
دلوں سے دور ہو جاتا ہے غم آہستہ آہستہ

خیالاتِ بتاں دل کرتے کرتے حق کو پائیگا
بنے گا کعبہ یہ بیت الصّنم آہستہ آہستہ

نہ کر غفلت دلا اس سے کہ پیری میں غنیمت ہے
خدا کی یاد میں گزرے جو دم آہستہ آہستہ

نہ کیوں حد تک نباتات اور حیوانات نامی ہیں
خدا کا اُن پہ ہوتا ہے کرم آہستہ آہستہ

نہیں باقی معلیٰ تیزیٔ طبعِ جوانی اب
غزل اک اور بھی کیجے رقم آہستہ آہستہ

ضعیفی میں جو قد ہوتا ہے خم آہستہ آہستہ
یہ حسرت ڈھونڈتے ہیں عمر ہم آہستہ آہستہ

فنا ہو جائیگا جاہ و حشم آہستہ آہستہ
مٹا دیتا ہے آخر جامِ جم آہستہ آہستہ

بگوشِ زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ
خدا کی یاد میں گزرے یہ دم آہستہ آہستہ

نکل جائے گا فرقت کا یہ غم آہستہ آہستہ
یہ رونا ہوتے ہوتے ہوگا کم آہستہ آہستہ

پھریں کیونکر نہ اُس جانب الیہ راجعون کہکر
صدائے ارجعی سنتے ہیں ہم آہستہ آہستہ

ہماری عمر کے بڑھتے ہیں جتنے دن سمجھ رکھو
کہ سوئے گور بڑھتا ہے قدم آہستہ آہستہ
ریاضت کرنے اک مدت پر مقصود ملتا ہے
جبیں میں بھرتا ہی خالق بھی خم آہستہ آہستہ
ہر اک مشکل میں رحمت اُسکی سبقت کر ہی جاتی ہے
کہ کم ہوتا ہے یہ درد و الم آہستہ آہستہ
موالیدِ ثلاثہ جتنی ہیں مخلوق سب یارب
تری توحید کا بھرتی ہیں دم آہستہ آہستہ
نہیں معلوم واں کیا جذبِ مقناطیس رکھا ہی
کھچے جاتے ہیں سب سوئے عدم آہستہ آہستہ
دلِ وحشی نہ کیوں آرام پائے دامِ گیسو میں
کہ بے ڈر پھرتے ہیں صیدِ حرم آہستہ آہستہ
غمِ فرقت بدل جائیگا آخر وصلِ جاناں سے
نکل جائینگے سب رنج و الم آہستہ آہستہ
خفی ہو یا جلی ذکرِ خدا سے ہو نہ تو غافل
بگوشِ زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ
اثر ہوتا چلا ایک ایک علمِ حق کا عالم میں
ہوا جب لوح پر جاری قلم آہستہ آہستہ
بلاتے ہیں وہ غیروں کو جو ابرو کے اشارے سے
چلاتے مجھ پہ ہیں تیغِ دو دم آہستہ آہستہ
نکر اس دولتِ دو روزہ پر منعم غرور اتنا
نکل جائیگا یہ جاہ و حشم آہستہ آہستہ
گدائی سے درِ ساقی کی ہوگی کیفِ مے حاصل
بنا مدت میں کامل جامِ جم آہستہ آہستہ

دعا کرتے ہی دیکھو اے معلی عرشِ اعظم پر
پہنچ جائیگا اپنا بھی علم آہستہ آہستہ

وہم کی کیا دوا کرے کوئی
بدگمانی کو کیا کرے کوئی
لاکھ جور و جفا کرے کوئی
پر نہ اُف بھی ذرا کرے کوئی
ان بتوں سے ستم شعاری کا
لے تدارک خدا کرے کوئی

حسنِ خورشید چھپ نہیں سکتا
لاکھ پردہ کیا کرے کوئی

دلِ بیتاب تیری حالت سے
ہو نہ واقف خدا کرے کوئی

ہوں جو بیماریٔ گناہ سے تنگ
اس مرض کی دوا کرے کوئی

اُن کے ہی ہیں صفات کامل سب
کیا کسی کی ثنا کرے کوئی

اے معلّیٰ یہی دُعا ہے مری
مجھ سے مجھکو جدا کرے کوئی

تجلّی صبحدم پھیلے جو اُن کے روئے انور کی
تو ٹھنڈی گرمیٔ ہنگامہ ہو خورشید خاور کی

تغافل کا گلہ ہے اور نہ شکوہ ہے نہ آنے کا
یہ سب خوبی ہے اے وعدہ شکن میرے مقدر کی

کسی کے کوسنے کا بعد مردن یہ اثر دیکھو
عزیزوں نے بنائی قبر میری سنگِ مرمر کی

جہاں دیکھو وہاں اربابِ دولت کی تواضع ہے
کسی جا قدر دُنیا میں نہیں ہوتی ہے بے زر کی

جہاں دیکھے ہزاروں کشتۂ ابرو نظر آئے
غضب کی باڑھ ہے ظالم تری تیغِ دو پیکر کی

رقیب روسیہ نے کچھ نہ کچھ پٹی پڑھائی ہے
جو ہے برہم طبیعت مثلِ گیسو میرے دلبر کی

سحر سمجھا کوئی نورِ شبِ قدر اس کے جلوے کو
مؤذن نے صدا دھوکے میں دی اللہ اکبر کی

مرا مضمونِ بیتابی اُڑا لیجائیگا نامہ
خوشامد مجھ کو قاصد کی نہ کچھ خواہش کبوتر کی

بتوں کو اے معلّیٰ ہے برا دل میں جگہ دینا
کرو توقیر اے مردِ خدا اللہ کے گھر کی

قتل ہوتے دم نہ تڑپا تشنہ کامی کو مجھے
دیکھ آبِ خنجرِ قاتل نہ ہو اچھو مجھے

پُر غضب ہو کر نہ دکھلا آنکھیں ظالم تو مجھے
شیرین بنکر ڈرا دیتے ہیں یہ آہو مجھے

جلوہ اپنا ہی دکھا دے اے میاں ہر سو مجھے
جسطرف دیکھوں نظر آجائے تو ہی تو مجھے

نکہتِ گیسو تری پھیلی ہے عالم میں تمام
ہر گلِ گلزار سے آتی ہے تیری بو مجھے

کیا کسی کے حال پر ہنسنے کی فرصت مل سکے
چین دیتے ہیں کہاں اک لحظہ یہ آنسو مجھے

تیرے فضلِ بیکراں کے آگے ادنیٰ بات ہے
کردے اپنی ہی طرف گر خلق سے یکسو مجھے

تیری قربت کے سوا ہونے نہ دیتا کچھ رقم
کچھ مری تقدیر پر ہوتا اگر قابو مجھے

آتشِ فرقت کی گرمی سے تپاں ہوں مثلِ برق
چین بے چینی نہیں دیتی کسی پہلو مجھے

رات دن ہے شعبدہ بازی میں دل بھی مبتلا
نرگسِ جادو نے کچھ ایسا کیا جادو مجھے

جلد دکھلا جلوۂ رُخ تا ملے تسکینِ دل
ایک مدت سے پریشاں کرتے ہیں گیسو مجھے

دشنہ و خنجر یہاں لانیکی کچھ حاجت نہیں
قتل کو کافی ہے تیری جنبشِ ابرو مجھے

باغِ عالم میں نظر آئے نہ کوئی دوسرا
گل کو بھی دیکھوں تو ہو نظارۂ گلرو مجھے

بیخودی ہو اسقدر اپنی خودی سے میں رہا
کچھ نظر آئے نہ جز شانِ مقامِ ہو مجھے

دو جہاں سے عشق میں مجھ کو نہیں کچھ واسطہ
ہے **معلیٰ** رات دن یادِ رخ و گیسو مجھے

تو نے کن کن کو فلک جھٹکے اُڑا لے نہ گئے
کتنے دنیا سے مرے ناز کے پالے نہ گئے

ہاتھ گردن میں پریرویوں کی ڈالے نہ گئے
دل کے ارمان کبھی حیف نکالے نہ گئے

دشت گردی نے تو دم لینے کی فرصت بھی نہ دی
بیٹھکر پاؤں سے کانٹے بھی نکالے نہ گئے

کیا ہم نے وہی جو آپ نے باطن میں کہا
حکم ہم سے تو کبھی آپ کے ٹالے نہ گئے

عمر سب گردشِ گردوں سے تردد میں کٹی
تا دمِ زیست مرے پاؤں کے چھالے نہ گئے

آدمی جان کے اُس بت نے نکالا گھر سے
ایسی ذلت سے تو آدم بھی نکالے نہ گئے

نہیں ملتا جو پتہ دل کا مرے پہلو میں
کہیں مہندی کے تو چور اُسکو چرا لے نہ گئے

ساغرِ دیدہ ہوں کیا شربتِ دیدار سے سیر
آبِ گریہ سے ابھی تک وہ کھنگالے نہ گئے

جانے والے ہی تھے گر ملکِ عدم کو احباب
مجھ کو اللہ کے کیوں کر کے حوالے نہ گئے

شادیٔ وصلتِ دلدار پہ کیا ناز کریں
گُل داغ اپنے سروں پر ہی اُچھالے نہ گئے

ہاتھ خالی جو گئے زیر زمیں اہلِ دول
مال و زر ساتھ ہی کیوں اپنے اُٹھالے نہ گئے

گئے اِس سال مدینے کو جو احباب بہت
کیوں معلّیٰ کو بھی ہمراہ بلالے نہ گئے

کیا کہوں میں جو محبت میں مزا ہوتا ہے
دِل سے پوچھو کہ وہ سو جاں سے فدا ہوتا ہے

کیا کہوں عشق کے آزار میں کیا ہوتا ہے
ایک ناقابلِ اظہار مزا ہوتا ہے

جب مرے اشکوں کا طوفان بپا ہوتا ہے
کشتیٔ نوحؑ کا بھی ہوش ہوا ہوتا ہے

نعمتیں اس پہ دو عالم کی تصدق کیجیے
کچھ مزا دردِ محبت میں سوا ہوتا ہے

کہیں بیمارِ محبت کو شفا ہوتی ہے
گر مسیحا بھی اُتر آئیں تو کیا ہوتا ہے

اُس ستمگر کی پلٹ جاتی ہے جب ترچھی نگاہ
انقلابِ اثرِ ارض و سما ہوتا ہے

کس کی تعریف کریں کس کا کریں عیب بیاں
قدرتِ حق سے جو ہوتا ہے بجا ہوتا ہے

خم ابرو کے تصور میں بہ ہنگام نماز
طائر دل بھی مرا قبلہ نما ہوتا ہے
اس مہ برج رسالت کا ہو کیا حسن بیان
مہر بھی جسکے مقابل میں سُہا ہوتا ہے
کیوں نہ حاصل ہو اسے بحر مصیبت سے نجات
ناخدا کشتی عاشق کا خدا ہوتا ہے
کوئی عالم میں نہیں پیش نظر اس کے سوا
وہی ہر چیز میں خود جلوہ نما ہوتا ہے
بھر دے دامن در مقصد سے الٰہی میرا
تیری درگاہ سے رد دست دعا ہوتا ہے

اے معلّی وہ تو زخموں پہ چھڑکتے ہیں نمک
دیکھیں کیا حق نمک تم سے ادا ہوتا ہے

ہے کوئی خود پرست اور کوئی محو بت پرستی ہے
عجب کیفیت جوش شراب جام ہستی ہے
نظر دیدار کو جس کے مری ہر دم ترستی ہے
اسی معشوق ہرجائی کی صورت دل میں بستی ہے
ڈراتے ہو جو اس سے نکلے اژدر دلکو ڈستی ہے
عصائے موسوی ہے یا تمہاری چوب دستی ہے
جو ہر دم بیکسی گور غریباں پر برستی ہے
ید قدرت کے آگے التجائے تنگدستی ہے
دہان خندہ دنداں نما سے زخم ہنستے ہیں
مگر جب قتل عاشق پر تمہاری تیغ کستی ہے
فقط اک جنبش ابرو سے لاکھوں قتل ہوتے ہیں
یہ ترک چشم کے ہاتھوں میں شمشیر دو دستی ہے
جو اس کی سیر کو جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے
عدم آباد بھی کیا پر فضا دلچسپ بستی ہے
ادائے سحر قاتل کا دہان زخم کرتے ہیں
نگاہ تیر کی شمشیر جب دل پر برستی ہے
ذرا چلکر تو عبرت کی نگہ سے منعمو دیکھو
زمیں میں جس جگہ قاروں کی دولت روز دھنستی ہے
اس آفت سے نہیں ممکن ہے بچنا زلف اُس بت کی
عجب دام بلا ہے جان عاشق جسمیں پھنستی ہے

۳۱

معلّی اُس زمیں سے کیوں نہ نکلیں نور کے آبیں
مزارِ فیض پر اللہ کی رحمت برستی ہے

خیالِ غیریت پر خود حقیقت اپنی ہنستی ہے
یہ سب کثرت نما اے دل اُسی یکتا کی ہستی ہے

نہیں ہم دیکھتے اسکو یہ جسکی عینِ ہستی ہے
سمائی اپنی آنکھوں میں عجب غفلت کی مستی ہے

یہ مثلِ شعلۂ جوّالہ موہوم اپنی ہستی ہے
وجودِ دائرہ میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے

جو ہر دم آمد و رفتِ نفس کی تیز دستی ہے
کسوٹی پر زرِ قلب اے معلّی اپنا کستی ہے

اسیرِ شادی و غم دیکھکے دنیا کے کاموں میں
ہمارے حال پر روتی ہے قسمت جو ہنستی ہے

نہیں بے سود پیشِ حق ہماری گریہ و زاری
گہر بنتے ہیں نیساں کی جھڑی جسدم برستی ہے

توجہ رحمتِ حق کی نہ ہو کیوں خاکساروں پر
کہ عزمِ ابرِ باراں بھی ہمیشہ سوئے پستی ہے

ہمارا دل ہو یارب نورِ روزِ وصل سے روشن
شبِ تاریکِ فرقت بنکے ناگن ہمکو ڈستی ہے

پھنسے ہیں مثلِ دیوانوں کے دامِ زلف میں آکر
خمارِ بادۂ روزِ ازل کی جوشِ مستی ہے

ہمارے جنسِ دل کی آپ قیمت پوچھتے کیا ہیں
متاعِ مفت ہے لیجے نہ مہنگی ہے نہ سستی ہے

رولاتا ہے جو یہ چرخِ ستمگر خستہ حالوں کو
ہماری آہ مثلِ برقِ خاطف اُس پہ ہنستی ہے

غریبوں پر الٰہی ابرِ رحمت جلد نازل کر
تپِ فرقت کی سوزش سے ہماری جان جھلستی ہے

ہوا معلوم ہمکو پہنچے جب شہرِ خموشاں پر
وطن ہے عاشقوں کا اور وہ زندوں کی بستی ہے

جو آتے ہیں یہاں خستہ گریباں چاک رہتے ہیں
مقامِ عشق ہے یا عین دیوانوں کی بستی ہے

سمجھتے ہو وجودِ خلق کو جو مستقل بالذّات
نہیں ہے حق پرستی بلکہ یہ صورت پرستی ہے

بھروسہ منعمو ہی کیوں وفورِ مال پر تم کو
نکل جائیگی دو دن میں جو یہ آنکھوں میں مستی ہے

نمودِ صبحِ پیری ہے اُٹھو خوابِ غفلت سے
اجل سر پر معلّیٰ ہر گھڑی آوازہ کستی ہے

زلفوں میں اژدہا سے بھی شوخی بلا کی ہے
صورت اگرچہ حضرتِ موسیٰ عصا کی ہے

بچتے رہو رقیب کی سرگوشیوں سے تم
عادت اُسے قدیم سے اِس افترا کی ہے

نظروں سے دیکھتے ہیں زر و خاک ایکساں
بوٹی ہمارے پاس عجب کیمیا کی ہے

بیوقت ہو اگر سرِ تسلیم خم تو کیا
کہنے کو ہم بھی کہتے ہیں حالت رضا کی ہے

قُل یا عبادِ قلقلِ مینا کی ہے صدا
مٹی سبوئے مے میں کسی پارسا کی ہے

جس جائے آسمان سے برستی ہے بیکسی
مرقد تمھارے کشتۂ ناز و ادا کی ہے

پابندِ دامِ زلف ہیں روزِ الست سے
تسبیح رات دن ہمیں قالوا بلیٰ کی ہے

ہوتے ہیں نام لیتے ہی اپنی خودی سے محو
تاثیر کچھ عجیب ہی ذکرِ خدا کی ہے

کیجیے معلّیٰ اک غزلِ نعتیہ رقم
مجلس یہ فیض بخش کسی رہنما کی ہے

گرچہ دُنیا میں بُرے سب کام ہم کرتے رہے
پر دمِ آخر تک اے بت دم ترا بھرتے رہے

وصل کی شب شکوۂ شامِ جدائی کیا کریں
الٹے الزامات سب ہم پر ہی وہ دھرتے رہے

سایۂ دیوار میں تیرے ہے تاثیرِ ہُما
سب ہیں خواہاں مگس رانی مری کرتے رہے

عشق کی منزل کڑی ہے اے جنابِ خضر ہم
اِس لئے اِس راہ میں ڈر کر قدم دھرتے رہے

ے نہ ہر دم غیر کو بھر بھر کے سدر
ری ہجر عمر بھر بھرتے رہے

تھی ہمیں نفرت وجودِ غیریت سی اسقدر
زندگی میں اپنے سایہ سے بھی ہم ڈرتے رہے

کیوں نہ اپنے جذبِ دل کا دوستو ممنون ہوں
وصل کی شب تجھ سے وہ باتیں بہت کرتے رہے

کیوں رقیبِ روسیہ ہنستا ہے رونے پر مرے
خوفِ ہجراں جسکو ہو پھر کیوں نہ وہ ڈرتے رہے

کیا بچائیں جسمِ کاہیدہ کو چشمِ یار سے
کشتِ اُمید اپنی یہ دونوں کان چرتے رہے

گر یہی دو روزہ ہے انجام کارِ زندگی
ایسے جینے پر **معلی** آپ کیوں مرتے رہے

دیکھنے میں جو چیز آتی ہے
سب ظہورِ صفاتِ ذاتی ہے

دھیان میں زلف کے شبِ فرقت
بنکے ناگن مجھے ڈراتی ہے

کس کو دیکھوں بُری نگاہوں سے
سامنے تیری صورت آتی ہے

میں جو خوفِ غضب سے روتا ہوں
رحمتِ حق مجھے ہنساتی ہے

کہنے والا ہے یا الٰہی کون
بات دِل میں کدھر سے آتی ہے

انقلابِ جہاں سے ہے ثابت
کہ ثبات اپنا بے ثباتی ہے

گر نہیں ان میں یار کا جلوہ
کیوں حسینوں پہ جان جاتی ہے

ہمکو اے رشکِ یوسفِ کنعاں
چاہ تیری کنوئیں جھنکاتی ہے

ہو چکی اُن کے انتظار کی حد
دیکھئے موت بھی کب آتی ہے

صورتوں میں تمام عالم کی
ایک صورت ہی ہم کو بھاتی ہے

تیری فرقت میں جاں جا
ن ہے تلملاتی ہے
وقتِ تصنیفِ شعر رُک رُک کر
طبع کیوں ہم کو آزماتی ہے
اے فلک مجھ کو تیری نیرنگی
رنگ ہر دم نیا دکھاتی ہے
لاکھ غم کھائیں عاشقِ جاں باز
کب بلا اُن کی رحم کھاتی ہے
فتنہ گر تیری آنکھ کی شوخی
ہر دم آفت نئی دکھاتی ہے
کہتے ہیں وقتِ ذبح رکھ کے قدم
کس قدر سخت اُنکی چھاتی ہے
بے طلب دیں وہ نعمتیں تم نے
جن کے مانگے سے شرم آتی ہے

ہے معلّی غلام اُس در کا
جس سے سب خلق فیض پاتی ہے

یاں کس کو آرزوئے مئے پرتگال ہے
ساقی دے وہ شراب جو دیں میں حلال ہے
مِلنا جہاں میں اہلِ وفا کا محال ہے
قحط الرّجال مردمِ صاحب کمال ہے
کثرت میں جلوہ گر تری وحدت کمال ہے
احول کو بھی دوئی نظر آنی محال ہے
سیماب کی نہ برقِ تپاں کی مثال ہے
بتلائیں کیا جو اِس دلِ مضطر کا حال ہے
چتون غضب ہے زلف بلا فتنہ چال ہے
اِن آفتوں سے دل کا بچانا محال ہے
وحدت کا جن پہ ہو گیا مکشوف حال ہے
اُن کی نظر میں کثرتِ عالم خیال ہے
طرفہ یہ قتل کرکے مکرنے کی چال ہے
کہتے ہیں کس کی یہ خبر انتقال ہے
آئے ہیں میرے قتل کو بے خنجر و سلاح
اپنی ادا پہ اُن کو بھروسہ کمال ہے

فکرِ خلاص کیا کرے مرغِ نظر مرا
ہر سو بچھا ہوا تری زلفوں کا جال ہے
سختی کے وقت کس سے رفاقت کی ہو امید
سایہ بھی اپنا ساتھ نہ وقتِ زوال ہے
حکمت سے اُس کی شادی و غم کا ہے سب ظہور
کچھ موقعِ خوشی ہے نہ جائے ملال ہے
دیتے ہیں دو جہاں تری یکتائی کا ثبوت
ہر شئے سے جلوہ گر ترا حُسن و جمال ہے
کیوں ہم رہیں اُسی کے نہ محتاج منعمو
دیتا وہ نعمتیں جو ہمیں بے سوال ہے
جور و جفا پہ تم کو جو الزام دے سکے
مقدور ہے یہ کس کا یہ کس کی مجال ہے

فیض جناب فیضِ معلیٰ یہ کم نہیں
جلسہ جو اُن کے عرس کا ہر اک سال ہے

غمِ فرقت میں گرفتار ہیں کن کے اُن کے
وصل کے ہم جو طلبگار ہیں کن کے اُن کے
گرم اب حُسن کے بازار ہیں کن کے اُن کے
جان سے لوگ خریدار ہیں کن کے اُن کے
برہمن ہی نہیں ہر شیخ ہے اُن کا ذاکر
سبحہ میں رشتۂ زنّار ہیں کن کے اُن کے
عشوہ و ناز و کرشمہ خط و خال و ابرو
قتل کو غمزۂ خونخوار ہیں کن کے اُن کے
گلرخوں کا جو خیال آتا ہے دل میں دمِ خواب
نوکِ مژگاں خلشِ خار ہیں کن کے اُن کے
صاف اے چرخِ کہن تیری ستمگاری ہے
نظر آتے سے مجھے اطوار ہیں کن کے اُن کے
وہ مخالف رہیں ہر چند ہمارے لیکن
عشق میں ہم تو گرفتار ہیں کن کے اُن کے

لوگ یوسف کے خریدار معلیٰ تھے کبھی
اب اگر ہیں تو خریدار ہیں کن کے اُن کے

عجب اُس شوخ کی رعنائی ہے
جس کی ہر آنکھ تماشائی ہے

کیا مقابل ہو مری وحشت کے
قیس اک مردمِ صحرائی ہے

کوئی کیا سمجھے وجودِ عالم
عین کثرت میں جو یکتائی ہے

اپنا آفاق میں دکھلا کے ظہور
کیوں پسند آپ کو تنہائی ہے

خاص اُسی کے ہیں سب اوصافِ کمال
زیب اُسی کیلئے زیبائی ہے

ہے سرِ زلف میں مائل جو مدام
شامت اِس دل کی نکل آئی ہے

ذکرِ توحید کا اللہ رے اثر
میں ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے

کسطرح رنج مصیبت کا سہے
صبرِ دل کو نہ شکیبائی ہے

آبِ گریہ جو ہے آنکھوں میں محیط
مردمک مردمِ دریائی ہے

کوئے قاتل کا ہے کیوں قصد ولا
کیا اجل سر پہ ترے آئی ہے

بے نشانی سے عیاں اُسکا نشاں
گرچہ معشوق وہ ہرجائی ہے

زندہ کرتے ہیں دلِ مردہ کو
لب میں اعجازِ مسیحائی ہے

جنکے اوصاف عیاں کثرت میں
اُن کی بے مثل یہ یکتائی ہے

اے معلّیٰ مجھے فرقت کے سوا
خوفِ ذلت غمِ رسوائی ہے

ڈرو اِس نفسِ مارِ آستیں سے
نہ نکلے اژدہا بنکر کہیں سے

یہ شوخی کہہ رہی ہے نقشِ پا کی
اُڑیں گے آسماں پر ہم زمیں سے

ہماری حالتِ بیتابیٔ دل — ذرا پوچھو کراماً کاتبیں سے
ہمارا دل بتوں کا گھر بنا ہے — نہیں کم خانۂ ارژنگِ چیں سے
خمارِ عشقِ مہ رویاں کی مستی — ہے افزوں تر شرابِ آتشیں سے
سنبھل کر ذبح کر عشاق کا خوں — لپٹ جائے نہ تیری آستیں سے
کرے گا دست بوسی قتل کے بعد — لپٹ کر خون اُن کی آستیں سے

غزل اک نعتیہ لکھکر معلیٰ
صلہ بخشش کا مانگو شاہِ دیں سے

جلوہ جب اپنا دکھایا یار نے — مجھکو اپنے سے بھلایا یار نے
صورتِ کثرت میں دکھلا کر ظہور — نقشۂ وحدت جمایا یار نے
خود انا الحق کہہ کے پھر منصور کو — لا کے سولی پر چڑھایا یار نے
آپ ہی خود لیلیٰ و مجنوں بنا — ہم کو دیوانہ بنایا یار نے
غیریت کثرت کا پردہ ڈالکر — رازِ وحدت کا چھپایا یار نے
نیست اور نابود تھا سارا جہاں — عالمِ ہستی میں لایا یار نے
بنکے خود نمرود۔ نار اور خود خلیل — باغ آتش کو بنایا یار نے
بنکے یوسف۔ کارواں اور چاہ خود — مصر میں شہرہ مچایا یار نے
خود عصا اور بنکے موسیٰ اژدھا — طور پہ جلوہ دکھایا یار نے
ناز عشوے یار کے کیا کیا کہوں — رنگِ بیرنگی جمایا یار نے

کعبہ میں بت میں حرم میں دیر میں
ہر جگہ جلوہ دکھایا یار نے
آپ آدم جنت و گندم بنا
اوج کو پستی میں لایا یار نے
جزو و کل میں الغرض دکھلا کے رُخ
آپ کو اپنے میں پایا یار نے

اے معلی رہ کے گردن کے قریب
نحنُ اقرب کہہ سُنایا یار نے

پڑھے ہیں قرآں میں نحن اقرب بیانِ دوری کا حال کیا ہے
ہمیں تو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ ہجر کیا ہے وصال کیا ہے
تمھارے ابرو و رُخ کے آگے مثالِ بدر و ہلال کیا ہے
اگر یہ دونوں کمال پر ہیں تو وجہ نقص و زوال کیا ہے
میں کیا کہوں اُن کی شکل کیسی ہے حُسن کیسا جمال کیا ہے
جو حُسن ہو حُسن بمثالی جہاں میں اُس کی مثال کیا ہے
اے معدنِ لطف و کانِ رحمت تمہارے فضل و کرم کے آگے
متاعِ دنیا کی کیا حقیقت یہ دولت گنج و مال کیا ہے
نکالو خنجر نہ تم کمر سے کہ ہم تو کُشتے نگاہ کے ہیں
مرے ہوئے دل کے مارنے میں بتاؤ صاحب کمال کیا ہے
کرو مجھے قتل یا کہ چھوڑو ہے ہر طرح اختیار تم کو
کرے جو کچھ گفتگو ذرا بھی کسی کو اِس میں مجال کیا ہے

اگر کسی سے خلاف دیکھیں عدو کسی کو بنائیں کیونکر
یہ فعل سارے جو دوست کے ہیں تو وجہ رنج و ملال کیا ہے
ندو اگر تم پناہ ہم کو کدھر کو جائیں بتاؤ صاحب
کہ دوسرا پھر سوا تمھارے ٹھکانہ کس جا مآل کیا ہے
رقیب نے گر نہیں سکھایا تو پھر یہ کیسی رکاوٹیں ہیں
بتاؤ ملنے میں دیر کیوں ہے یہ ہم سے ہر وقت ٹال کیا ہے
مزاج اُن کا ہے لاوبالی کریں گلہ اُن کا کیا کسی سے
کبھی انھوں نے یہ بھی پوچھا کہو معلّٰی یہ حال کیا ہے

وصل کا منہ یہ بھی مذکور نہ آنے دیجے
گر نہیں آپ کو منظور تو جانے دیجے
اسقدر غیر کے گھر جانے میں جلدی کیا ہے
کشتۂ ناز کا لاشہ تو اُٹھانے دیجے
کیجے وہ بات کہ ہو بنتِ عنب سے نہ بگاڑ
شیخ کو بیٹھے ہوئے باتیں بنانے دیجے
حضرتِ دل رہیں آپ اپنی وفا میں صادق
جھوٹی قسمیں وہ اگر کھاتے ہیں کھانے دیجے
زیرِ خنجر ہے گلا قتل میں جلدی کیا ہے
طاقِ ابرو کی طرف سر تو جھکانے دیجے
رخ ابھی اوٹ سے چلمن کی نہ کیجے باہر
مہر و مہ کو بھی مقابل ہیں تو آنے دیجے
جو ستم مجھ پہ محبت میں ہوا خوب ہوا
اُس کا اب ذکر ہی کیا چھوڑیئے جانے دیجے
حضرتِ دل ہیں بےچین نہ کیجے اتنا

کچھ معلیٰ کا انہیں حال سنانے دیجیے

فرش سے تا عرش عالم میں پیارا عشق ہے
عاشقوں کی جان معشوقوں کا پیارا عشق ہے

ہم پیارے عشق کے ہم کو پیارا عشق ہے
ساری دنیا سے نرالا یہ ہمارا عشق ہے

دو جہاں میں اور کیا رکھا ہے ان دو کے سوا
حُسن روز افزوں تمہارا یا ہمارا عشق ہے

کر دئے صدہا جلا کر جس نے گھر خاکِ سیاہ
آتشِ برقِ تجلی کا شرارا عشق ہے

ہے ظہورا ہر طرف ہر جا ہمارا دیکھ لو
کرتا یوں آنکھوں سے ہر جانب اشارا عشق ہے

عاشقوں کی کیوں نہ پیشانی میں چمکے مثلِ ماہ
آسمانِ اوجِ وحدت کا ستارا عشق ہے

کیوں نہ اس کے عاشق و معشوق ہوں حلقہ بگوش
گوشِ وحدت آشنا کا گوشوارا عشق ہے

عشق کیا ہے کیا کہوں تم کو حقیقت عشق کی
جسقدر سونچو وہی مضموں تمہارا عشق ہے

سب کرشمے عشق کے ہیں ناز و انداز و نیاز
وجہِ ایجادِ دو عالم یہ ہمارا عشق ہے

باغ سینے میں کھلائے داغِ دل کے سیکڑوں
گلشنِ توحید کا وہ گُل ہزارا عشق ہے

بھاگتے ہیں عشق کے سایہ سے سارے بوالہوس
ہے وہی انساں جسے اے دل گوارا عشق ہے

کافر و دیندار کے جھگڑوں سے ہمکو کیا غرض
دین و ایماں مذہب و ملت ہمارا عشق ہے

کیوں نہ دیکھیں رہروانِ عشق ہر دم سختیاں
وادیِ راہِ خدا میں سنگِ خارا عشق ہے

عاشق و معشوق صدہا اس نے مارے آج تک
مردِ میدانِ شجاعت یہ ہمارا عشق ہے

قطرۂ ناچیز کیا اُس کی حقیقت پا سکے
اے معلیٰ بحرِ ناپیدا کنارا عشق ہے

مخمس بر غزل نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

تمہارا شیوہ ہے لازمی یہ کہ ظلم سب بے قرینہ کرنا
تو چاہیے تمکو عاشقونکی میاں رعایت ذری نہ کرنا
سوائے سختی کے بات بھی کچھ ملائم اور نرم سی نہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

نہیں ہے منظور آپکو گر تو ہم سے کچھ بات ہی نہ کرنا
ادائے رسمِ ستمگری میں کبھی ذری کوتہی نہ کرنا
ستانا اور دل دکھانا اور ظلم ہم پہ بے قرینہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہماری سر کی ہماری حق میں کمی نہ کرنا

نہیں ہے گر مرضیِ مبارک ہماری خاطر ذری نہ کرنا
مخالفِ شانِ دلربائی کبھی کوئی کام ہی نہ کرنا
ہے اسمیں عینِ خوشی ہماری کہ آپکی ناخوشی نہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

بخوفِ افشائے راز ہرگز زیادہ رونا نہ غل مچانا
مگر ادا رسمِ تعزیت کی بظاہر اتنی تو کر دکھانا
کہ مثلِ غیروں کے حسبِ موقع بنا کے کچھ اور ہی بہانا
ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا

سمجھتے ہیں ہم تو تم کو اپنا رفیقِ جاں رازدارِ باطن
شفیق و مخلص محب و ہمدم یگانۂ دوستی و محسن

اگر یہ ڈر ہے کہیں نہ بنجاؤ تم بھی واں جا کے ہم سے خائن — لئے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمہیں بھی اس انجمن میں لیکن
ہمارے پہلو میں بیٹھکر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا

مزاج ہے جنکا لا اُبالی پھنسے ہیں ہم ہائے اُنکے بس میں — ستم شعاری میں ہیں وہ یکتا نہیں ہے ایک اُنسا کوئی سن میں
نہیں ہے کچھ اعتبار اُنکا اگر وہ کھائیں بھی لاکھ قسمیں — کہاں کا آنا کدھر کا جانا وہ جانتے ہی نہیں یہ رسمیں
وہاں ہے وعدہ کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نکرنا

عجب ہے دربار اُنکا عالی نہیں ہے کچھ دم زدن کی طاقت — خموش رہنا ہزار بھی ہو دلِ حزیں پر اگر مصیبت
نہیں ہے ممکن کہ اُن کے آگے کلام و شکوہ کی آئے نوبت — بیانِ دردِ فراق کیسا کہ ہو وہاں اپنی یہ حقیقت
جو بات کرنی تو نالہ کرنا نہیں تو وہ بھی کبھی نکرنا

کرو نہ غیروں کی کچھ سفارش ستم نہ ہو جائے رحم بیجا — نہ کرنا پاسِ خوشامدی کچھ تلف نہ ہو جائے حق ہمارا
کہوگے گر سیدھی سیدھی اسمیں خدا تمھارا بھلا کریگا — مدار ہے ناصحو تمہیں پر تمام اب اُسکی منصفی کا
ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نکرنا

ہماری ہستی کو میٹ دینا اگر ہے مقصود ہی تمھارا — تو قتل کرنے سے پیشتر ہی دکھا کے رُخ کا ہمیں نظارا
چلا کے تیرِ نگاہ ابرو کی تیغ کا کرکے اک اشارا — ہلاک اندازِ وصل کرنا کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا
غمِ جدائی میں خاک کرکے کہیں عدو کی خوشی نکرنا

سمجھتے تھے یہ رفیق بنکر ہمارے تن میں رہیگا ہر آں — نہ جانتے تھے کہ بھاگ جائیگا یہ یہاں ہم سے ہوکے انجاں
یہی ہے حسرت کہ کیوں مصیبت میں ترک کیا جا کے خود وہ ناداں — ہم ایک ستہ گلی کا اُسکی بنا کے دل کو ہوئے پشیماں
یہ حضرتِ خضر کو جتا دو کسی کی اب رہبری نکرنا

کریں علاج اسکا کیا بھلا ہم نہیں ہے اُن میں وفا کچھ بو
وہ دوستوں کو سمجھ کے دشمن ہمیشہ رہتے ہیں دل سے جو
بنالیا ہی شعار اپنا خلاف عاشق کا کرنے ہی کو
مری تو ہی بات زہر انکو وہ اُنکے مطلب ہی کی کہیو اُن
جو اُن سے کچھ التجا بھی کیجے ہی لازم انکو وہی بگڑنا

شعار تیرا ہی لازمی یہ کہ اپنے وعدہ سے صاف ٹلنا
ہمارا ہی یہ خیال ہر دم وفا میں ہرگز نہ کم نکلنا
مگر نبی کیسی ہی تری خو کہ ہم سے ہر بات پر مچلنا
وہ اک ہمارا طریقِ اُلفت کہ دشمنوں سے بھی ملکے چلنا
یہ ایک شیوہ ترا ستمگر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

خیال صانع کا کیجیئے گا نظر جو کیجے خودی کی جانب
کہ اہلِ حق خوب جانتے ہیں ہے دست قدرت اُسکی جانب
غرورِ حسن آپ کو نہ پھیرے کہیں رہ کجروی کی جانب
ہوا ہی گر شوق آئینے کا تو رُخ رہے راستی کی جانب
مثالِ عارض صفائی رکھنا برنگِ کاکل کجی نہ کرنا

یہ منزلِ ہفتخواں ہی ایسی اردن رستم بھی ہیں ترستے
کہ لاکھوں رنج و غم والم کے ہیں ابر ہر دم یہاں برستے
ہر اک خس و خار بھی مقرر ہیں دل کو بن بن کے بار ڈستے
بُری ہی اے داغ راہِ اُلفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

قدم جو رکھتے ہیں اس معلی مصیبتوں میں جا کے پھنستے
تپ جدائی کے سوز و غم سے دل و جگر اُن کے ہیں بھلستے
بجائے آبِ سحابِ رحمت ہیں اُن پہ شعلے شرر برستے
بُری ہی اے داغ راہِ اُلفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

مخمس غزل حضرت غفرانمکاں علیہ الرحمۃ

نزاکتوں سے بھری ہی جو ہر ادا اُن کی
تو کیوں نہ دیدۂ عشاق میں ہو جا اُنکی
ہے انفعال کی حالت بھی خوشنما اُن کی
سوالِ وصل پہ نیچی نظر تھی کیا اُنکی
ہماری آنکھ میں پھرتی ہی وہ حیا اُن کی

فنا تھے پہلے ہی وہ فکر تم کو کیا اُن کی
کچھ ایسی قابل غم بھی نہ تھی وفا اُنکی
جمائے بیٹھے ہو کیوں مجلسِ عزا اُن کی
مرے جو عشق میں عاشق وہ تھی قضا اُنکی
یہ آپ کہدیں کرے مغفرت خدا اُن کی

دلا ہی وصل کی خواہش تو دل میں بھی اُنکے
ہے خوف یہ بھی کہ فتنہ کہیں نہ اُٹھ بیٹھے
فقط زبانی ہی اغیار کی خوشی کے لئے
یہ اُن کا قول ہی میری ملے بلا تجھ سے
بلائیں اُس کی بھی لوں گر ملے بلا اُن کی

مژہ دکھاتی ہی ہر دم سناں کا برچھا
نشانہ شستِ پہ تیرِ نگاہ کا ہے بندھا
محال ہی ترا بچنا اِن آفتوں سے دلا
ستم ہے غمزہ۔ بلا ناز ہی غضب ہے حیا
اور اُس پہ ڈھاتی ہی آفت ہر اک ادا اُنکی

دوبارہ کشتوں کے دے زندگی تو ہم جانیں
حیات مردوں کو قم کہہ کے دی تو ہم جانیں
وہ نفخ صور کی حالت جبھی تو ہم جانیں
چلے وہ چال قیامت کی بھی تو ہم جانیں

بہت اُڑاتی ہے اٹھکھیلیاں صبا اُن کی

ہے جو ضعیفی کی اسمیں وہاں غرورِ شباب
یہ احتیاج میں یکتا غنا میں وہ نایاب
زیادہ اِس سے بیاں وصف کیا کروں میں جناب
نہ اِسکا مثل جہاں میں کہیں نہ اُسکا جواب
وفا وفا ہے ہماری جفا جفا اُن کی

کروں ہزار بھی منت تو کیا مفید و لا
ہیں لاابالی اُنہیں کچھ نہیں مری پروا
ہے آزمانے کو میرے خلاف کا منشا
اُسی کی مانیں خوشی سے جو ہو عدو میرا
غرض ہے کیا اُنہیں میری سنے بلا اُن کی

شہید کر کے ہمیں سُرخ رو بنائے گی
ادا دکھائے گی رنگت نئی جمائے گی
جگر کے ٹکڑے کریگی غضب دکھائے گی
کبھی وہ شوخیٔ رفتار رنگ لائے گی
کرے گی خون مرا ایکدن حنا اُن کی

بغیر ذاتِ قدیم خدائے ربّ عباد
رہا نہ حُسن کسی کا بھی تا ابد آباد
جہاں سے اُٹھ کے عدم کو چلے گئے ناشاد
ہزاروں حُسن کی شُہرت سے ہو گئے برباد
بندھی ہوئی ہے زمانے میں کیا ہوا اُنکی

عجیب ڈھنگ کی صحبت بن آئی تھی ہم سے
کبھی تو عجز کبھی خود نمائی تھی ہم سے
نیاز و ناز کی زور آزمائی تھی ہم سے
شبِ وصال میں جو ہاتا پائی تھی ہم سے
مسک گئی ہر اک جائے سے قبا اُن کی

سب آگے اہلِ جہاں پیشِ حضرتِ داور
جتا کے جور و جفا ظلم اور ستم یکسر

کریں گے حشر کے دن بھی شکایت اُنکی اگر
خدا کے سامنے رکھونگا ہاتھ کانوں پر
برائی میں نہیں سننے کا برملا اُن کی
نگاہِ ناز سے اک پل میں کرتے ہیں بسمل
بنے ہیں چھوٹے سے سن میں یہ جانِ قاتل
پڑے گی کیوں نہ بھلا جانِ زار پر مشکل
وہ ابتدا ہی میں کرنے لگے ستم اے دل
اب آگے آگے قیامت ہے انتہا اُن کی
فقط نہ عشوۂ طناز میں نزاکت ہو
ہمارے قتل کے ہر ساز میں نزاکت ہو
ہر ایک غمزۂ و انداز میں نزاکت ہو
نیا ہو ناز ہر اک ناز میں نزاکت ہو
ادا ادا سے ادا ہو ادا ادا اُن کی
ابھی تو عشق کی آگے کڑی ہے ہر منزل
مزاجداری ہے اُن کی بلائے جانِ قاتل
موافقت نہ کرے تو تو کام ہو مشکل
ہر ایک بات پہ ایسا نہ تو مچل اے دل
ستم میں تیرے اٹھاؤنگا یا جفا اُن کی
بھرا خمار سے وہ شیخ جیب کے در پے
وہاں بہار کا جلوہ ہے اِنہیں شع رش دے
وہ صوتِ نغمۂ مطرب یہ سوزِ نالۂ نے
ازل کے روز سے اک لاگ حُسن و عشق میں ہے
نہ ہے قصور ہمارا نہ ہے خطا اُن کی
گہر نثار کئے جا رہے ہیں ہر کف سے
دعائیں دیتا معلّٰی ہے ہر شنبر صف سے
مبارکی کی صدا بھی بلند ہے دف سے
ملے تھے آج تو ہم بھی جنابِ آصف سے
عجیب رنگ میں ہیں پوچھتے ہو کیا اُنکی

قصیدہ

بہ تہنیتِ جشنِ جوبلی چہل سالہ حضورِ پُرنور اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی
متعالی نظام الملک نظام الدولہ آصفجاہ سادس فتح جنگ سپہ سالار یارِ وفادار رستمِ دوراں
ارسطوئے زماں نواب میر محبوب علیخاں بہادر بادشاہ دکن غفران مکاں علیہ الرحمۃ

میٹھے اور کھارے کے مناظرہ کی تمہید

ساقیا دے مجھے اک جامِ شرابِ وحدت
نمکیں نعت سے تاسِر کہ بنے بے دقّت

دے وہ جامِ مئے توحید کہ ہے کانِ نمک
جس کی نیرنگی کی ہر رنگ میں ہے اک رنگت

درجۂ نعت میں آکر جو بنا حُسنِ ملیح
میٹھے کھارے کی دو رنگی میں دکھا کر صورت

وہ مئے صاف کہ ہو مشرب و ملت میں حلال
شیرنی لیکے نہ قاضی کرے ثابت حرمت

محتسب بھی کرے رندوں سے کبھی تلخ نبات
میٹھی تقریر سے دے بادہ کشی کی رخصت

مغفرت بنکے جھڑی چھائی وہ گھنگور گھٹا
رات دن جس سے برستا رہے ابرِ رحمت

ایک ذرّہ بھی ہو ساقی کے کرم میں نہ کمی
فرحتِ نشّہ کی بدلے نہ کبھی کیفیت

سُن کے یہ قول مرادی یہ ندا ساقی نے
آ اُدھر دیکھ کے موجود ہے بزمِ عشرت

ساغر و بادہ و مینا پہ نہیں ہے موقوف
میں جو پہنچا تو ہوئی دل کو مسرت حاصل
میز پر ہر جگہ اقسام کے کھانے ہیں دھرے
کھارے اور میٹھے کے باقاعدہ رکھے ہیں ظروف
نان اور قورمہ بریانی سموسے ہیں کباب
کہیں طوطلک ہے شکم پہ کہیں اعظم شاہی
میٹھے کھارے کی لڑائی کا تماشا دیکھا

کھلے رکھے ہیں ہر اک جائے میں خوانِ نعمت
دیکھنے سے ہوئی ہر چیز کے مجھکو حیرت
بیٹھے ہر سو ہیں قرینے سے سب اہلِ دعوت
سوڈا لمنیڈ کہیں اور کہیں جامِ شربت
فیرنی شیر برنج آش نمش با لذت
زعفرانی وہ مزعفر کی سہانی رنگت
ایک پر ایک بڑھانے لگا اپنی عزت

میٹھا

میٹھا کہنے لگا کھارے سے کہ "اے کورِ نمک
نمکِ زخم سے بڑھکر ہے ترا خام خیال
شرم سے مثلِ نمک کچھ تو ذرا دل میں پگھل
تیری تعریف میں آیا ہے کہ الملح اُجاج
دیکھ مجھ کو ہو اگر قند زیادہ مجھ میں
میں شکر خوار ہوں تو میرا نمک پروردہ
ہیں جو رکھتا ہوں تجھے ساتھ رعایت ہے مری
کچھ تو کر میرا ادب ہی سہی ادا حقِ نمک

کیا سمجھتا ہے تو اپنے کو مرا ہم صحبت
شورشِ غم سے زیادہ ہے یہ تیری خصلت
تجھ میں اور مجھ میں مساوات کی ہو کیا نسبت
وقتِ افزونی تری ہوتی ہے کڑوی حالت
اور بڑھ جاتی ہے افزونی میں میری لذت
تو نمک خوار ہے میں صدر نشین عزت
جیسے رہتے ہیں طفیلی بھی شریکِ دعوت
کھا کے میرا ہی نمک توڑ نمکداں کی نہ ست

جسم سے تیرے نمک چھوٹ کے نکلے کہیں
شوربا بن کے نہ ٹپکے کہیں تجھ پر آفت
شورۂ پشتی کا تری کیوں نہ ہو جگ میں شہرہ
شورہ بختوں سے رہا کرتی ہے تجھکو صحبت
سرد مہری تری مشہور ہے شورہ کی طرح
گرمجوشی سے پگھل جاتی ہے تیری صورت
تفرقہ پڑتا ہے ملجاتا ہے جس رنگ میں تو
کھار سے تیرے بدل جاتی ہے اچھی رنگت
از پئے خوردنِ حلوا تبورۓ باید
مجھ سے منہ آئے تری دیکھ تو لے حیثیت
منہ سے میں نے جو لگایا تو لگا چاٹنے منہ
بڑھ گئی اندنوں کتّے سے بھی تیری خصلت
شورش آقا پہ کہیں ایسی مچاتے ہیں غلام
کہ خود آقا کی جگہ بیٹھیں بدل کر صورت
میں وہ ہوں اولیں عالم کی غذا عمدہ لطیف
شہد بچوں کو چٹاتے ہیں سمجھ کر عزّت
تشنگی کے لئے تسکین کو بھی وقتِ اخیر
نزع میں دیتے ہیں مصری کا بنا کر شربت
شیرِ مادر میں ہوا جب سے مرا پیدا اثر
پرورش پاتے ہیں سب جتنے ہیں معصوم صفت
مجھکو رکھتا ہے عزیز اپنا ہر اک کودک و پیر
نوجواں بھی نہیں رکھتے کبھی مجھ سے نفرت
سارے عالم کے ہے میووں میں حلاوت میری
شیریں کاری کی مری سارے جہاں میں شہرت
میٹھی صورت پہ مری مرتے ہیں اربابِ کمال
گھر میں رکھتے ہیں شرف ہے مجھے اہلِ دولت
ناز کرتے ہیں مٹھائی پہ مری اہلِ نیاز
ہوتی ہے درگہِ ابرار میں میری عزّت
فاتحہ میں بھی باخلاص گزر ہے میرا
میرے کھانیسے مزے پائینگے اہلِ جنّت
رکھی ہے شہد میں اللہ نے دنیا کی شفا
میرے ہر جز سے ہویدا ہے جہاں کی صحت
کیوں نہ مرغوب ہو ان مصری طبیبوں کا علاج
نام سے میرے ملی ہے انہیں تھوڑی نسبت

تلخ معلوم نہیں ہوتی کبھی میٹھی بات
مدت العمر بدلتی نہیں میری لذّت
لطف دکھلاتی ہر جاے مری میٹھی نگاہ
دی ہی خالق نے مری ذات میں نرمی لینت
ایک دم گر نہ ملے خلق کو میٹھا پانی
تشنگی سے نہ رہے اہلِ جہاں میں طاقت
ہوتا شیریں نہ اگر چشمۂ آبِ حیوان
خضر و الیاس کو جینے کی نہ ملتی لذّت
عشقِ شیریں میں جو فرہاد نے کی کوہ کنی
تھی مرے نامِ شکر بار سے اُسکو اُلفت
ہوتی شامل نہ اگر اُس میں حلاوت میری
آبِ کوثر کی کبھی ہوتی نہ تشنہ جنّت
کھاتے ہیں جھوٹا بھی میٹھی کی ہی لالچ سے سبھی
مصریوں میں ہی ہی سمرقند میں میری شُہرت
منہ شکر خورے کا شکّر سے خدا بھرتا ہے
اتنی پھر آہ حسد سے ہی تجھے کیوں حسرت
پیاری ہوتی ہی جو ہو چال بھی میٹھی میٹھی
دل میں جا کرتی ہی معشوق کی میٹھی صورت
رمزُ المؤمِن حلوٌ ویحبُ الحلوا
یاد رکھتے ہیں بدل جتنے ہیں اہلِ سنّت
سونے والوں کو اگر ملتی نہ تشبیہ میری
نیند میٹھی کو نہ کہتا کوئی خوابِ راحت"

کھارا

سُن کے تقریر یہ کھارے نے کہا واہ چہ خوش
میٹھے بھی کرنے لگے تیزی خدا کی قدرت
اے برادر نہ کر اتنی بھی تعلّی بے جا
جس سے آخر میں اُٹھانی پڑے تجھکو خفّت
جھوٹ بھی کہنا تو اتنی کہ ہو آٹے میں نمک
نہ کہ آٹے کو نمک ملکے کرے سب غارت
تیری تاثیر ہی صفراوی کو شکّر کی چھُری
میٹھا بنجاتا ہی جس کو ہو تری سے نسبت

مر ہی جاتا ہے وہ ہو جس کو مرض میٹھے کا
تیری تشبیہ سے تلوار کی میٹھی ہوئی دھار
میٹھی باتوں پہ تری کھاتے ہیں میٹھی ہی فریب
تلخ گڑ سے بھی زیادہ ہے تری میٹھی نگاہ
مردِ مؤمن کو جو ہے تجھ سے محبت کا لگاؤ
کیونکہ وہ جانتے ہیں مرد ہیں کھارا پن ہے
شان ہیں مردوں کے ارشاد ہے قوامون[ع]
میٹھی تقریر یہ کم تیری شکر پھانکنے سے
کس پہ صادق ہے نمکخوار کی تعریف تو دیکھ
تو ہے اب میری نمکخواری کا محتاج کہ میں
بے نمک میرے نہیں چلتا کبھی کام ترا
گر نہ موجود ہو تو میز پہ کچھ عیب نہیں
شاذ و نادر نہ کسی جا پہ جو میرا ہو گذر
میں اگر چاہوں تو پل میں تجھے آزاد کروں
چیز چلے یہ ترے مجھ پہ ہاں بے نمکی
ننگ ہے اہل شجاعت کو ترے نام سے بھی
بیٹھ خاموش تو گپ چپ کی مٹھائی کھا کر

باقی رہتا نہیں کچھ عضو میں زورِ شہوت
میٹھے دردوں سے نہیں کم ہے یہ تیری صحبت
کہ ہے الجنس مع الجنس کی ظاہر حُجّت
چُھری میٹھی ہے یہ گویا تری میٹھی صورت
وہ نہیں دیتے کبھی فضل کی تجھ کو نسبت
پیار کرتے ہیں فقط تجھکو سمجھکر عورت
کیسی اپنے پہ وہ پھر تیری بڑھا دیں عزت
اتنی ہانکی جو زرڑ دیر سے مجذوب صفت
کس کو عالم میں غلامی کی ہے حاصل نسبت
کیوں لگاتا ہے تو بے اصل یہ مجھ پر تہمت
کام چلتا ہے مرا ترے سوا بے دِقّت
مجھ سے خالی نہیں رہتا کوئی خوانِ دعوت
بھوکی رہتی ہے مرے کھانیکی اُدم خلقت
ابھی پلّو میں نمک باندھ کے کردوں رخصت
یہ ترا شور و شغب یہ تیری میٹھی حرفت
مرد کو گر کہیں میٹھا تو کرے وہ نفرت
کر نہ شورش کی تو میٹھوں کی طرح یہ جرأت

[ع] اشارہ بآیت شریف
الرجال قوامون علی النساء

زہر کے بدلے مجھے مار نہ شکّر دے کر
ملح کو شاہِ رسالت نے کہا نعم ادام
تھا ملاحت بھرا حضرت کا بھی وہ حُسنِ ملیح
مجھ میں افراط کا تفریط کا کچھ دخل نہیں
خوش ہیں سب میری ملاحت سے حسینانِ ملیح
ملتی ہے مجھکو جگہ شاہوں کے دسترخوان پر
بنتا ہے کانِ نمک میں مرے مردار حلال
میری تاثیر سے ہوتا ہے نجس پاک سبھی
رفت ہر چیز کہ در کانِ نمک گشت نمک
مصریوں نے کہا جس طرح سے یوسف کو غلام
شیرِ مادر جو ہوا پیدا وہ تھا اصل میں خون
گرچہ پانی میں پگھلتے ہیں نمک شکّر بھی
کو وک و پیری کیا مجھ سے ہیں خوش خاص و عوام
کامیابی کے لئے ہوں میں خوندونگا رفیق
بامزہ عمدہ نمک دار وہ ماہی کے کباب
کھائیں گے اہلِ جناں گاؤ زمیں کا بھی وہ گوشت
پیٹ میں ابر کے بنتا ہے جو میٹھا پانی

جلنا یہ تو نے کہا سب ہے ترے دل کی گھڑت
کوئی کیا کر سکے پھر اُس کا بیانِ ذلّت
بعدِ حق جنکی زمانے سے ہے افزوں وقعت
اہلِ سنّت کی طرح ہے مری اوسط حالت
جس غذا میں نہ ہوں میں نہیں ملتی لذّت
تا چکھیں اوّل و آخر میں نمک با فرحت
میرے ملنے سے نہیں رہتی ہے مے میں حُرمت
سچ تو کہہ آئے گی تیرے میں کہاں یہ صفت
شورہ بختوں کو بھی اکسیر ہے میری صحبت
کیا ہو گر تو بھی غلامی کی مجھے دے نسبت
خون میں دیکھ کہ موجود ہے کھاری لذّت
پر فنا وزن میں آنے کی ہے مجھ میں ہی صفت
کھا کے سب ہوتے ہیں سیراب مجھے بے وقت
تھوڑا کھا کر ہی تجھے پھیرتی ہے منہ خلقت
سب سے پہلے یہ غذا چکھیں گے اہل جنت
جس کی قرآں کی تفاسیر میں لکھی ہے صفت
اصل میں کھاری ہے دریا کی ہوا اُس پہ رحمت

[illegible]

[illegible]

صحتِ جسم و بدن بچنے کو بیماری سے
ہے نمک اول و آخر میں بھی کھانا سنّت

میوہ کے جھاڑوں کی دنیا میں جو ہے نشو و نما
خاک کی کھار سے ہے اصل میں اُنکی طاقت

ملح کی شان میں ارشاد ہیں کتنے اوصاف
دیکھلو چلکے کتابوں میں حدیثِ حضرت

آب ہے چشمۂ زمزم کا جو دنیا میں ملیح
اُس کی ہے کوثر و تسنیم سے بڑھ کر وقعت

ہے دوا ہر مرضِ ظاہر و باطن کے لئے
ہاضم و دافعِ اسقام و مزیلِ علّت

کھارے دریا کا جو عالم میں کیا حق نے ظہور
کھار سے اُس کے ہے ہوتا جسمِ زمین میں طاقت

ہے ثرید[2] ایک مرا بانمکین خوب و لطیف
فضل سے عائشہ صدیقہؓ کے دی ہے نسبت

لحم[3] و بر کو جو مِلا خاص سیادت کا خطاب
ایسی پھر سچ یہ تو بتا کس کو ملی ہے عزّت

پکتی ہیں عرس و نیازات میں لاکھوں دیگیں
عمدہ بریانی کی۔ تا سیر ہو کھا کر خلقت

کھانے ہیں شادی کے مہمانوں کا ہے مجھپہ مدار
ہوتی ہے کھار سے ہر چیز میں خیر و برکت

ایک ہیں دیکھ علیؑ اور نمک کے اعداد
خاص ہے شاہِ ولایت سے مجھی کو نسبت

چشمِ انصاف سے گر دیکھیں تو ظاہر ہے یہ بات
نمکیں چہرۂ دلبر سے ہے سب کو رغبت

بھولے بھٹکے سے کبھی تجھکو بلا لیتے ہیں لوگ
رات دن مجھ سے رہا کرتی ہے سب کو اُلفت

گریز بطرفِ مدحتِ شاہ

تونے اے میٹھی میاں کھارے جوابات سنے
سچ تو کہہ اور بھی باقی ہے تری کچھ حجّت

پیٹ میں باقی حسد کا ہے اگر میٹھا درد
کر لے حاصل نمکِ شور سے مرے صحت

---

[2] اشارہ بطرف حدیث آنحضرت فضل الثرید علی سائر الطعام کفضل عائشہ علی سائر النساء

[3] یعنی حدیث سید الطعام البر و اللحم

یہ نہیں ہے تجھے منظور تو چل شاہ کے پاس
ملے انصاف کی تا دونوں کو شہ سے لذت

شاہِ آصف کے ہیں ہم دونوں نمکخوار قدیم
فیصلہ دونوں کا وہ کرکے کریں گے رخصت

مطلع مدحت شاہ

یعنی وہ بادشہِ مُلکِ دکن ذی فطرت
میر محبوبِ علی شاہ سکندر شوکت

رونقِ تاج و نگین شاہِ سلیمان صولت
رشکِ جمشید و فریدوں شہِ دارا حشمت

آصفِ عہد سلیمانِ زماں شاہِ نظام
فخرِ کیخسرو و سلطانِ فلاطوں فطرت

ذی کرم رستمِ دوراں وارسطوئے زماں
والیٔ مُلک حضورِ دکن اعلیحضرت

منبعِ جودِ اتم معدنِ الطاف و کرم
مخزنِ علم و ہنر صاحبِ جاہ و رفعت

فتح جنگ اعظمِ اعیانِ جہاں آصفجاہ
ناصرِ دولتِ اسلام و معینِ ملّت

جگ میں ہے شہرۂ آفاق ملاحت اُسکی
تا بہ قندھار ہے شیریں سخنی کی شہرت

شہ کی چل سالہ ہے یہ سالگرہ کا جلسہ
ہے جو ہر ایک جگہ مجمعِ بزمِ عشرت

خوانِ دعوت پہ جو ہیں جمع یہ کھارے میٹھے
شکر و شیر کے مانند ہیں ہم با اُلفت

شہ کے خوانِ کرم و فضل کے ہیں فی للّہ ربا
جتنے آتے ہیں نظر ہم کو یہ اہلِ دعوت

ذاتِ پاک اُسکی ہے انوارِ کراماتِ جہاں
ہر مسِ قلب کو اکسیر ہے اُسکی صحبت

مصدرِ فضل و کرامات فریس اور زکی
صاحبِ دانش و فرہنگ و زکا ذی فطرت

مرجعِ اہلِ ہنر مظہرِ آیاتِ کمال
قدر دانِ شُرفا فیضِ رسانِ خلقت

کیوں نہ دشمن کی اشارے سے کرے قطع امید
ابروئے خاص ہیں موجود ہی خنجر کی صفت
ہوتا ہے راہ میں اسطرح سواری کا عبور
جیسے گلزار میں بہتی ہی نسیم فرحت
عادل و باذل و ذی فطنت و علامۂ عصر
حامی دین متیں نور چراغ ملت
شہ کے اخلاق کی کیوں دہر میں پہنچے نہ ضیا
جلوہ گر ہے رخ روشن سے خدا کی قدرت
خنجر شہ سے کرے قصد جو دم بازی کا
موت دم بھر کی عدو کو نہ کبھی دے مہلت
عدل شہ سے نہیں کچھ بکریوں کو شیر کا خوف
ملی چوپانی کی ہی گرگ کو اُن پر خدمت
شاعر و عاقل و ذی فہم و ذکی تیز قلم
ماہر و علم و ہنر واقف رمز و حکمت
وصف میں اُس کے پھر اک مطلع پرزور پڑھوں
تا ہو تحسیں کی صدا زیب بیان خلقت

مطلع دوم

شاہ کو دی ہی خدا نے وہ شجاعت کی صفت
رستم و سام و نریماں کے ہے دل میں ہیبت
در پہ حاضر ہیں کمربستہ بہم فتح و ظفر
بند شمشیر سے گویا کہ بندھی ہے نصرت
ظلمت ظلم کا باقی نہ رہا دہر میں نام
شاہ جس دن ہی اورنگ نشین عزت
ہر جگہ دہر میں ہی اُس کی سخا کا چرچا
بھول جائیگی نہ کیوں حاتم طے کو خلقت
شہ عادل کی عدالت کا ہی جب سے شہرہ
باگ بکری کو ہی اک گھاٹ میں باہم الفت
قصد سے تیز ہی جو شاہ کے توسن کا خرام
صرصر و باد صبا میں یہ نہیں ہے عجلت
فیل خاصہ نہو کیوں وسعت عالی کا کفیل
ہے مقام قدم رفعت اعلی حضرت

رجوع بہ تصفیہ مناظرہ

پُرنمک کھارے کا سنکر یہ کلام پُرشور
میٹھا کہنے لگا بس اب نہ کر آگے حجت

میں بھی راضی ہوں کہ جو شاہ کرینگے فیصل
اُس کی تعمیل میں ہم کچھ نہ کرینگے علت

الغرض دونوں بہم حاضر دربار ہوئے
شاہ کے روبرو اپنی سی بنا کر صورت

شاہ نے دیکھ کے دونوں کو یہ ارشاد کیا
کس لئے آئے ہو بے وقت خلافِ عادت

خاصہ کے وقت حضوری ہے تمہاری لازم
آنا بیوقت نہیں خالی ہے کچھ از علت

عرض دونوں نے کیا سچ ہے یہ ارشاد حضور
جلسۂ سالگرہ میں تھی ہمیں بھی دعوت

میٹھی تقریر سے جب بڑھ گئی ہم دونوں میں بات
شورہ پُشتی کی بہم پہنچگئی تھی نوبت

اِس لئے آئے ہیں ہم دونوں بہم فریادی
تا کہ اِس جھگڑے کو فیصل کریں اعلیحضرت

شاہ نے سن کے بیاں دونوں کا یہ فرمایا
دل میں تم دونوں کے افزود ہے نفسانیت

بڑھ گئی تم میں اسی سے ہے خصومت باہم
اِس لئے کرتے ہو اک دوسرے کی تم خفت

فیصلۂ شاہ

گرچہ میری ہی طبیعت کو ہے کھارا ہی پسند
پر نہیں میٹھی کے کھانے سے مجھے کچھ نفرت

خواہشِ نفس کو لیکن میں نہیں دیتا ہوں دخل
کیونکہ ہے عیب دمِ عدل بلحاظِ رغبت

میں نہیں کرتا ہوں اسوقت کسی کا کچھ پاس
وہی کہتا ہوں جو ہے قابلِ عدل و نصفت

کرو تم دونوں نہ اک دوسرے کو اتنا ذلیل
جس سے پیدا ہو خرابی کا اثر اور ذلّت
خوانِ نعمت کے قدیمی ہو ملازم دونوں
شکر و شیر کے مانند رہو با اُلفت
دونوں کی شان میں جتنے ہیں احادیثِ نبی
اُن کے معنی میں نہ پیدا ہو کہیں کچھ علّت
سب برابر ہیں دونوں کے فضائل جزئی
نہ رہے ایک کو پھر دوسرے سے کچھ نفرت
مائدہ حق سے جو نازل ہوا میٹھا کھارا
من و سلوے میں بھی دونوں تھے شریکِ دعوت
کیا رزّاق نے جب دونوں کو کھانمیں شریک
پھر بیاں کیسے کوئی کر سکے اُن کی خفّت

دُعا برائے شاہ

ہو کے خوش دونوں نے دی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا
رو بقبلہ تہِ دل سے بہ خلوصِ نیت
کھارے اور میٹھے کا تا دہر یاں رہے ظہور
شاہِ آصف کا کُشادہ رہے خوانِ نعمت
باحلاوت رہے خورسند جہاں میں دائم
ہم نمکخواروں پہ یہ سایۂ ربّ العزّت
جلسۂ جشن یہ اس کا رہے عالم میں مدام
سب ہوا خواہ رہیں ملکے شریکِ دعوت
شہ کے برآئیں زمانے میں مراداتِ دلی
کٹے ہر روز مسرت میں بعیش و عشرت
درِ دولت کے جو دشمن ہوں رہیں خوار و ذلیل
رہے آباد ہمیشہ یہ بہ فتح و نصرت

یہ دُعا سُن کے معلّیٰ کہو تم بھی آمیں
کہ دعا گوئی ہے آبائی تمھاری خدمت

در مدحِ حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

صبا کی سن کے چمن میں وہ شور و غل سن سن
زبانِ حال سے شاکر ہے ہر گلِ سوسن
خرامِ ناز سے خوبانِ باغ کا وہ چلن
وہ سرو کا لبِ جو طنطنہ وہ قد کی پھبن
گھٹا ہے چھائی ہوئی ہر طرف سے بادل کی
جھکی ہوئی ہے صراحی کی شرم سے گردن
مشامِ جاں ہے معطر گلاب کی بو سے
مہک رہی ہے ہر اک سو جو نکہتِ گلشن
گلے کا ہار کہیں ہو نہ خارِ گردشِ دہر
اٹھائے ناز سے خوبانِ باغ ہیں دامن
بشکلِ نائی گلِ زنبق و گلِ شبو
کہیں بجاتا ہے شہنائی اور کہیں ارگن
ہر ایک سمت سے جاں بخش چل رہی ہے ہوا
بہارِ عیش سے پھولا پھلا ہے سب گلشن
وہ عندلیب کی نغمہ سرائیاں سنکر
ہیں گوشِ گل کی طرح دنگ نونہالِ چمن
وہ قمریوں کی صدا کوکنا وہ کوئل کا
وہ چہچہے گل و بلبل کے اور وہ صوتِ حسن
بجا رہے ہیں جلاجل چمن میں برگِ شجر
ہیں راگ مالے کہیں بجتے اور کہیں ارگن
ہے دورِ ساغرِ مے بزمِ عیش میں جاری
جھکا کے شرم سے بیٹھا ہے محتسب گردن
ہے اعتدال پہ ہر گلرخِ چمن کا مزاج
کہ چل رہی ہے بہت معتدل ہوائے چمن
ہر اک قرینے سے سامانِ عیش ہے رکھا
بنا ہے باغ خوشی اور سرور کا معدن
جو اتفاق سے میں بھی بسیرِ باغ چلا
نگاہِ خاص سے محوِ نظارۂ گلشن

تعجبانہ تماشائیوں سے کرکے خطاب   یہ میں نے پوچھا کہ اِس جا ہے کون جلوہ فگن
یہ جمگھٹے ہیں خوشی کے ہر ایک جا کیوں جمع   ہر اک طرف ہیں چراغانِ عیش کیوں روشن
وہ ہنس کے کہنے لگے کیا تجھے نہیں معلوم   کہ شہ کی سالگرہ کا ہے جشنِ سِرّ و علن
وہ شاہِ عادلِ دوراں کہ جسکے عدل سے آج   ہے گوسپند کا اور شیر کا بہم مسکن
سُنے جو حال سخاوت کا اُس کی حاتم طی   بہ شوق دید لحد سے چلے بسوئے دکھن
جہاں میں اُس کی شجاعت کا جب سے ہے شہرہ   چھپے لحد میں نریمان و سام و گیو و پشن
بشکلِ زال ہوا ہیبت سے رستمِ سکزی   بسانِ موم گلے خوفِ جاں سے روئیں تن
زبانِ کلک سے کیا ہوں رقم صفاتِ جمیل   ہے جس کے خُلق کا شہرہ زِ روم تا لندن
پڑھوں میں مطلعِ برجستہ بزم میں اک اور   ہیں جمع باغ میں سب شاعرانِ ہند و دکن

مطلع دوم

نظامِ ملک شہِ ذی پناہ صاحبِ فن   سخی کریم شجاعت کا خُلق کا معدن
نہیں عدیل زمانے میں اس کا اب کوئی   نہیں نظیر کوئی اس کا زیرِ چرخِ کہن
نیام و تیغ سے اس کے بندھی ہے فتح و ظفر   ہے شہرہ اُس کی شجاعت کا روس تا جرمن
ہیں ظلِّ عاطفتِ حق میں دوست سب اُسکے   ہے زیرِ خنجرِ خونخوار گردنِ دشمن
ہو اُس کے جود سے محتاج بھی غنی پل میں   ہُما کے طرح سے ہو جس کے سر پہ سایہ فگن
صفائے رخ سے زمیں کھول دے گرہ دل کی   دکھا دے زلف کی کوئی حسیں اگر اُلجھن

چھپا کے ابر میں رخ بھاگے مہر آگے سے
کہیں سے دیکھ لے بدلی ہوئی اگر چتوں
ہے وصفِ شاہِ دکن حیطۂ قلم سے بروں
لکھے تو کیا لکھے تعریف کوئی اہلِ سخن
یہی ہے بس کہ کروں ختم میں دعا پہ کلام
کہ ہوں قدیم نمکخوارِ پادشاہِ زمن
الٰہی تا یہ رواں دورِ چرخِ گردوں ہے
ہے تا یہ رشتۂ تارِ حیات زیبِ بدن
رہے یہ رشتۂ عمرِ حضور مستحکم
نہ پہنچے ان کو کبھی صدمۂ فساد و فتن
بہ ظلِّ عاطفتِ شاہ آل اور اولاد
رہیں خوشی سے زمانے میں سو ہزار قرن

قبول کر مرے مولا دعا معلّیٰ کی
ترے ہی فضل پہ ہے سب مدارِ اہلِ دکن

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

شہرت ہے ساقیا جو ترے فیضِ عام کی
حسرت بھری ہے دل میں مرے ایک جام کی
وہ جامِ مے کہ علّت و مشرب میں ہو حلال
اُس پر نہ رہ سکے کوئی تہمت حرام کی
ابرِ سیاہ مست کی گھنگور یہ گھٹا
کہسار پر ہے چھائی ہوئی دھوم دھام کی
خمخانۂ کرم سے ترے جلد ساقیا
وہ دے شرابِ خاص جو ہے تیرے کام کی
حسرت ہے جامِ بادۂ خورشید رنگ کی
صورت بنے ہلال نہ ماہِ تمام کی
خمخانے میں بنا رہے میرا وہ ہمنشیں
مہلت نہ محتسب کو ملے روک تھام کی

پیرِ مغاں بھی دخترِ رز کا بنے مرید
بیعت نصیبِ شیخ کو ہو شیخِ جام کی

کیفیتِ خمار میں اُس کے نہ ہو کمی
لکھدے سند وہ شوق سے شہرِ مُدام کی

سرمست ہو کے حُبِّ خدا و رسول میں
شاغل رہوں دعا میں شہِ نیک نام کی

دوں دوں صدائے تہنیتِ شاہ کیوں نہ میں
نوبت یہ دے رہی ہے خبر صبح و شام کی

یعنی نظامِ ملک شہِ آصفِ زماں
شُہرت جہاں میں جسکی ہے خوش انتظام کی

اخلاق میں ہے اُس کے مسخر دلِ جہاں
کیا جال ہے بچھائی ہوئی اس کے دام کی

مقبولِ خلق اُس کے ہیں اخلاق سب حسن
توصیف کیا کروں شہِ عالی مقام کی

حامی ہیں جس کے حضرتِ محبوبؒ اور علیؑ
اِس نام کو ملی ہے مدد دونوں نام کی

یہ بھی اُسی کے وصف کا ہے فیض لاکلام
پُر ذائقہ جو طرز ہے میرے کلام کی

وہ شاہِ شاعراں ہے لکھوں کیوں نہ میں بھی شعر
لازم ہے مقتدی پہ اطاعت امام کی

وصفِ کمالِ شاہ کے باعث ہے کیا عجب
وقعت بڑھے جو اِس غزلِ ناتمام کی

مطلع دوم مدحیہ

مدحت لکھوں میں کیا شہِ عالی مقام کی
طاقت ہے طاق خامۂ نازک خرام کی

سنتے تھے مدح سلطنتِ روم و شام کی
حالت ہے چشم دید ترے انتظام کی

اے شہ نظامِ ملک ترے حال پر مدام
کافی مدد ہے حضرتِ خیر الانام کی

خاتم کہیں گے کیوں نہ سلیمانِ جن و انس
ہو مُہر جس نگینے پہ آصف کے نام کی

شاہِ دکن کی ہیبتِ شمشیرِ عدل سے
کانپیگی روحِ رستم و گودرز و سام کی
خُلقِ حسن نے تیرے مسخر کیا جہاں
خواہش ہے آہوانِ رمیدہ کو دام کی
شانِ کلامِ شہ جو کلام الملوک ہے
مشہور سچ مثل ہے ملوک الکلام کی
اعدا میں بھی تیرے کلام و کمال ہے
تعداد حق نے رکھی ہے امن وزنام کی
کاملِ کمال ملکی برائے شہِ دکن
مقلوب بعض میں بنی صورت کلام کی
خاکِ قدم کے رتبہ والا کو دیکھ کر
گردن خمیدہ چرخ نے بہرِ سلام کی
کیا کر سکے گا رشتۂ اُمید کو تہی
ہے طولِ عمر شاہ کو نسبت دوام کی
گھٹ گھٹ کے رشکِ عارضِ پُرنورِ شاہ سے
صورت ہلال کیوں نہ ہو ماہِ تمام کی
چیں برجبیں ہوں سامنے تُرکانِ چیں اگر
ترکِ نگہ نے بات میں ترکی تمام کی
باطن ہو کیوں نہ پاک ترا صاف اور صفا
ہے اصل نقطہ آصفِ ذی احترام کی
ٹھوکر لگا کے چرخ نے زیر زمیں کیا
جم نے عدد بیں کی جو مساوات بام کی
مشہورِ خلق ہوتی سخاوت تری اگر
شُہرت جہاں میں ہوتی نہ حاتم کے نام کی
مخلوق تیرے عہد میں آزاد غم سے ہے
ہے میرِ گنجفہ میں بھی بازی غلام کی
روشن دلی کی تیری چمک کیسے چُھپ سکے
تیغِ ہلال کو نہیں حاجت نیام کی
طبعِ رواں کی مجھ کو روانی پہ ناز ہو
تعریف اگر لکھوں فرسِ خوشخرام کی
رفتار راہوار سے بادِ صبا کو بھی
پھر دوڑ میں نہ مل سکے نسبت قیام کی
تیرے سمندِ تیز سے گر ہمسری کرے
طاقت رہے نہ وہم میں بھی ایک گام کی

پہونچے غبارِ توسنِ شاہِ دکن اگر
چھپ جائے چھپت بھی اس فلکِ سبز فام کی
خارج حدِ بیانِ زبانِ قلم سے ہے
توصیف فیلِ خاصہ شاہِ نظام کی
جب اُس کے وصف کا کوئی ہوتا نہیں کفیل
اک شعر پر ہی اس کی ثنا اختتام کی
دہلیز شاہ کو کعبۂ مقصود جان کر
لے راہ بھول کر بھی نہ بیت الحرام کی
سب مِل کے اک زبان سے مداح ہیں ترے
خلقت فرانس و روس و حلب روم و شام کی
مخلوق غیر ملکی و اربابِ اہلِ مُلک
اے شاہ مدح خواں ہے تیرے فیضِ عام کی
ہوتا کبھی نہ اشرفی مہر کا چلن
ہوتی نہ مہر سکہ میں گر تیرے نام کی
حاسد ترا ہزار کرے سرد مہریاں
پہنچے نہ مغزِ عوک میں نوبت زکام کی
خواہش صلہ میں کیا ہو زر و مال کی مجھے
محتاج جنسِ وصف نہیں کھوٹے دام کی

مطلع سوم دعائیہ

خدمت میں التجا ہے یہ ہر خاص و عام کی
مانگیں سلامتی شہِ عالی مقام کی
ہر دم دعائے شہ کے سوا مجھکو اور کچھ
خواہش نہیں ہے مال و زر آب و طعام کی
دِل سے کریں دعا ہی باخلاص اٹھا کے ہاتھ
درج اُس دعا میں بات ہو سب کام کام کی
گر دیر ہے دعا میں تو آمین ہی کہیں
تائید ہی کریں مرے خالِص کلام کی
باقی جہاں کا تا رہے یارب یہ سلسلہ
جب تک لگی ہے دہر کو نسبت قیام کی
آصف کو جاہ و ملک سلیماں حصول ہو
ملجائے عمرِ خضر علیہ السّلام کی

یارب یہ شاہ ملک دکن فضل سے تیرے
ہیبت سے تیغ شاہ کی دشمن کا دل کٹے
دائم رہے پناہ میں خیر الانام کی
نوبت نہ آنے پائے خروجِ نیام کی
افزوں شہِ دکن کی معلّیٰ ہو عزو جاہ
بڑھتی رہے جہان میں دولت نظام کی

مسدس در مدح حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

نظام الملکِ عالم تا سپرِ نوعِ انساں ہو
خیالِ عدل تا محبوبِ طبعِ شاہ و سلطاں ہو
نگینِ خاتمِ ہستی پہ تا نامِ سلیماں ہو
سپہرِ ناظمِ دورِ جہاں تا نظمِ دوراں ہو
علم شاہی کا جب تک اور علم کی تا علو شاں ہو
نظام الملک آصفجاہ یارب شاہِ شاہاں ہو

درِ محبوب پر تا عاشقونکی جبہہ سائی ہے
یہ دونوں نام کی تعریف میں تا رہنمائی ہے
علیؑ شیرِ خدا کو تا دمِ مشکل کشائی ہے
ہر اک دشواری و مشکل کی تا اُن سے بھلائی ہے
تری ہر مشکل اے شاہ دکن عالم میں آساں ہو
ترا حامی علیؑ مشکل کشا محبوب سبحاںؒ ہو

سحابِ بخششِ حق سے ہو تا یم کو فراوانی
بسوئے ابر جب تک آبِ دریا کی ہو جولانی
کفِ امواجِ دریائے کرم کو تا ہو طغیانی
برستا تا رہے عالم میں ابرِ فیض سے پانی

تری جود و سخا کا ہر بشر اے شہ ثنا خواں ہو
تری ذاتِ مبارک بحرِ رحمت ابرِ نیساں ہو

شرابِ عشق کا معدن ہے تا خمخانۂ وحدت
ہے اس بادہ میں جب تک نشہ و مستی کی کیفیت
خلائق کی ہے سوئے بادۂ توحید تا رغبت
خمارِ عیش و عشرت سے ہے تا میخوار کو نسبت

تری سرشاریٔ محفل کا جامِ جم کو ارماں ہو
تری بزمِ طرب میں دورِ جامِ عیش ہر آں ہو

اثر جب تک ضیائے نور کا باقی رہے جاں میں
تجلی روشنائی کی ہو تا سروِ چراغاں میں
چمک ہو پرتوِ خورشید کی لعلِ بدخشاں میں
ملے روشن دلوں کو لطف تا انوارِ ایماں میں

ضیائے رُخ تری غیرت فزائے مہرِ تاباں ہو
ترا یہ جلسۂ سالِ ولادت زیبِ دوراں ہو

شہانِ دہر میں باقی ہے تا نسبت عدالت کی
ہے جب تک تاجداروں کو ہوس تخت اور دولت کی
تمنا تا جہاں میں حاکموں کو ہے حکومت کی
امیروں کو ہے تا دنیا میں خواہش نام و نوبت کی

ترا اورنگِ شاہی غیرتِ تختِ سلیماں ہو
فلک زیرِ نگیں ہو ہفت کشور زیرِ فرماں ہو

زمانے میں ہے جب تک نام باقی شادمانی کا
وثیقہ خضر کو جب تک ہے عمرِ جاودانی کا
اثر تا عالمِ ہستی میں ہے فرحت رسانی کا
بہارِ باغِ عالم میں ہے تا گُل مہربانی کا

ترا دل اے شہِ جم جاہ دائم شاد و فرحاں ہو

ہمیشہ تیرے گھر عیش و طرب شادی کا ساماں ہو

حرم اور دیر میں جب تک کہ یہ آثار باقی ہیں
نشانِ رشتہ ہائے سبحہ و زُنّار باقی ہیں

بہم جھگڑے میانِ کافر و دیندار باقی ہیں
ظہورِ کفر و ایماں کے یہ تا اسرار باقی ہیں

ترا در مرجعِ کُل مصدرِ اغراضِ انساں ہو
ترا مدّاح عالم میں ہر اک ہندو مسلماں ہو

ہے جاری ابرِ نیساں کا کرم تا بحرِ عمّاں پر
صدف کے جسم کا تا دل ہے مائل گوہرِ جاں پر

ہے تا دریائے رحمت کا اثر ہستی پر انساں پر
نظر قطرہ کی تا خالق کے ہے فیضِ دُر افشاں پر

درِ مقصود سے خالی کبھی تیرا نہ داماں ہو
ہمیشہ کامیابی سے شہا دل تیرا فرحاں ہو

حوادث پر رواں تا بادبانِ دورِ عالم ہے
ہوا میں ہل رہا تا پردۂ زنگار کا دم ہے

طنابِ بے ستوں پر تا قیامِ چرخِ پُرخم ہے
سفینہ ابر کا جب تک روانہ جانبِ یم ہے

تری اس کشتیٔ اجزائے تن کا حق نگہباں ہو
تری دریا دلی سے دور پیچِ موجِ طوفاں ہو

ہر اک بندہ پہ ہے تا فیضِ انعامِ الٰہی کا
ہر اک دل تا رہے اُمیدوارِ انعامِ شاہی کا

عطا رزّاق کی تا رزق ہے ہر مرغ و ماہی کا
بہی خواہوں کو تا دعویٰ ہے اپنی خیرخواہی کا

کشادہ سارے عالم میں ترے انعام کا خواں ہو
خمیدہ گردنِ مخلوق زیرِ بارِ احساں ہو

دلِ شاعر کو تا فرحت رہے اشعارِ رنگیں سے — سخن گویوں کو تا نسبت رہے نظمِ خوش آئیں سے
تعلق نثرِ طائر کو رہے تا نظمِ پرویں سے — ہو تا قدرِ سخن ہر قدرداں کو چشمِ حق بیں سے

زباں تیری معلّٰی وصفِ شہ میں گوہر افشاں ہو
(غفراں مکاں علیہ الرحمۃ)
ترا ممدوح دائم میر محبوب علیخاں ہو

مسدس

(جو)
مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد دکن کے سالانہ جلسہ میں پڑھا گیا تھا

اُمّ الصّفاتِ خالقِ کون و مکاں ہے علم — عالم تمام جسم ہے رُوحِ رواں ہے علم
بے مثل وصفِ حضرتِ ربِّ جہاں ہے علم — حق پوچھئے تو پہلی خدائی کی شاں ہے علم
کونین میں ظہورِ شیونِ عظیم کا
جاری ہے فیضِ علم خدائے علیم کا

اعیانِ ثابتہ سے جو ہر اک ظہور ہے — دراصل علم حضرتِ ربِّ غفور ہے
پھیلا اسی کا سارے زمانے میں نور ہے — روشن اُسی چراغ سے ہر شمعِ طور ہے
عالم میں جو اُمورِ سپید و سیہ کے ہیں
جلوے تمام یہ صُوَرِ علمیہ کے ہیں

علمِ خدائے پاک کا کیا وصف ہو بیاں
دخلِ حدوث وصفِ قدیمی میں ہے کہاں
ظاہر ہے وہ جنابِ الٰہی کی خاص شاں
مطلق کا حال کیسے مقیّد پہ ہو عیاں
چھوٹی زباں سے کیسے بڑی بات بن سکے
دریا کا پانی چھلنی میں کسطرح چھن سکے

حادث جو علم عکس ہے علمِ قدیم کا
پھر ہم ادائے وصف کا دعوےٰ کریں تو کیا
وصف اُس کا بھی تو ہم سے نہیں ہو سکا ادا
خود علم اُس کا پورا کسی کو نہیں ہوا
جب رَبِّ زِدْنِی علما کا حضرت کو حکم ہے
ہر کوئی اُس کے دعوے میں ہے صُمّ بُکم ہے

جس علم کی طلب پہ ہیں مامور اہلِ دیں
تا بے نصیب اُس سے نہ رہ جائے عالمیں
ظاہر فضائل اُس کے تو کرنا ہی بالیقیں
اُس کی طلب ہے فرض ہو گرچہ بہ ملکِ چیں
یہ علم وہ ہے جس پہ ہے ایمان کا قیام
دنیا و دیں کا اِس پہ ہے موقوف انتظام

اِس پر تمام اصلِ تمدّن کا ہے مدار
دنیا و آخرت کا اُسی پر ہے انحصار
ہمدرد و اتفاق کا ہے وہ مآلِ کار
اوصاف اُس کے گرچہ ہیں بے حد و بیشمار
لکھتا ہوں اُس کے چند فضائل میں مختصر
جس کی ملی ہے مجھکو احادیث سے خبر

ہوتی اسی سے حق کی شناسائی ہے حصول
ہوتے اِسی سے کام ہیں بندوں کے سب قبول

سب کا رنیک کے ہیں اسی میں عیاں اصول
عاجز ہیں جن کی فہم سے جہّال کی عقول

نورِ قدیم چمکے جو یہ رہنمائی کا
ہو جائے گُل چراغ نئی روشنائی کا

تحصیلِ علمِ دیں ہے فزوں تر جہاد سے
ہوتے عمل قبول اسی کی ہیں یاد سے
بچتا ہے مومن اس کے ہی باعث فساد سے
محفوظ رکھتا ہے یہ حوادث کی باد سے

دونوں جہاں میں باعثِ امن و اماں ہے یہ
امراضِ باطنی کا مسیحِ زماں ہے یہ

اِس علم ہی سے دونوں جہاں کی نجات ہے
نارِ سقر سے بچنے کی کامل برات ہے
سرمایۂ ممات و متاعِ حیات ہے
کونین کا وسیلہ یہی ذی صفات ہے

دنیا و آخرت کا سکھاتا ہے کام یہہ
دونوں جہاں میں کرتا ہے بس نیک نام یہہ

مہرِ شرف ہے بُرجِ سعادت کا ماہ ہے
جنت کو پہنچ جانے کی سیدھی یہ راہ ہے
دنیا و دیں میں باعثِ امن و رفاہ ہے
رہبر یہی ہے ہادیِ راہِ الٰہ ہے

طالب جو اِس کے ہیں وہی مؤمن سعید ہیں
قطعی جہنمی ہیں جو اس سے بعید ہیں

اِس کی طلب میں لوگ جو گھر سے کریں سفر
بحکمِ خدا سے آکے ملائک بہ کرّ و فر
اُن کے قدم کے نیچے بچھاتے ہیں اپنے پر
ارشادِ شاہِ دیں سے ہے ثابت یہ خبر

ان عالموں کا وزن سنا ہے بہ یوم دیں
ہوگا زیادہ خون شہیداں سے بالیقیں

اِس علم کے حصول سے غفلت ہے کیوں تمھیں
گھیرا ہوا خیالِ جہالت ہے کیوں تمھیں

اِس کی طلب ہی باعثِ ذلت ہے کیوں تمھیں
اِس بے بہا خزانے سے نفرت ہے کیوں تمھیں

بدنام کرتے کیوں ہو بزرگوں کے نام کو
سوچو ضرور اپنے تم ہر ایک کام کو

شرماؤ اہلِ مذہبِ باطل کو دیکھکر
مصروف اپنے دین کے ہیں کاموں میں کسقدر

حالات پر تو اُن کے کرو غور سے نظر
کیسی خوشی سے دیتے ہیں امدادِ مال و زر

تم ہو کہ تم کو کچھ نہیں اسلام کا خیال
اسلاف پر نظر ہے نہ کچھ نام کا خیال

تم کو نہ دینِ حق کا کبھی کچھ خیال ہے
ہوتا فضول کاموں میں سب صرفِ مال ہے

کچھ خوفِ عاقبت ہے نہ فکرِ مآل ہے
غفلت کا کسقدر پڑا آنکھوں پہ جال ہے

مائل نہ اِس طرف کبھی کرتے ہو دل کو تم
مقصود جانتے ہو فقط آب و گِل کو تم

سوچو تو علمِ دیں کی نہ تائید ہو اگر
ہوگا غلو مذاہبِ باطل کا کس قدر

دارومدار دین کا ہے جس پہ منحصر
اولاد کی ہی خوبی پہ کچھ تو کرو نظر

مقصود اہلِ علم اگر ہوں جہان سے

اعدائے دیں کی نیچ نہ سکوگے زبان سے

دینی نہ مدرسوں کا وجود اب جہاں میں ہے
گویا کہ ایک روح زمانے کے تن میں ہے
اک مدرسہ نظامیہ مُلکِ دکن میں ہے
خوبی کا جسکی شہرہ ہر اک اہلِ فن میں ہے
آتے ہیں لوگ اُٹھا کے یہاں سختیِ سفر
تحصیلِ علمِ دینی سے ہوتے ہیں بہرہ ور

چند اہلِ دیں کی ذات پہ اسکا ہے انتظام
اُس کو خدا رکھے معہ اولادِ نیک نام
حامی فقط ہے خرچ کا اُس کے شہِ نظام
باعدل و داد دہر میں وہ خوش رہے مدام
ادنیٰ اُسی کی ایک توجہ کا ہے ظہور
اِس مدرسہ کا پھیلا زمانے میں ہے جو نور

ہرچند مدرسہ جو یہ مصروف کار ہے
مصرف کا جس کے شہ کی عطا پر مدار ہے
جس پر نزولِ رحمتِ پروردگار ہے
چند امر میں ترقی کا اُمیدوار ہے
کثرت جو طالبین و حوائج کی بڑھ گئی
افزودِ خرچ سے کمی آمد میں پڑ گئی

آتے ہیں جو یہاں طلبا دُور دُور سے
مدراس۔ دہلی۔ لکھنؤ اور رام پور سے
ترک و حجاز و مصر سے غزنین سے غور سے
ہو کر جدا وطن کے سب اپنے اُمور سے
شوقِ حصولِ علم میں راہِ خدا کے وہ
آتے ہیں سختیوں کو سفر کی اُٹھا کے وہ

اِن شوقیوں کی تاب مُدارا نہیں ہمیں
واپس بھی اِن کو کرنا گوارا نہیں ہمیں
اور بارِ صرف اُٹھانیکا یارا نہیں ہمیں
اِس کے لئے کہیں سے سہارا نہیں ہمیں
محتاج مدرسہ ہے اِسی انتظام کا
آمد پہ ہی مدار ہے ہر ایک کام کا

اِن اہلِ شوق کیلئے کھانا ضرور ہے
رہنے کے واسطے بھی ٹھکانا ضرور ہے
اُن کے لئے لباس بنانا ضرور ہے
درس اور کتب کا خرچ اٹھانا ضرور ہے
آمد کے مد سے خرچ کا مد ہے بڑھا ہوا
ہے جس کا بار چند سخی پہ پڑا ہوا

حضراتِ مؤمنین سے ہماری ہے التجا
اِس کارِ خیر کی بھی تو جانب ہو رخ ذرا
دنیا کے کام میں تو ہو مصروف برملا
آخر یہ آخرت میں تمہیں کام آئے گا
کرتے ہو صرف سیکڑوں کارِ فضول میں
دو کچھ کبھی تو راہِ خدا و رسولؐ میں

فضلِ خدا سے لاکھوں ہی مومن دکن میں ہیں
نام آوری کے شہرۂ آفاق فن میں ہیں
مشہور اہلِ خُلق و سخاوت زمن میں ہیں
اکثر غیور و اہلِ سخا مرد و زن میں ہیں
گر مدرسہ پہ لطف کی ادنیٰ نظر کریں
دامن کو اُس کے گوہرِ مقصود سے بھریں

ادنیٰ سے ادنیٰ کس اگر اک دو آنہ دیں
اور ہفتہ عشرہ میں بھی نہیں وہ مہانہ دیں

اس سے بھی کچھ زیادہ اگر دیں وہ یا نہ دیں
ہر حال کچھ تو دیں وہ کسی بھی بہانہ دیں
دنیا ہے کارِ خیر کا رکھیں یہ خوب یاد
ناٹک کے کچھ ٹکٹ کی رقم سے نہیں زیاد

دوگے یہاں جو ایک تو دس بدلے پاؤگے
جنت میں بھی مزے تم اسی سے اڑاؤگے
اس کی مدد میں تم نہ اگر کام آؤگے
سمجھو یقیں کہ نارِ جہنم میں جاؤگے
ادنیٰ سی بات کیلئے کیوں زک اُٹھاتے ہو
راہِ خدا کو چھوڑ کے آتش میں جاتے ہو

ہے تم کو پاسِ عزتِ اسلام کچھ اگر
اِس دینی مدرسہ کی طرف بھی کرو گزر
سب اُس کے حالِ ابتر کو دیکھ کر
ممکن ہو جتنی اُس پہ کرو لطف کی نظر
غیرت تمھاری کرتی ہے کیا بات یہ قبول
پاکر عروج مدرسہ حاصل کرے نزول

انجامِ کار دل میں ذرا اپنے سوچ لو
سنکر یہ حق کلام نہ آزردہ دل میں ہو
یہ پند خیر خواہ کی دل جان سے سنو
دنیا میں رہ کے جانبِ دیں بھی تو رخ کرو
دُنیا نہ بہرِ خواب و خور و مقدرت ہی ہے
سمجھو ذرا کہ مزرعۃ الآخرت بھی ہے

یہ سامعہ خراشیٔ حضرات میں نے کی
اِس کے سبب سے آپ کو تکلیف بھی ہوئی
عفوِ قصور کا ہوں ندامت سے ملتجی
کرتا دعا پہ ختم ہوں آمیں کہیں سبھی

یارب ہی تو غنی ترے محتاج ہم ہیں سب
خواہاں مدد کے تیرے سے ہی آج ہم ہیں سب

تیرے حبیبِ پاک کی اُمّت جو ہی تباہ
پھیر اِن کو راہِ دیں کی طرف ہے جو سیدھی راہ
صدقے سے اپنی شانِ کریمی کے اے الٰہ
سُن لے یہ التجائے معلائے داد خواہ

کر کے ہمارے سارے گناہوں سے درگذر
اپنے کرم سے لطف و عنایت کی کر نظر

واقف ہی تو کہ خاص[1] جو بندہ ہی اک ترا
روشن ہو دینِ پاک ترا تا کہ جا بجا
قائم ترے بھروسہ پہ یہ مدرسہ کیا
اُس مدرسہ کو تو ہی اب آفات سے بچا

شاہِ دکن جو دین کے حامیٔ کار ہیں
وہ بھی ترے ہی فضل کے اُمیدوار ہیں

دائم انہیں بعزّت و اقبال و جاہ رکھ
دشمن کو اُن کے خوار و ذلیل و تباہ رکھ
اور حکمراں انہیں صد و سی سال شاہ رکھ
اولاد پر بھی ان کے کرم کی نگاہ رکھ

حاصل انہیں مدارجِ ہر دو جہاں رہیں
شاہی پہ بامرادِ دلی حکمراں رہیں

اِس مدرسہ کے جتنے ہیں یا رب معاونیں
تیرے سوا کسی کے نہ محتاج ہوں کہیں
بر لا تو سب مرادِ دلی ان کی بالیقیں
اور دوسرے بھی جتنے ہیں عالم میں اہلِ دیں

دونوں جہاں میں اُن کو تو آباد و شاد رکھ

---

[1] یعنی حضرت فضیلت جنگ بہادر بانی مدرسہ نظامیہ

دائم بعز و جاہ انہیں بامراد رکھ

یارب تو عیب پوش و رحیم و غفور ہے
تیرے کرم کا دہر میں جبتک کہ نور ہے
جب تک جہاں میں علم کا تیرے ظہور ہے
قائم زمانہ تا اثرِ نفخِ صور ہے

اِس مدرسہ کا جاری یہ فیضِ مدام ہو
مقصودِ اہلِ مدرسہ حاصِل تمام ہو

دُعائیہ

ترجیع بند

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

جب تک انسان کو تمنائے زر و مال رہے
حافظ اے شاہ ترا خالقِ افعال رہے
دشمن اے آصفِ دوراں ترا پامال رہے
دِل میں جب تک طلبِ دولت و اقبال رہے
تجھپہ دائم مددِ باطنِ ابدال رہے
سارے عالم پہ ترا سایۂ اجلال رہے

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

قابلِ حل ہے ثریا کا یہ جب تک عقدہ
بخت یاور رہے۔ ہو عمر فزوں تری شہا
دہر کی عمر کا مضبوط ہے جب تک رشتہ
رہے دائم یہ تری سالگرہ کا جلسہ

بجتا عالم میں رہے تیری خوشی کا ڈنکا خضر و الیاس بھی کرتے رہیں ہر دم یہ دعا

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

لولوئے چرخ سے آیا ہے تا بزمِ نجوم رقصِ زہرا پہ ستاروں کا ہے جبتک یہ ہجوم
اے شہِ ملکِ دکن واقفِ اسرارِ علوم عیش و عشرت کی ترے گھر میں ہمیشہ رہے دھوم
رات دن ہوتے رہیں فرحت و شادی کے رسوم نغمۂ نے سے یہ ہوتا رہے مضمون مفہوم

حکمراں مسندِ شاہی یہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

خضر کے عمر کی تا دہر میں باقی ہے مثال تو سلامت رہے اے بادشہِ نیک خصال
عمرِ آئندہ کی مضبوط گرہ ہو ہر سال کچھ گھٹا رشتہ تو کیا عقد کی بڑھتی ہے چال
بدر بنتا ہے وہی مہ ہے جو گھٹتا ہے ہلال یہ دعا دیتے رہیں تجھکو سب اربابِ کمال

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تک اس سلطنتِ دورِ فلک کا ہے قیام مسندِ چرخ پہ ہے تا شہِ خاور کا مقام
خسروِ ملکِ دکن اے شہِ جمجاہ نظام رہے تجھ پر نظرِ عاطفتِ خیرِ انام
نام والوں میں ترا نیکی سے مشہور ہو نام یہ دعا کرتے رہیں تیرے لئے خاص و عام

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے

جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

عدل و انصاف سے جبتک ہے زمانہ آباد   ظلم و بے داد کی مذموم رہے تا بنیاد
عدل سے تیرے مٹے ظلم رہے عالم شاد   ملکِ دنیا میں ہو مشہور ترا شہرۂ داد
اہلِ دیں مل کے سب اخلاص سے باصدق و سداد   دیں دعا تجھکو یہ اے بادشہ نیک نہاد

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

نام تا جود و سخا کا ہے عالم میں عیاں   تا رکھیں دوست سخاوت کو سب اربابِ جہاں
رہے عالم پہ تری جود و سخا کا احساں   حاتمِ طے سے زیادہ ہو ترا وصف بیاں
مدح خواں جود کا تیری رہے اک انساں   شعر برجستہ یہ ہر اک کے رہے وردِ زباں

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تلک آباد گلوں سے ہے جہاں کا گلشن   طرب انگیز ہے تا جلوۂ نسرین و سمن
میر محبوب علی بادشہِ ملکِ دکن   آرزو کا تری دائم رہے سرسبز چمن
شکر میں تیرے شگفتہ رہے غنچوں کا دہن   شعر پڑھتے رہے ہر دم یہ زبانِ سوسن

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

مے توحید سے جب تک ہے یہ جاں مستِ خمار   بادۂ عشقِ الٰہی سے ہے تا دل سرشار

جامِ صحت سے رہے گرم ترا یہ دربار
محفلِ عیش ہو مشہور تری نیک شعار
دُردِ اسقام سے تو دُور رہے لیل و نہار
کرے یہ نغمہ سرائی ترا مطرب ہر بار

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا چلن دام و درم کا ہے بنی آدم میں
سکّہ جاری رہے شاہی کا تری عالم میں
اشرفی سے نہ بکے پیسہ ترا کچھ کم میں
لوگ تا باندھا کریں زر گرہ محکم میں
قدر بڑھتی رہے سکہ کی ترے ہر دم میں
یہ کھدا نقش رہے سکۂ ہر درہم میں

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا شجاعت کا رہے دل پہ شجیعوں کے اثر
بیخِ اعدا کو کرے قطع تری تیغِ ظفر
نامرادی کے سوا کچھ نہ ملے ان کو ثمر
تیغ تا پھل سے ہے اور پھول سے سپر
خاک و خوں میں رہے جسم ان کا تڑپتا بے سر
دیکھکر تیری شجاعت یہ کہیں اہلِ ہنر

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رونقِ شعر سے تا سینہ منوّر ہووے
تیری مداحی میں شاہا یہ زباں تر ہووے
وصف تیرا ہی اُسے قندِ مکرر ہووے
خواہشِ مال نہ دل میں طلبِ زر ہووے
مدح خواں تیرا معلائے سخنور ہووے
شعرِ برجستہ زباں پر یہی ازبر ہووے

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رقعہ

سفارشِ مرزا قادر بیگ ملازمِ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ صدر الصدور و معین المہام امورِ مذہبی سرکارِ عالی

بندۂ خاصِ خداوندِ کریم
اے جنابِ مولوی عبد الرحیم[1]

عبدِ رزاق[2] اے مہِ برجِ سخا
خواجہ[2] ابراہیم حاجی ذی وفا

آپ[3] سہ حضرات کا فیضِ اتم
دہر میں جاری رہے دائم بہم

ڈھونڈے کوئی گر جہاں میں کرکے سیر
دوسرا پائے نہ کوئی اہلِ خیر

مرجع و ملجا غریبوں کے ہیں آپ
قدرداں صاحب نجیبوں کے ہیں آپ

ہے سخاوت آپ کی حد سے فزوں
شرم سے جھکی ہے حاتم سرنگوں

ہے تمھاری ذات بے مثل و عدیل
سایہ گستر تم پہ ہو ربِّ جلیل

شاد و خرّم دہر میں دائم رہو
تا صد و سی سال تم قائم رہو

بعدِ ادائے سنتِ خیر الانام
خدمتِ والا میں ہے عرضِ سلام

---

[1] مولوی عبد الرحیم صاحب وکیل سمستان بالونچہ از نمبر (۲ و ۳) سے مراد اُن کے منجلے چھوٹے بھائی ہیں۔

مرزا قادر بیگ یہ مسکیں گدا
فکرِ عقدِ بنت میں ہے مبتلا
ہو جو حالِ زار پر اس کے نظر
اجر حق دیگا تمہیں المختصر
اب زیادہ کیا کروں عرضِ کلام
ہو مدد پر آپ کی خالق مدام

سفارش نامہ

لعل محمد ملازم حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سفارش میں مولوی عبدالرحیم صاحب وکیل سمستانِ پالونچہ اور اُن کے بھائیوں کے نام

جنابِ مولوی عبدالرحیم عالیجاہ
تمہارے نام سے ظاہر ہے شانِ رحمِ الٰہ
جو خاص بندے خدائے رحیم کے تم ہو
تمہاری ذات میں حق نے رکھی ہے رحم کی خو
ہے تم میں شانِ غریبوں پہ رحم کرنے کی
اِسی لئے تمہیں خالق نے عزّ و دولت دی
جو بھائی دوسرے رزاق کے ہیں عبد یقیں
ہے ان میں رزق غریبوں کو دینے کی آئیں
ہیں بھائی تیسرے چھوٹے جو خواجہ ابراہیم
ہے بھائی حضرتِ خلیل ان میں مقیم
جو تینوں بھائی بھی تم اسمِ بامسمّٰی ہو
بعزّ و جاہ دو آگا رکھے خدا تم کو
پس از ادائے سلامِ نیاز عرض یہ ہے
کہ اس رقیمہ کا حالِ غریب دیکھو پے
قدیم خاص ملازم ہے میرے حضرت کا
جو ساتھ حضرتِ والا کے مدتوں سے رہا

مدینہ مکہ میں بغداد و مصر میں ہر جا
اسی پہ خدمتِ حضرت کا بار تھا پورا

بہت ہی نیک نمازی یہ با دیانت ہے
مسمی لعل محمد یہ ذی اطاعت ہے

ہے ہمرہی میں جو حضرت کی آج تک ہو
یقیں ہے آپ بھی پہچانتے اسے ہیں ضرور

پسر کی اس کے ہے تقریبِ تسمیہ خوانی
ادائے رسم کی اس کو ہے فکر و حیرانی

کمک کا آپ ہی حضرات سے یہ خواہاں
کہ تا ادا ہو وہ رسمِ طریقۂ ایماں

عطا جو آپ اسے کچھ بقدرِ حال کریں
مجھے بھی داخلِ حسنات اور نہال کریں

قدیم دوست جو ایک آپ کا معلی ہے
امیدوارِ سفارش قبولیت کا ہے

تواریخ

تاریخ وفات نواب حیدر علیخاں حیدر حیدرآبادی مرحوم و مغفور

آفتابِ برجِ چرخِ شاعری
حیدرِ معجز بیاں غفراں پناہ

بست و سیوم اور سہ شنبہ کے دن
سہ پہر اول جمادی کا تھا ماہ

غم میں ہم کو چھوڑ کر سوئے جناں
جب ہوا راہی وہ رشکِ مہر و ماہ

مبتلائے رنج و غم کر کے ہمیں
دارِ فانی سے جو لی جنت کی راہ

اور مجھے اس صدمۂ جانکاہ میں　　فکر تھی تاریخ کی شام و پگاہ
اے معلّی دل نے رو رو کر کہا　　(مر گئے اُستاد مشفق آہ و آہ)
۸۴ ھ ۱۲

قطعۂ تاریخ فی البدیہ

دستِ سبحان خاں سے ورزش میں　　منہ پہ مکدر جو اُن کے چھوٹ گیا
دانت ٹوٹتے ہی یوں معلّی نے　　کہی تاریخ (دانت ٹوٹ گیا)
۹۲ ھ ۱۲

قطعۂ تاریخ تولد دختر امیر الدین صاحب پونیری مرحوم قاضی پونیر

امیر الدین صاحب کو خدا نے　　جو دی پیری میں دختر فرحت انگیز
معلّی نے کہی تاریخ اس کی　　پرانی شاخ کا میوہ دل آویز
۱۳۰۴ھ

در تشریف آوری نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

فنِ استادیٔ شاعری کے لئے　　تھی ضرورت دکن میں اک بھاری
میں نے داغ آتے ہی کہی تاریخ　　داغ ہے اب دوائے بیماری
۱۳۰۷ھ

در تہنیت سرفرازی نواب سر آسمانجاہ بہادر (مرحوم) بعہدۂ وزارت

بشیر الدولہ لندن سے دکن میں　　وزارت لے کے جب تشریف لائے

معلّےٰ نے کہی تاریخ اُس کی	وزیرِ اعظم نوّاب آئے ۱۴ ھ ۱۳

تاریخ تصنیف کتاب عقل مُصنّفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

حکم سے حضرتِ مصنف کے	طرز عمدہ پہ جب کتاب چھپی
سال فصلی کہا معلّےٰ نے	خوب اچھی کتابِ عقل لکھی ۱۵ ف ۱۳

در تہنیّت جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفراں مکاں علیہ الرّحمہ

اُس کی افزونیٔ عمر و جاہ کی مانگیں دُعا	جو شہِ عادل نظام الملک آصفجاہ ہے
کر معلّےٰ اس ہمایوں جشن کی تاریخ عرض	کیا مُبارک قدر جشن جوبلی شاہ ہے ۲۲ ھ ۱۳

قطعہ وفات امیر الشعراء منشی امیر احمد مینائی امیرؔ علیہ الرّحمہ

امیر احمدِ استادِ شاعرانِ زماں	بلا کے ہند سے جنکو یہاں قضا لائی
سن اُن کی موت کا فصلی کہا معلّےٰ نے	دکن سے خلد میں پہونچے امیر مینائی ۱۶ ق ۱۳

در تہنیت ولادتِ باسعادت نواب احمد محی الدین علیخان شہزادہ حضرت آصفِ سادس غفراں مکاں علیہ الرحمہ

دیا حق نے اک اور فرزند شہ کو	ہو عمر اس کی باجاہ و دولت زیادہ
کرو عرض سالِ تولد معلّےٰ	شہا یہ مبارک تجھے شاہزادہ ۲۵ ھ ۱۳

دیگر

دو شہزادے دیئے خالق نے اس سال
خوشی کا جشن ہو دونا مبارک
سنِ مولد معلّی نے کیا عرض
دو شہزادے تجھے شاہا مبارک
۲۵ ھ ۱۳

در تہنیت ولادت با سعادت نواب شجاعت علی خاں بہادر شہزادۂ حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ نبیرۂ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

ہوا دوم بھی ولی عہدِ ملک کو فرزند
کہ ان کی عمر الٰہی ہزار سالہ ہو
کیا یہ عرض معلّی نے مصرعۂ تاریخ
تجھے نبیرۂ دوم مبارک اے شہ ہو
۲۵ ھ ۱۳

تاریخ افتتاح مدرسۂ دینیہ واقع گلبرگہ شریف (دکن)

سعیٔ جناب یوسف الدین صوبہ دار سے
قائم یہ فیضِ مکتبِ تحسینیہ کا ہے
لکھا یہ سالِ فصلی معلّی نے فی البدیہ
آج افتتاح مدرسۂ دینیہ کا ہے
۱۸ ف ۱۳

در تہنیت عقد ...... فرزند ارشد علی صاحب

شاہی خلعت کی میرے مشفق نے کی معلّےٰ
دائم حصول اُن کو ہر مقصدِ دلی ہو
میں نے کہا سن اُس کا اخلاص کی زباں سے
بیٹا بہو مبارک اے ارشدِ علی ہو
۱۳۲۶ - ۱ ۱۳۲۷

تاریخ غسل صحت شہزادہ بلند اقبال

تشفا شہزادے صاحب نے جو پائی	ہو عمر ان کی صد و سی سال افزوں
سنِ صحت معلی نے کیا عرض	اب ان کو تندرستی ہو ہمایوں ۲۷ ھ ۱۳

در تہنیت مراجعت فرمائی حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

للہ الحمد شاہ ملک دکن	بامراد آکے کرکے طے رہِ دُور
عرض تاریخ کی معلّےٰ نے	بمبئی جاکر آج آئے حضور ۲۷ ھ ۱۳

تاریخ طبعِ مقاصد الاسلام حصہ اول مصنفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

خدا کا شکر ہوا طبع حصۂ اول	کتاب عمدہ کا جو اہل دیں کے ہے مرغوب
زبانِ ہند سے فصلی کہو معلیٰ سال	لکھی مقاصد اسلام اچھی نادر خوب ۱۴ ان ۱۳ - ۵ - تدخلا = ۱۹ ف ۱۳

تاریخ مرمت پل افضل گنج نیا پُل

بحکمِ میر محبوب علی خاں [illegible]	شہِ عادل رحیم و نیک طینت
گزشتہ سن میں طغیانی کے باعث	شکستہ ہو گئی تھی پُل کی حالت
مہاراجہ یمین السلطنت[1] نے	درستی اس کی حسبِ ضرورت

---

[1] مدارالمہام وقت

بڑھائیں اور چند اس کی کمائیں پئے آسایش و آرام خلقت
معلیٰ نے لکھا یہ سالِ ترمیم صراطِ رودِ موسیٰ کی مرمت
١٣٢٧ھ

در تہنیت عقد مولوی مظہر الدین احمد صاحب برادر زادہ حضرت مصنف

سعدِ دیں میرے بھائی نے شادی کی جو فرزند کی بکرّ و فر
سالِ شادی کہا معلّے نے دولہ بازیب ہے میاں مظہر
١٣٢٨ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی اعلیٰحضرت قدر قدرت حضور پرنور بندگانعالی حضرت آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

بلدۂ اجمیر جا کر آئے گھر شاہِ دکن روز افزوں ان کا یارب جاہ اور اقبال ہو
مصرعۂ سالِ الٰہی اے معلّی عرض کر یہ سفر اجمیر کا شاہا مبارک فال ہو
١٣٢٢ف

در تہنیت عقد جناب مولوی محمد حبیب الزمان خان صاحب فرزند حضرت مولانا مولوی مسیح الزمان خان صاحب قدس سرہ العزیز استاد حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

جو اپنے بھائی کی احمد زماں نے شادی کی ہے نام جنکا حبیب الزماں حمیدہ خصال
سنِ مبارکِ شادی کہا معلّے نے عروس و نوشہ رہیں زندہ دل صدی و سال
١٣٢٩ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ از شہر دہلی

کامیاب آئے شاہ کر کے سفر تم کو اہلِ دکن مبارک ہو

سال اُس کا کہا معلّٰی نے
جا کر آئے حضور دلّی کو
۲۹ ھ ۱۳

تاریخ غسل صحت نواب افسر الملک بہادر

للہ الحمد کہ کی کسل سے حاصل صحت
افسر الملک نے از فضل خدا ربِّ عباد
سنِ صحت یہ معلّٰی نے دعائیہ کہا
رہو بفکر و سلامت صد و سی سال آباد
۲۹ ھ ۱۳

در تہنیت تشریف آوری اعلیحضرت حضور پُر نور حضرت آصفِ سابع خلد اللہ ملکہٗ بمدرسۂ نظامیہ

جلوہ افگن مدرسہ میں جب ہوئے شاہ دکن
اہلِ دیں نے عمر و اقبال فزوں کی دی دعا
کی معلّٰی نے رقم تاریخ تشریف آوری
مدرسہ میں شاہ نیک آہنگ ہیں رونق فزا
۳۰ ھ ۱۳

در تہنیت مراجعت فرمائی حضور پُر نور بندگانعالی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

شکر خدا کہ کر کے سفر خود حضور نے
کی خوب عزّ و شاں سے ملاقات ویسرائے
تاریخ اِس سفر کی معلّٰی نے عرض کی
شملے سے شہریار دکھن کامیاب آئے
۳۰ ھ ۱۳

قطعہ تاریخ مولود مسعود شہزادی صاحبہ بلند اقبال اطال اللہ عمرہا

دی خدا نے شاہزادی شاہ کو جس میں ہیں
ماہ پیکر صاحبِ اقبال با بخت بلند
اے معلّٰی مصرعۂ سالِ تولد عرض کر
ہو مبارک شاہ کو شہزادی فیروز مند
۳۰ ھ ۱۳

تاریخ افتتاح مدرسۂ عثمانیہ در خلد آباد دکن

جو خلد آباد میں قائم ہوا ہی مکتب نو
یہ فیض نیک اثر بخش نیت شہ ہے

کیا یہ عرض معلیٰ نے مصرعۂ تاریخ
قیام مدرسہ وجہ عنایت شہ ہے
٣٠ ھ ١٣

تاریخ تقرر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بر عہدۂ جلیلہ صدر الصدوری صوبجات دکن

حضرت انوار اللہ صاحب کو صدارت حق نے دی
یہ خبر سنکر دلِ اربابِ دیں خوش ہو گیا

سالِ تاریخ اس تقرر کا معلیٰ نے کہا
طالعِ بدرِ صدارت آج چمکا مرحبا
٣٠ ھ ١٣

تہنیت ولادت باسعادت نواب میر احمد علیخان بہادر شہزادۂ حضور پر نور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

روزِ دوشنبہ میلاد کی تھی چودھویں ١٤
از طفیل خاص سلطانِ رسل جد الحسین

اعلیحضرت کو ہوا پیدا قمر طلعت خلف
از عنایاتِ خدائے پاک رب المشرقین

تا صدوسی سال شہزادہ سلامت یہ رہے
ہمرہ جملہ برادر زیرِ ظلِ والدین

مصرعہ سالِ تولد اے معلیٰ عرض کر
ہو مبارک شاہ کو یہ شاہزادہ نور عین
٣٠ ھ ١٣

تاریخ کندیدگی چاہ در باغ موضع ہیلگاؤں جاگیر حضرتِ مصنف

تینوں فرزند معین الدین صاحب کا ہے فیض
جاری اُن کے باغ میں یہ چشمۂ آبِ حیات

یادگار اس کی معلّیٰ مصرعۂ سن کر رقم
میوۂ ماہِ معین ہے باقیاتِ صالحات
۱۳۳۱ھ

در تہنیت ولادت باسعادت شہزادگانِ بلند اقبال حضرت آصفِ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

پہلے کے پانچ سوا شاہِ دکن کو فرزند
ہوئے تین اور اسی ماہ میں بفضلِ خدا

۱ میر عابد علی ۲ حیدر علی و ۳ حشمت علی
گویا نکلے ہیں صدف سے یہ گہر بیش بہا

سر پہ اُن کے رہیں شہ عزّ و شرف سے قائم
آل و اولاد کا چڑھتا رہے دائم منڈوا

تینوں شہزادوں کا سن ایک معلّیٰ نے بہ سجع کہا
(صد و سی سال رہیں آٹھوں یہ شہزادے
۱۳۳۱ھ

یہ ایک قصیدہ اور غزلیات بوقت دستیاب نہ ہونے سلسلے میں درج نہ ہو سکے

ہے وہ عالی رتبۂ غوث الوریٰ
تھا قدم جن کا بدوشِ اولیا

اے جنابِ غوثِ اعظم آسرا
عاصیوں کو حشر میں ہو آپ کا

اولیا میں کیوں نہ ہو رتبہ فزوں
سب ہیں عاشق آپ معشوقِ خدا

پائے اقدس کی اگر مل جائے خاک
ہو مریضِ ہجر کو خاکِ شفا

روز و شب ہر لحظہ ہر دم ہر گھڑی
یا الٰہی ہے یہ میری التجا

میں زیارت اُس شہِ دیں کی کروں
ہو میسر گر سفر بغداد کا

خاندانِ غوثیہ کا ہوں مرید
خاتمہ ہو نامِ مرشد پر مرا

گوہرِ وندہ ان غوث آئیں نظر
قدِ مقصد سے ہو پُر دامن مرا

اُس شہِ زریں قبا کے فیض سے
خاک بھی بغداد کی ہے کیمیا
ڈر نہیں کچھ بحرِ عصیاں سے مجھے
غوث ہیں کشتی کے مری ناخدا
کیوں نہ ہو جن و ملک ان کے مطیع
کون ہے ذی رتبہ ایسا دوسرا
نارِ دوزخ سے رہے گا حفظ میں
نام لیوا ہے جو غوث پاک کا

جانبِ بغداد بلوا لیجئے
ہے معلّی آپ کے در کا گدا

نہیں غم نالہ و فریاد کرنا
ہے لازم خاطرِ صیاد کرنا
مجھے اپنا سمجھ کر یاد کرنا
بہر صورت مرا دل شاد کرنا
دکھا کر مجھ کو گیسوئے پریشاں
انہیں لازم نہ تھا برباد کرنا
نہیں فریادرس کوئی الٰہی
عبث ہے اب مرا فریاد کرنا
عنادِل کا نہیں پرتک چمن میں
ستم اتنا بھی اے صیاد کرنا
ستانا اپنے عاشق کا ہے بیجا
کبھی ناشاد کو بھی شاد کرنا
رہے ہے چرخ ستمگر جس سے حیراں
ستم ایسے ستم ایجاد کرنا
قدِ دلبر سے دعوائے ہمسری کا
خیال ایسا نہ اے شمشاد کرنا
نہیں پوچھا کبھی بھولے سے ہم کو
بتِ کافر تجھے کیا یاد کرنا
مقابل سرو کو دیکھا تو بولے
غلام اچھا نہیں آزاد کرنا

بہت مضطر ہے دوری سے معلّی

کبھی تو وصل سے دل شاد کرنا

سب تہِ خاک گیا عشق میں سامان میرا
اور کر رکھتی ہے کیا گردشِ دوران میرا
کل سے بیکل ہے جنوں پھر دلِ نالان میرا
آج کیا حال کرے گی شبِ ہجران میرا
جامۂ زیست ہو کیونکر نہ کتاں کی صورت
چاک فرقت میں ہوا اُس بت کے گریبان میرا
میزباں غیر کے وہ ہیں تو یہاں حال ہے یہ
غم کا مہمان ہوں میں غمِ دل ہی ہے مہمان میرا
ہو گیا ہجر میں مجموعۂ خاطر برہم
اس قدر حال کیا غم نے پریشان میرا
باتوں باتوں میں کٹی ہائے شبِ وصل مری
دل کا دل ہی میں رہا رہ گیا ارمان میرا
جان جانیسے نہ رکتی یہ حفاظت کیلئے
غم در سینہ پہ بیٹھا ہے نگہبان میرا
واعظا تجکو مبارک ہو مقامِ جنت
اور مسکن ہو سدا کوچۂ جانان میرا

کیا خبر آپ کو نادان ہیں شفعلی صبا
غم سے جو خاک ہوا ہے دلِ نالان میرا

غیروں پہ مہرباں بتِ نامہرباں ہے اب
اے جذبِ شوق تیری وہ طاقت کہاں ہے اب
بارِ الم سے رخصتِ تاب و تواں ہے اب
مجھ میں ستم اٹھانیکی طاقت کہاں ہے اب
دریائے چشمِ تر کا جو گریہ ہے یوں محیط
طوفانِ نوح ہونیکا مجھ کو گماں ہے اب
حالِ عروجِ طبعِ بلنداں نہ پوچھئے
جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں ہے اب
کیوں جامۂ وجود نہ ہو غم سے چاک چاک
اُس بیوفا کے عشق میں سینہ کتاں ہے اب
دلبر کی دلدہی میں یہ اللہ رے بیخودی
اتنی خبر نہیں کہ مرا دل کہاں ہے اب

آئندہ ہوگا عشق کا نقصان نفع بخش
مانا بجائے سود معلّیٰ زیاں ہوا اب

وعدۂ وصل رہ گیا ناقص
ہو گیا میرا مدّعا ناقص

جلوۂ روئے ماہ رویاں نے
مہِ کامل کو کر دیا ناقص

پہنچے حدِّ کمال تک کیونکر
جس کو ہو عشق آپ کا ناقص

ہو گیا دعوئے کمال جسے
عشق اُس کا بہت رہا ناقص

حُسنِ مہ رو کے روبرو خورشید
ہو گئی ہے تری ضیا ناقص

میری آہوں کی چل رہی ہے ہوا
کیوں نہ ہو جنبشِ صبا ناقص

زلفِ دلبر کے آگے اے موسیٰ
ہو گیا آپ کا عصا ناقص

آگ لگ جائے ساقیا خُم کو
ساغرِ مے جو بھر دیا ناقص

اے معلّیٰ نہ چھوڑ گریۂ شب
دیکھ ہو جائے گی دُعا ناقص

متفرق اشعار

باغِ جناں بنا ہے جو مولدِ بہار کا
شاید گزر ہے آج کسی گلعذار کا

کس نغمۂ سرور سے مملو ہیں گوشِ گُل
ہے کس کی مدح میں یہ ترانہ ہزار کا

کس کے ظہور برقِ تجلّی کی ہے خبر
سنبل کو اہتمام ملا ہے جو تار کا

دوڑا رہی ہے ریل یہ کس کیلئے صبا
انجن لگا کے طور کے شعلوں کی نار کا
کس مستِ ناز کا یہ اُسے انتظار ہے
نرگس کی آنکھ میں جو اثر ہے خمار کا
ہر سو ہیں نغمہ سنج ثنا طائرِ چمن
صلّٰے علیٰ ہے ورد زباں ہائے خار کا

نظر جو دور سے اُڑتا کوئی غبار آیا
تو میں نے سمجھا کہ خط لیکے پیکِ یار آیا
کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا
اگرچہ بندہ مدینے کو چار بار آیا

سیرِ فضائے جنت اے باغباں نہ کیا
پھولا پھلا ہوا ہے دل میں چمن ہمارا

ہے اُس پہ جب سے نامِ شہِ ختم المرسلین کندہ
نگینِ دلِ ہمارا غیرتِ مُہرِ سلیماں ہے

خاکساروں کو ہے راحت سربلندوں کو ہے رنج
ہے زمیں آرام سے اور آسماں گردش میں ہے

ہے کون اپنا گنبدِ گردوں میں دادرس
آتی ہے پھر پلٹ کے صدا گر پکارئیے

کیوں بتوں کے ہوئے ہو دیوانے
اے معلّیٰ تمہیں ہوا کیا ہے

ابھی تک تو نے اے دل خانہ ویرانی نہ کی اپنی
تجھے پھر خواہشِ گنجینۂ اسرار کیسی ہے
ملائک حور و غلماں دست بستہ در پہ حاضر ہیں
شہِ کون و مکاں کی عظمتِ دربار کیسی ہے

بندہ جب قربِ نوافل سے عدم ہوتا ہے
اس کا حق سمع و بصر ہاتھ قدم ہوتا ہے
وجہِ نقصاں ہے تنک ظرف کو الفت کی شراب
شہد خالص بھی سگوں کیلئے سم ہوتا ہے

چاہت کا میری دل میں تمہارے اثر بھی ہے
دردِ جگر کی میرے تمہیں کچھ خبر بھی ہے

واپس عدم کو چھوڑ کے تنہا فقط ہمیں
سب ساتھ والے اپنے معلّیٰ چلے گئے

عشق ہے دل میں ہمارے احمدِ بے میم کا
داغ اپنا پھول ہے گلزار ابراہیم کا

کھل جائیگا جو بابِ شفاعت حضور کا
رکھا رہیگا طاق میں دفترِ قصور کا

جب صبح سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا
فرحتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا
دل سے کم ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن
جانبِ شہرِ مدینہ جب سفر ہونے لگا

چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسولؐ کا
سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسولؐ کا

کسی کے مرنیکا کچھ ہم کو غم نہیں ہوتا
کہ بیتِ حق کبھی بیت الصنم نہیں ہوتا

جو ابرِ بہاری عیاں ہو گیا
ہوا رنگ بادِ خزاں ہو گیا

کہتا ہے وقتِ قتل یہ قاتل کا اضطراب
ہم سے نہ دیکھا جائیگا بسمل کا اضطراب

چال کچھ غیر نے چلکر ہے بچھائی شطرنج
آج بدلا ہوا آتا ہے نظر یار کا رُخ
کھلکے رہ جائیں نہ کیوں حضرتِ موسیٰؑ کی
جلوۂ طور ہے اُس آئینہ رخسار کا رُخ

ہوتی نہیں جو دولتِ پابوس حصول
عشاقِ نبیؐ دل میں نہ ہوں اپنے ملول
بوسے کے لئے عرشِ معلیٰ کی طرح
کافی ہے ہمیں نقشۂ نعلینِ رسولؐ

دنگ ہیں آئینے میں اپنی بقا کو دیکھکر
بت بنے بیٹھے ہیں وہ صنعِ خدا کو دیکھکر

کس کی زباں پہ حمدِ خدائے جہاں نہیں
وہ کونسی ہے چیز جو تسبیح خواں نہیں
سینے میں سوزِ عشق ہے آہ و فغاں نہیں
آتش بھڑک گئی تو نکلتا دھواں نہیں
پستی اگر نہ ہو تو بلندی کی شاں نہیں
وہ کونسی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

نہیں وصال کے قابل تو خیر مر کے اُٹھیں
درِ رسولؐ پہ بیٹھے ہیں کچھ تو کر کے اُٹھیں

آئینہ دیکھ کے جب اُس نے کہا واہ رے میں
عکس بھی بول اُٹھا یار کا اللہ رے میں

حجِ مبرور یہ فیہا ہے بشارت تم کو — حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو
آتی ہے یاد شہِ دیں کی جو اس دل کو کبھی — ایسی دیکھی نہیں لیلیٰ کسی محمل میں کبھی
دلِ وحشی کو تڑپ ہے سرِ گیسوئے الم — رہا مجنوں نہ یہ پابند سلاسل میں کبھی
نظر آجائے جھلک اے شہِ دیں کی کبھی — تن میں باقی ہے ابھی جانِ حزیں تھوڑی سی
عرش بریں پہ پہنچے حضرت جو شان والے — حیرت میں تھے معلّی سب آسمان والے

مناجات بدرگاہ رب الحاجات

یارب تو ذوالجلال غفور الرّحیم ہے — خالق ہمارا صاحبِ فضل و کریم ہے
عالم پہ تیری رحمت بے انتہا عام — بندوں پہ فضل کرنا ترا ہی ہے خاص کام
تیرے حبیب پاک کے ہم سب غلام ہیں — ہر چند مبتلائے گنہ صبح و شام ہیں
اُمت میں اُن کی تو نے جو پیدا کیا ہمیں — احسان ہے ترا کہ شرف یہ دیا ہمیں
دکھلا کے رُودِ موسیٰ کی طغیانی بھی ہمیں — غافل نہ رہنے کیلئے تنبیہ کی ہمیں
غفلت کے دام میں ہیں مگر ایسے مبتلا — تنبیہ خاص کا نہ اثر ہم پہ کچھ ہوا
غافل تری عبادت و انعام سے ہیں ہم — شرمندہ اپنے دل میں بُرے کام سے ہیں ہم
یارب طفیل و صدقے سے اپنے رسول کے — صدقے میں سب صحابہ و آلِ بتول کے
تیرے حبیب پاک کی اُمت کے اولیاء — جتنے ہیں صالحین و بزرگان و پیشوا
اور عزّ و حرمت شبِ میلادِ شاہ سے — اب ہمکو پھیر دے تو ضلالت کی راہ سے

غفلت کا پردہ آنکھوں سے یارب تو دے اٹھا
تا دِل سے تیرے تابعِ فرماں رہیں سدا
راضی تو ہم سے اور ترا راضی حبیب ہو
ہمکو محبت اُس کی دوا مًا نصیب ہو
شاہِ دکن جو آصفِ ذی عدل جاہ ہے
ذات اُس کی ہم پہ باعثِ امن و رفاہ ہے
اقبال و جاہ و دولت و عمر اسکی ہو فزوں
اُس کا عدو ہو قعرِ مذلّت میں سرنگوں
سایہ فگن ہو فضل ترا اُسپہ ہر گھڑی
ہو عمر اُس کی یکصد و سی سال سے بڑی
اولاد آل اُسکی رہے شادماں یہاں
قائم رہے یہ سلطنت اُسکی بعزّ و شاں
جب تک قیام دورِ زمیں آسماں رہے
باقی جہاں ہیں شاہی کا اسکی نشاں رہے
اِس کے جو خیر خواہ ہیں اعیانِ سلطنت
دائم وہ خوش رہیں تہِ فرمانِ سلطنت
یارب آئیں اُسکی مرادیں دلی تمام
با عدل و داد وہ رہے عالم میں نیکنام
اِس مجلسِ سعید میں جو جو ہیں حاضریں
اِن سب کا خاتمہ ہو بالخیر بالیقیں

بندہ جو تیرا ایک معلّی ہے پُر گناہ
بخش اُس کو بھی تو اپنی عنایت سے یا الٰہ

مناجاتِ دیگر

یارب بہ طفیلِ شاہِ لولاک
سلطانِ رسل و سیّدِ پاک
صدقے سے رسولِ انس و جاں کے
اور صدقے سے اُنکی عزّ و شاں کے
اور اُن کے صحابۂ گرامی
سب آل اور اہلِ بیتِ نامی
عالم میں جو اولیائے دیں ہیں
جتنے شُہدا و صالحیں ہیں
وہ سب ہیں جو رہنما ہمارے
سردار و پیشوا ہمارے
ایمن شبِ مولد نبیؐ سے
اور حُرمت و جاہِ ہر ولی سے
اِن سب کے طفیل سے الٰہی
دھو دل کی ہمارے تو سیاہی
محبوب علی شہِ دکن کو غفران مکان علیہ الرحمہ
اولاد کو اُس کی اور وطن کو
آفات سے دہر کی بچا رکھ
با عزت و جاہ اُسے سدا رکھ
دے عمر دراز اسکو یارب
ہم سایہ میں اسکے خوش رہیں سب
قائم رہے تخت و تاج اُس کا
تا حشر رہے یہ راج اُس کا
عالم میں ہو اُس کا سکّہ جاری
مقبول تو کر دعا ہماری
دائم رہے اُس پہ فضل تیرا
فکروں کا نہ اُس پہ ہو اندھیرا
ہو عدل سے اُس کے ملک روشن
اقطاعے دکن ہو رشکِ گلشن

اولاد اور اس کی آل و احباب
سب شاد رہیں اے ربِّ ارباب
سب اس کے برآئیں مقصدِ دل
مطلب ہوں دلی سب اسکو حاصل
ہیں اسکی جو سلطنت کے ارکان
جتنے ہیں سب اسکے خیر خواہان
تو اِن کو بھی شاد رکھ جہاں میں
تابع رہیں اس کے ہر زماں میں
اس شہ کے یہ فضلِ نام نامی
قائم ہے یہ مدرسہ[1] نظامی
پہنچا ہے جو عمدگی کے اوپر
ہے اُس کا مدار اُسی کے اوپر
حضرت[2] جو ہیں مدرسہ کے بانی
دنیا میں نہیں ہے اُن کا ثانی
ہیں اسکے معاونین جتنے
سب تیرے ہیں در کے خاص بندے
جاری رہے فیض ان کا دائم
یارب رہے مدرسہ یہ قائم
فضل اپنا تو اہلِ دیں پہ بھی کر
دائم رہیں تابعِ پیمبر[3]
خدّام ترے حبیب کے ہیں
محتاج - دلی طبیب کے ہیں
عصیاں کے مرض میں ہیں گرفتار
بیماریٔ جرم کے ہیں بیمار
اپنی رحمت کی تو دوا دے
اِس درد سے تو انہیں شفا دے
سب ان کے گناہ بخشدے تو
کچھ ان سے نہ انتقام لے تو
ہیں تیرے حبیبؐ کے یہ خادم
سب اپنے گناہ پر ہیں نادم
عصیاں پہ نہ اُن کے تو نظر کر
سب اُن کے گناہ درگذر کر
ناکارے غلام بے سہارے
پھرتے ہیں جہاں میں مارے مارے

[1] مدرسۂ نظامیہ دکن

[2] حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ
استاد سلطان دکن

ہے ربّ غفور نام تیرا — رحمت کرنا ہے کام تیرا
ناکارے بُرے ہیں یا بھلے ہیں — بندوں میں ترے حبیبؐ کے ہیں
جتنے ہیں یہ حاضرینِ مجلس — واعظ و مقرّرینِ مجلس
رحم اِن کے تو حال پر ذرا کر — رد ان کی نہ کوئی التجا کر
اور بانئ مجلسِؑ مقدّس — ہم اُن کے غلام جتنے ہیں سب
یہ چند غلام نام کے ہیں — خواہاں ترے لطفِ عام کے ہیں
ان سب کا بخیر خاتمہ ہو — فضل اُن پہ طفیل فاطمہؓ ہو
تو ہی مرا قرض سب ادا کر — تو ہی مرے درد کی دوا کر
پہنچا دے مدینہ کی زمیں پر — ہو جاؤں میں دفن تا وہیں پر
آقا کے جو در کی سیر ہو جائے — انجام مرا بخیر ہو جائے

خالص یہ تری دُعا معلّی
ہو رنگِ قبول سے مجُلّا
آمین ثم آمین

تمّت بالخیر

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD A.P.

ع حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

صحت نامہ ریاضِ معلی حصہ اول و دوم

حصہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	حصہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
اول اردو	۱	۱	معمہ	معما	اول اردو	۴۳	۱۲	کہم	یکہم
〃	۲	۵	فزا	فضا	〃	۴۹	۱۲	بپے	پپییے
〃	۴	۳	عَلیٰ خُلُقٍ عَظیم	عَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم	〃	۴۹	۱۵	صدا	سدا
〃	۶	۵	پھینکا	پھینکی	〃	۵۱	۸	میرے	مرے
〃	۶	۱۵	تہر	نہر	〃	۵۳	۳	ٹرے	بڑھے
〃	۹	۵	ہوئے	بیک	〃	۶۸	۱	توٹے	ٹوٹے
〃	۹	۵	ہو حاتا	ہو جاتا	اردو دوم	۱۷	۱۶	ثُمَّ	ثَمَّ
〃	۱۰	۴	مَن اَنی رَاءَ الحَقّ	مَن رَّاٰنِی رَاَی الحَقّ	〃	۲۳	۲	ثُمَّ	ثَمَّ
〃	۳۱	۱۴	بارا	بارہ	〃	۳۲	۱۰	قَالُوا بَلاَ	قَالُوا بَلیٰ
〃	۳۳	۱۳	دین لے	دین کے	〃	۳۸	۱۳	دولتِ گنج	دولت و گنج
〃	۳۶	۲	لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم	لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم	〃	۵۰	۱۰	رَمزاً المُؤمن حلو	رَمزُ المُؤمِنِ حُلوٌ
〃	۳۶	۴	مَن رَانِی فراءَ الحَقّ	مَن رَّاٰنِی فَرَاٰی الحَقّ				وَیَجِب الحَلوا	وَیُحِبُّ الحُلوَ
〃	۳۷	۷	لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم	لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم	〃	۵۴	۱۳	ذلہ	زلہ
〃	۳۹	۳	عَلیٰ خُلُقٍ عَظیم	عَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم	〃	۵۴	۱۵	زکی - زکا فطرت	ذکی - ذکا فطرت
〃	۴۳	۱۱	ے	کے	〃	۸۱	۱۰	حیدر علیخاں	حیدر حسین خاں

LIBRARY
STATE
HYDERABAD

LIBRARY HYDERABAD, A. P.

إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا

مجموعہ کلام فارسی مصنفہ حضرت مولٰنا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صدیقی معلی علیہ الرحمۃ
حیدرآبادی سابق مددگار ناظم شعبہ خانجات ممالک محروسہ سرکار عالی

موسوم بہ

ریاض معلی

۱۳۱۶ھ

(۱) قصائد نعتیہ (۲) غزلیات (۳) [illegible] (۴) [illegible] (۵) متفرق اشعار (۶) مناجات

حصہ سوم

مرتبہ خاکسار محمد ریاض الدین علی صدیقی ریاض حیدرآبادی
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت موصوف

عماد پریس واقع چھتہ بازار طبع گردید

بار اول
تعداد طبع ۵۰۰

HYDERABAD STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD A.P.

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ازاں زمانہ کہ باشد لوائے بِسم اللّٰہ
کلیدِ فتح نباشد سوائے بِسم اللّٰہ
زروئے صدق وصفا بر نگینِ دل کندم
ہزار جانِ گرامی فدائے بِسم اللّٰہ
زکاروانِ جہانِ شش جہات راہردم
رسد بگوشِ صدائے درائے بِسم اللّٰہ
ہزار گونہ فتوحات رانماید رو
بہر چہ کردہ شود ابتدائے بِسم اللّٰہ
تو قدر و منزلتِ بسملہ چہ می دانی
براوجِ عرشِ عظیم است جائے بِسم اللّٰہ
کشادہ قفلِ درِ روضۂ بہشت شود
براہلِ جرم بمفتاحِ بائے بِسم اللّٰہ
ہزار مرحلہ باشد زشرِّ شیطاں دور
رسید ہر کہ بگوشش صدائے بِسم اللّٰہ
سقیمِ صورت و معنٰی دو جہاں یابد
بہر دو کون شفا از دوائے بِسم اللّٰہ
درِ مدینۂ علمِ نبیؐ صد اشتر گفت
کہ بار میکنم از شرحِ بائے بِسم اللّٰہ
رسد بکامِ دلِ خویش ہر کہ او آمد
بزیرِ سایۂ بالِ ہمائے بِسم اللّٰہ

مکن قبول **معلّٰی** ہنوز ارزان است
دہند اگر دو جہاں در بہائے بِسم اللّٰہ

۳

صلی اللہ علیہ وسلم

چوں ہویداست شانِ حق زشانِ مصطفےٰ
گشت مسجودِ ملائک آستانِ مصطفےٰ
زیں چہ افزوں گوییت توصیفِ شانِ مصطفےٰ
شد کلامِ حق ہویدا از زبانِ مصطفےٰ
خواست چوں خالق ظہورِ عزّ و شانِ مصطفےٰ
گرد اندر لامکاں پیدا مکانِ مصطفےٰ
ما رمیت ہست نازل چوں بشانِ مصطفےٰ
منکشف کے گردد اسرارِ نہانِ مصطفےٰ
ذاتِ پاکش را چہ خوف از صدمۂ اعدائے دیں
حضرتِ باریست دائم پاسبانِ مصطفےٰ
بر مقامِ قاب قوسین او چو زد تیرِ مراد
گشت ظاہر زورِ بازوئے کمانِ مصطفےٰ
ہست محوِ جلوۂ دیدارِ حق در باغِ خلد
مرغِ روحِ قدسیٔ عرش آشیانِ مصطفےٰ
از غمِ ہنگامۂ روزِ جزا محفوظ ماند
ہر کہ آمد در تہِ ظلِّ امانِ مصطفےٰ
در مقامِ استقامت ذرّہ ہم لغزش نیافت
بارہا چوں کرد خالق امتحانِ مصطفےٰ
عَنْ ھَوٰی مَا یَنْطِقُ اِلَّا الْوَحْی گوش کن
حق تعالیٰ میکند وصفِ بیانِ مصطفےٰ

اے مُعلّیٰ بہرِ عفوِ جرم و عصیاں روزِ حشر
ایں وسیلہ بسکہ ہستم مدح خوانِ مصطفےٰ

بر جناں دارد شرف ایوانِ ذیشانِ شما
غیرتِ رضوانِ جنت ہست دربانِ شما
یا رسول اللہ شد ہر کس ثنا خوانِ شما
شد براُو ہر دم کشادہ خوانِ احسانِ شما
یا نبی اللہ شد چوں شانِ حق شانِ شما
کے بود وصفِ منِ بیچارہ شایانِ شما
فخرِ شاہاں چوں نباشند ایں گدایانِ شما
ہست خلقِ ہر دو عالم زیرِ فرمانِ شما
چوں نہ شق گردد ز اعجازِ شما ماہِ فلک
شد ہلالِ عیدِ قرباں طاقِ ایوانِ شما

ہر دُرِ دریا گہر و دُرۃ التّاجِ ملک
گر فتد در بحر عکسِ حُسنِ دندانِ شما
مدّ ابرو مدِّ بسم اللہ خط شد آیتے
ہست چوں قرآنِ ناطق روئے خندانِ شما
چوں نباشد در لبِ جاں بخشِ تو درمان ما
ہست عیسیٰ زماں محتاج درمانِ شما
چوں نہ گردد فلک سوئے زمیں بہرِ سجود
ہست محرابِ عبادت طاقِ ایوانِ شما
میرسد بر اہلِ دیں ایں مژدہ از فضلِ نبی
ہست در باغِ جناں سرسبز بستانِ شما
روزِ محشر دارد ایں کمتر معلائے حزیں
یا رسولِ ہاشمی اُمیدِ فیضانِ شما

بہرِ امدادِ غریباں شاہ جیلانی بیا
اُمتِ جدِّ تو ہست اندر پریشانی بیا
حملۂ اعدائے دیں بر اہلِ دیں از حد گزشت
مومناں را کن رہا زیں آفتِ جانی بیا
مشتعل از ہر طرف شد آتشِ شور و فساد
حامیٔ دینِ رسولی کن نگہبانی بیا
در ضلالت مسلمیں افتادہ اند از جہلِ خود
از دلِ شاں دور کن وسواسِ شیطانی بیا

مبتلا در جرم و عصیاں ایں معلائے حزیں
لطف کن لطف اے شہِ محبوبِ سبحانی بیا

ز جامِ عشق جاں مستانہ شد مستانہ تر بادا
ازیں سودا دلم دیوانہ شد دیوانہ تر بادا
چہ غم دارم اگر زاہد از تردامنی دور است
الٰہی دامنم ز آبِ خُم و خمخانہ تر بادا
بنائے خانۂ دل ہم اساسے بود نامحکم
ز آبِ سیلِ غم ویرانہ شد ویرانہ تر بادا
بگردِ شمعِ رخسارِ تو دل پروانہ می باشد
سرِ شمشیرِ تو از خون ایں پروانہ تر بادا
اگر از رندیٔ عشاق زاہد رنج می دارد
برنج او الٰہی طرزِ من رندانہ تر بادا

بخوبی حسنِ تو شہرہ است یارب شہرہ تر گردد
بعالم حالِ من افسانه شد افسانه تر بادا

برائے قتلِ مرداں تیغِ او مردانگی دارد
بقتلِ من الٰہی چابک و مردانه تر بادا

اگر اے زاہد از لذّاتِ عالم خواہشے داری
لبِ تو از شرابِ عشقِ او چاشانه تر بادا

دلم اے ساقئی پیماں طلب گشت ہست پیمانه
مدام از بادۂ عشقِ تو ایں پیمانه تر بادا

اگر تر دامنی ز آبِ ندامت تازگی خواہد
ز آبِ دیدہ ام یارب ہمه کاشانه تر بادا

بیک جامیکه خسرو مست شد گر آرزو داری
لبِ تو اے معلّی زاں مئے خمخانه تر بادا

ز جامِ عشق دل مخمور شد مخمور تر بادا
برسوائی اگر مشہور شد مشہور تر بادا

ز رنجِ عشق جاں رنجور شد رنجور تر بادا
دلم از دردِ او مجبور شد مجبور تر بادا

بتیغِ ناز اگر مغرور شد مغرور تر بادا
بقتلِ من دلش مسرور شد مسرور تر بادا

اگر خسته شد از تیرِ مژہ دل خسته تر خواہد
ز زخمش در جگر ناسور شد ناسور تر بادا

ہمه خوش از وصالِ او دلم از قرب مہجور است
ز دوری گر دلش شاد ہست جانم دور تر بادا

معلّی قربِ حق خواہی بقربِ خویشتن جو کن
کسے کو زیں سخن دور ہست یارب دور تر بادا

گر دہی بزاہداں فردِ قیامِ خویش را
خاص براہلِ جرم کن بخششِ عامِ خویش را

اے مہِ من بمن نما جائے مقامِ خویش را
پیشِ تو تا بیاں کنم حالِ تمامِ خویش را

خاص بر آشنا مکن جلوۂ عامِ خویش را
بند مساز بر کسے غرفۂ بامِ خویش را

صلے اللہ علیہ وسلم

قتل شدن ز دستِ نوشیوۂ دوستانِ تست
بر سرِ دشمناں مزن ضربِ حسامِ خویش را
بادہ کشی اگر کنی ہمرہِ دوستانِ خود
ریز بیاد میکشاں جرعۂ جامِ خویش را
بہرِ سلام منتظر ہست ستادہ ہر کسے
بند بر اہلِ دیں مکن بابِ سلامِ خویش را
مرغِ دلم کہ مبتلا ہست بقیدِ زلفِ تو
بہرِ خدا رہا مکن بستۂ دامِ خویش را
ہست ضعیف و ناتواں بندۂ کمترینِ تو
از درِ خاصِ خود مراں پیرِ غلامِ خویش را
از فنِ شعر حامیا ہست معلّی نابلد
بہرِ خدا باُو نما طرزِ کلامِ خویش را

اعلیٰ ترین چہ رتبۂ شانِ محمدؐ است
جاری کلامِ حق بزبانِ محمدؐ است
رمزِ عجیب سرِّ نہانِ محمدؐ است
گویا زبانِ حق بلسانِ محمدؐ است
ملحق چو لامکاں زمکانِ محمدؐ است
شانِ خدا بزرگ چہ شانِ محمدؐ است
تحمیدِ حق چو وصفِ نہانِ محمدؐ است
شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ است
در سینہ درہمِ اثرِ داغ ہائے عشق
سکّہ زدہ بنام و نشانِ محمدؐ است
تشریحِ ما رمیت و تفسیرِ اذ رمیت
تعریفِ زورِ تیر و کمانِ محمدؐ است
روشن دلِ صفا منشِ اولیائے حق
از نورِ ذاتِ فیض رسانِ محمدؐ است
از حکمِ خاص انّا فتحنا لک مطیع
فتح و ظفر بہ تیغ و سنانِ محمدؐ است
رمزِ حدیثِ احمد بے میم بالیقیں
ظاہر بیانِ سرِّ نہانِ محمدؐ است
افزونیٔ اشاعتِ اسلام در جہاں
فیضِ زبانِ صدق بیانِ محمدؐ است
دارد چہ خوف گرمیٔ خورشیدِ روزِ حشر
ہر کس کہ زیرِ ظلِّ امانِ محمدؐ است

صلے اللہ علیہ وسلم

خورشید خاوری چو گدایان مستمند
محتاج یک کلیچہ نان محمدؐ است
آں شاہ را چہ حاجت ملک جہان بود
ملک خدائے پاک ازان محمدؐ است
جاں از بیان وصف لبش زندہ میشود
آب حیات آب دہان محمدؐ است

دارد چہ خوف حشر معلاؔئے کمتریں
از جان و دل غلام سگان محمدؐ است

درو گر دخل ہر چون و چرا نیست
بگو واعظ وجودش ہست یا نیست
کسے واقف ز راز مصطفےٰ نیست
خدائی میکند لیکن خدا نیست
نمایاں کثرت ما و شما نیست
کسے دیگر بجز ذات خدا نیست
محمدؐ را خدا گفتن روا نیست
ولیکن از خدا ہرگز جدا نیست
وجود ہستئ موہوم عالم
بغیر وحدت کثرت نما نیست
بجز حسن رخ او در دو عالم
بچشم من کسے جلوہ نما نیست
چو شانش یفعل اللہ ما یشاء ہست
کسے را طاقت چون و چرا نیست
عجب این ست صدہا میکند قتل
سلاح او بجز ناز و ادا نیست
نیابد منزل مقصود ہرگز
کسے کو طالب راہ خدا نیست
علاج من چہ سازید اے طبیبان
دوائے درد دل نزد شما نیست
شدن ہم رتبۂ او نیست ممکن
کسے ختم رسل در انبیا نیست
مکن فکر علاجم اے مسیحا
مریض عشق محتاج دوا نیست

برایں عمرِ دو روزہ چند نازیم
قیامِ ہستئ دارِ فنا نیست
چہ بندی دل دریں گلزارِ عالم
کہ در وے شمّہ ہم بوئے وفا نیست
کرا گویم تمنائے دلِ خویش
کہ جز ذاتش کسے حاجت روا نیست
بہم دزدیدنِ دل ہائے عشاق
بجز چالاکئ دزدِ حنا نیست
دلیلِ منزلِ سیمیں تناں ہست
کم از اکسیرِ خاکِ نقشِ پا نیست
بسوئے خویشتن کہ را کشیدن
بجز تاثیرِ جذبِ کہربا نیست
رسیدن در قیامِ منزلِ وے
بغیرِ جذبِ عشقِ دلربا نیست
براہِ حق بس ست ایں شوقِ کامل
دریں رہ احتیاج رہنما نیست
چرا بر ہستئ موہوم نازیم
ثباتِ ما برنگِ نقشِ پا نیست
پئے عجز آفریدا و بندگاں را
کہ او زیبائے شانِ کبریا نیست
بدربارِ جلالت شانِ قہرش
کسے را تابِ عرضِ مدّعا نیست
بہ پیشِ جلوۂ ذاتِ قدیمش
ثباتِ ہستئ موہوم ما نیست

مقیمِ سایۂ دیوارِ او را
معلّی حاجتِ ظلِّ ہما نیست

چو نورِ حسنِ احمد در خیال است
بہ چشمِ من ہمہ عالم مثال است
اگرچہ ناخنِ پایش ہلال است
برونق برتر از بدرِ کمال است
تنِ پاکش کہ نورِ لایزال است
سہی سروِ ریاضِ بیمثال است

بود هر یک کمالے راز والے
جمال یار حسن لایزال است
لب او هست مهر حق تعالے
نگاه تیز قهر ذو الجلال است
چو شانش آیت لولاک باشد
تجلی شانش چو شان ذوالجلال است
همه عالم نگنجد در مثالے
تن بے سایهٔ او بے مثال است
برا او زیباست چون وصف الٰهی
ز گفتن وصف او گفتن محال است
برون آمد احد از پردهٔ میم
جمال احمدی حسن جلال است
بود حکم نبی حکم الٰهی
کلامش قول حق بے قیل و قال است
ز کلک دو زبان تکرار وصفش
محال است محال است محال است

بشکر آن شکر لب اے معلّٰی
زبانم طوطی شکّر مقال است

دل چرا در جستجوئے اغنیا افتاده است
احتیاج کار هر دم با خدا افتاده است
دور تر از صرصر رنج و بلا افتاده است
هر که در گلزار تسلیم و رضا افتاده است
فکر اسباب جهاں هر دم ترا افتاده است
کار من اے حضرت دل با خدا افتاده است
نرم کن در ره عنان اسپ را اے شهسوار
مثل سایه دیدهٔ من زیر پا افتاده است
در وجود او چه لاف آشنائی ها زنیم
هستی من چون حبابے اندر فنا افتاده است
در تلاطم هائے موج زلف از روز الست
کشتی عمرم بگرداب بلا افتاده است
نیست جز دیدار او بیمار الفت را علاج
این طبیبان را چرا فکر دوا افتاده ست

ہست اکسیرِ ہوس خاکِ کوی سیم تن   بوالفضولانہ بہ فکرِ کیمیا افتادہ است
در رہِ عشقش نہاد از سہل انگاری قدم   دل نمی داند کہ در مشکل چہا افتادہ است
ہر زماں در کوئے قاتل رقصِ بسمل میشود   من نمی دانم دلِ مضطر کجا افتادہ است
در خیالِ خود مخل دانیم دخلِ غیر را   این سبب صدہا خلل در کارِ ما افتادہ است
زاہداں را ہست بر حُسنِ عبادت اتّکا   مذہبِ عشاق زین مشرب جدا افتادہ است
غم مخور ناداں بحالِ افتقارِ خویشتن   جود را خود احتیاجِ ما گدا افتادہ است
از ریاضت میشود دل را میسر قوتِ روح   دانہ را منت بسنگِ آسیا افتادہ است
در نمی آید بہ فہمِ اسرارِ جبر و اختیار   اندریں رہ ہر بشر بے دست و پا افتادہ است
در علوِ ہمت بلندی در سفاہت ذلت است   آسماں بر سر زمیں در زیرِ پا افتادہ است
از طنابِ رشتۂ تدبیر کے یابد خلاص   ہر کہ او در قعرِ چاہِ ابتلا افتادہ است
می رساند روزئی ما بے طلب روزی رساں   دانہ از خود در دہانِ آسیا افتادہ است
ہست عرشِ او قلوبُ المومنین زاہد چرا   در پئے ایں آیتِ عرش استوا افتادہ است
در وجودِ وحدتِ او غیر را دخلے کجاست   دل چرا در وہمِ ایں ما و شما افتادہ است
سہل انگاری مکن ای دل براہِ عشق دوست   مشکلِ بے انتہا در ابتدا افتادہ است
کے تواند غیرِ حق کردن بما جور و ستم   چرخ در گردش بخوفِ آہِ ما افتادہ است
با جناں معشوق نردِ عشق می بازیم ما   شہرتِ حسنش کہ در ارض و سما افتادہ است
در شناسائی ذاتِ او چہ لاف ای دل زنیم   در مقامِ حیرت آخر عقلِ ما افتادہ است

صلے اللہ علیہ وسلم

اہلِ جنت را بگو حالِ معلّیٰ اے صبا
زیرِ دیوارِ شہیدِ کربلا افتادہ است

منم کہ چرخ مشبک زتیرِ آہِ منست
خمِ فلک زگرانباریٔ گناہِ منست

زکوہِ گناہانِ خود نیم محزون
محمدِ عربی بس کہ عذر خواہِ منست

طوافِ کعبہ و مسجد چہ حاجت است مرا
کہ طاقِ ابروئے دلدار قبلہ گاہِ منست

زمانہ سنگِ بلا برسرم اگر بارد
چہ باک فضلِ خدائے مرا پناہِ منست

زشہر جانب صحرا نمیروم تنہا
جنون و حسرت و ارمان رفیقِ راہِ منست

رقیب گفت معلّیٰ ترا چہ دید برش
یکے زحلقہ بگوشانِ رشکِ ماہِ منست

آں نقطہ کہ بر لبش زخال است
بسم اللہ سورۂ جمال است

از غمزہ بکش کہ کشتنِ ما
در مذہبِ دوستی حلال است

کاہیدہ تنم شد از غمِ او
انگشت نما چرا ہلال است

تقدیم شہاب پیش آہنگ
بر مہرِ زریں نہ از کمال است

از آں لبِ شکّریں امشب
یک بوسۂ غم گسل سوال است

ایں خال کہ ہست بر بناگوشش
از بہرِ صلائے ما بلال است

گر صاف شود دل از کدورت
آئینۂ صورتِ وصال است

امشب کہ نیامد او معلّیٰ
بے یار بگو ترا چہ حال است

CENTRAL LIBRARY HYDERABAD, A. P.

سرکشی و عدہ خلافی شیوۂ یار منست
جان نثاری و وفاداری دلا کار منست
گریہ کردن سوختن آئین من باشد چو شمع
خندہ کردن ہمچو گل مخصوص دلدار منست
کے نباشد بزم من روشن ز نور عارضش
آہِ من چوں بروئے او شمع شب تار منست
در جہاں ہرگز نخواہد دید روئے انبساط
ہر کہ بیوجہ و سبب در فکر آزار منست
بر خلاف غیر مشق آدمیت کردہ ام
شاہد دعوائے من دستار و رفتار منست
از دل و جاں من زبان خویشتن دارم قبول
سود و بہبود عزیزاں گرد اضرار منست
طوطی از آئینۂ وضع من آمد در سخن
دید چوں کردار من بر حسب گفتار منست
اے معلی شکوہ من نیست از بیداد غیر
آنکہ دل بُرد از بر من یار بیعار منست

عمر چوں رنگ حنائی گلعذار از دست رفت
بے تماشائے گل روش بہار از دست رفت
کوہکن را نارسد دامن کشان شیریں بسر
تیشۂ ایام بر سر خورد و کار از دست رفت
بیشود فردا بلند از خانہ اش فریادہا
ہر کرا امروز دامان نگار از دست رفت
بسکہ افتادم چو اشک از چشم شوخ یار خویش
در میان خلق نقد اعتبار از دست رفت
اے صبا از یوسف من بوئے پیراہن بیار
بسکہ چوں یعقوب چشم زانتظار از دست رفت
یکدمے از چشم من خود را نہاں جاناں مکن
بیتوام سررشتۂ صبر و قرار از دست رفت
اے معلی از شمار روز و شب فارغ شدم
تا عنان ابلق لیل و نہار از دست رفت

یار وحشت زدہ در خانۂ ما آمد و رفت
فکرہا در دلِ دیوانۂ ما آمد و رفت

رفت رنگِ گل و بلبل بصد آئین نالید
در چمن زار چو جانانۂ ما آمد و رفت

ہوشمنداں ہمہ بیہوش و خرد گردیدند
ہر کجا نالۂ مستانۂ ما آمد و رفت

برد گنجینۂ دل یار و خجل ما گشتیم
سیل خالی چو بویرانۂ ما آمد و رفت

باصد انداز شب آں یار بہ غمخوارئی ما
چوں ہوس در دلِ دیوانۂ ما آمد و رفت

بیش از پیش نشد زخمیِ سنگِ اطفال
باز در شہر کہ دیوانۂ ما آمد و رفت

می برد راہ معلی بہ کنوزِ معنی
ہر کہ چوں سیل بویرانۂ ما آمد و رفت

اے خوشا دیدہ کہ دیدارِ تو دیدن دانست
خوشتر آں گوش کہ سترِ تو شنیدن دانست

روئے تو ہر کہ بہر آئینہ دیدن دانست
گلِ نظارۂ انوارِ تو چیدن دانست

سر تہِ خنجرِ تسلیم نہادن ادب است
بسمل آن نیست کہ ہر لحظہ طپیدن دانست

یافت از چشمۂ جاں ذوقِ حیاتِ ابدی
ہر کہ او ذائقۂ موت چشیدن دانست

مسکنِ طائرِ قدس است بشاخِ سدرہ
مرغ آں نیست کہ تا بام پریدن دانست

بے نیاز از ہمہ حاجات و تمنا گردید
بارِ نازِ تو ہر آنکس کہ کشیدن دانست

ہمرہِ شاہ سوارانِ فضائی قدس است
در رہِ شوقِ تو ہر کس کہ دویدن دانست

رمِ خود را بکشد تا حدِ صحرائے ارم
وحشی آں نیست کہ از سایہ رمیدن دانست

رخصتِ ہوش ربائی بمشامِ جاں داد
بوئے گیسوئے تو ہر کس کہ شمیدن دانست

عزمِ رویت کند اے یوسفِ مصرِ دلہا
دستِ خود را چو زناں ہر کہ بریدن دانست
خرمنِ ہستیٔ خود ز آتشِ غم پاک بسوخت
ہر کہ او صورتِ سیماب طپیدن دانست

می رساند بہ معلّی اثرِ نکہتِ زلف
از سرِ کوئی تو بادیکہ وزیدن دانست

دلبرا زود آ کہ جائے تو بجز ایں خانہ نیست
در دلم جز یادِ تو دیگر کسے بیگانہ نیست
جز شکستہ دل مقام و منزلِ جانانہ نیست
شاذ و نادر باشد آں گنجے کہ در ویرانہ نیست
چوں نباشد بے خطر حالِ رندانِ مست
محتسب را دخل ہرگز در حدِ میخانہ نیست
پیشِ مستانِ شرابِ وحدتِ بزمِ الہ
حالتِ لیلیٰ و مجنوں ہم بجز افسانہ نیست
سیریٔ اربابِ باطن از غذائے معنویست
مرغِ روحِ عارفاں محتاجِ آب و دانہ نیست
ہر کجا روئے کنیم آید بہ پیشِ ما رخت
منحصر حُسنِ تو اندر کعبہ و بتخانہ نیست

ذوقِ مستیٔ معلّیٰ تو چہ دانی زاہدا
جانبِ مسجد برو جائے تو در میخانہ نیست

برائے معرفتِ حق چہ حاجتِ پند است
بس ایں دلیل کہ ہر بندہ را خداوند است
بے سمورِ دلِ منعم آرزومند است
گدائے گوشہ نشیں در گلیم خورسند است
نگاہ دار خدایا مرا ز گردشِ دہر
ازیں زمانہ کہ ہر بے ہنر ہنرمند است
فغان و نالہ و فریاد و آہ و شور و بکا
برائے یک دلِ زارم مصیبتِ چند است

مگر کہ جائے بہ پہلوئے یار شد حاصل

کنوں مزاجِ معلّٰے بحال و خورسند است

بجز درِ تو ندارم درِ دگر یاغوث   بحالِ زارِ منِ خستہ یک نظر یاغوث
دلم زحالِ جہاں ہست بے خبر یاغوث   کہ ہست وردِ زبان شام و ہر سحر یاغوث
زنورِ فیضِ تو شد جانِ عاشقاں روشن   فدائے خاکِ قدومت دل و جگر یاغوث
بغیرِ نامِ تو حُسنِ عمل ندارم ہیچ   بہ نزدِ خویش بزادِ رہِ سفر یاغوث
زفیضِ بخششئ تو مشکلم شود ہمہ حل   کنی بحالِ غریبم اگر نظر یاغوث
زفرطِ شوق ملک - حور - میزند بوسہ   برآید از لب و دندانِ من اگر یاغوث
بکن مدد کہ سلامت بماند ایمانم   کہ ہست نفسِ شقی در پئے ضرر یاغوث
گناہگارم اگرچہ ولے غلامِ توام   بچشمِ لطفِ خفی سوئے من نگر یاغوث
نہ بے نصیب شود از درِ اجابتِ حق   بدہ دعائے منِ خستہ را اثر یاغوث
کریم ابنِ کریمی مبیں گناہِ مرا   بکن زفعلِ بدِ من تو درگزر یاغوث

بہ بخشِ جرمِ معلّٰے گدائے درگہِ تو
طفیلِ شاہِ رسل سیدالبشر یاغوث

نیست امشب یار در بر الغیاث   ہست خاطر بس مکدّر الغیاث
ہر کرا دیدم بکیں آغشتہ است   نیست بے کیں صاف چوں زر الغیاث
در شبستانِ غمش دارم چو شمع   جانِ سوزاں دیدۂ تر الغیاث
جوش زد دریائے ہجر و از سکوں   کشتئ دل باخت لنگر الغیاث

این دلِ ما کرد آشفتہ چو زلف
انقلابِ چرخِ اخضر الغیاث
دستگیرے نیست ما را بے تو کس
فیض گستر ذرّه پرور الغیاث

بسکہ از یاراں **معلّٰی** یافت رنج
روز و شب گوید مکرّر الغیاث

چو شمع سوخت دل امشب بزمِ یار عبث
سرشک گرم فرو ریخت چشمِ زار عبث
کشاده چشم چو نرگس بانتظارِ وصال
نشستہ ایم ز عمرے بکوئے یار عبث
ز سوزِ آتشِ نامہربانئ جاناں
دلِ حزیں شده ہم رنگِ لالہ زار عبث
چو اشک از نظر افتادۂ بت خویشیم
خیالِ مہر رخش کرده بیقرار عبث
نہ گل رخے و نہ ساقی نہ باده و مطرب
چہ مانده ایم بصد غم دریں بہار عبث

بزیرِ خاک **معلّٰی** شوند ہم نفساں
نشستۂ تو چہ در خانہ سوگوار عبث

روئے جانانۂ من نیست بزیور محتاج
ہرن نیست چوں ماہ بآرائشِ دیگر محتاج
بسکہ سودا زده ام کاکلِ من چترِ منست
ہمچو خورشید سرم نیست بافسر محتاج
نشود خانۂ عاشق بچراغاں روشن
ہست از بس بفروغِ رخِ دلبر محتاج
دانۂ آخرت از مزرعِ دنیا برگیر
ہر کہ آمد بجہاں ہست بہ محشر محتاج
بہرِ ایثار بمن ده زرِ عالم یا رب
ہر کجا ہست بصراف بود زر محتاج
میروم از پئے جاناں چہ قدر ہا بیتاب
نبود پہلوئے سیماب بہ بستر محتاج

ما فقیریم معلی بتِ ما عالیجاه
میشود ذرّه بخورشیدِ منوّر محتاج

فرشِ مخمل چوں نباشد خواب باید در راح
بے تو در سوز و گدازم شمع ساں شام و صباح

از مژه خنجر ز ابرو تیغ دارد یار من
نیست ظالم از پئے قتلم بهید ان صلاح

من نمی گویم که خونِ من مریز اے نازنیں
خاطرت در هر چه باشد هست آں عینِ صلاح

شد دلِ دیوانه ام پابندِ موئے زلفِ تو
نیستش از قیدِ آں زنجیر تا محشر فلاح

در گلستانِ جہاں چوں غنچۂ تصویرِ دل
از نسیمِ صبح راحت رو ندید از افتتاح

اے معلی یار آمد زود ساقی را بگو
پنبه بردار ز مینا پُر کند ساغر ز راح

گشت مارا در فراقت اے شکر لب کام تلخ
همچو حنظل شد مرا شیرینیٔ آرام تلخ

میکند در بزمِ جاناں زهر خندِ حاسداں
خوابِ نوشینِ مرا در چشمِ صبح و شام تلخ

اے خوشا بیمار را امیدِ صحت رو نمود
نوش دارویٔ لبِ او باشد از دشنام تلخ

اے معلی ساختم با نوش و نیشِ روزگار
میخورم افیوں اگرچه هست چوں بادام تلخ

صلی اللہ علیه وسلم

دو عالم روشن از روئے محمدؐ
روا نہا تازه از خوئے محمدؐ

شبِ وعده بسانِ مشک اذفر
خجل از رنگِ گیسوئے محمدؐ

ببازارے فروشش آید دو عالم
نمی ارزد بیک موئے محمدؐ

بود امروز ہر کس پیروِ شرع
شود سیراب از جوئے محمد
ملائک ور گنہگاراں چو پیچیند
رسانم خویش را سوئے محمد
بتیغ صور برخیزم کے از قبر
شوم زندہ من از بوئے محمد
رہائی یابم از پاداشِ عصیاں
زیک ایمائے ابروئے محمد
کنند از کشمکش در حشر مارا
گریزم من بہ پہلوئے محمد

معلیٰ افتخارت ایں قدر بس
کہ گویندت سگِ کوئے محمد

شکر للہ از ازل بس کامگارم ساختند
از مئے حسنِ بتاں گلگوں عذارم ساختند
بس بصد ارماں پئے دیدار دارم آرزو
بسکہ خوباں از تغافل دلفگارم ساختند
چوں شہیدِ خنجرِ تسلیم گشتم دوستاں
لختِ خونینِ جگر لوحِ مزارم ساختند
بسکہ پاشیدند از ہجراں نمک بر زخمِ دل
ہمچو شمعِ بزمِ جاناں اشکبارم ساختند

اے معلیٰ در جہاں ہر درد و اندوہے کہ بود
جملہ را نا دردمنداں روبکارم ساختند

بغیرِ ذکرِ حق آبادئ دلہا نمی گردد
مکاں چوں از مکیں خالی شود ویرانہ می گردد
شوی چوں از جماعت دور افتی در مصیبتہا
فتد در آسیا از ہم جدا چوں دانہ می گردد
طلب کن از قلوبِ منکسر گر نورِ حق خواہی
کہ حاصل از تجسس گنج در ویرانہ می گردد
چہ قدر و منزلت خواہی مکن افشائے سرِّ خود
ز لب رازے کہ شد بیروں بخلق افسانہ می گردد

مطیعِ تو شود مخلوق کن روشن دلی حاصل
چو روشن شمع شد از دل فدا پروانہ میگردد

ہر امر اہلِ عالم منحصر بر حکمِ حق باشد
خلافِ حکمِ او حکمے کہ شد امضا نہ میگردد

اگر شانِ علو خواہی معلّی خاکساری کن
شجر گردد۔ نہاں زیرِ زمیں چوں دانہ می گردد

عشق اگر فرمانروائے ملکِ جانِ من شود
آشکارا ایں ہمہ رازِ نہانِ من شود

در خریداریِ تو ہرگز ندارم جاں عزیز
بر سرِ بازار ہم گر امتحانِ من شود

قافلہ سالار شو اے ہمتِ مردانِ راہ
راہیِ مُلکِ عدم چوں کاروانِ من شود

با ہمہ عصیاں بر آید وقتِ آخر کارِ من
نامِ تو آں دم اگر وردِ زبانِ من شود

آں مہِ بُرجِ رسالت گر شود مہمانِ من
مہرِ گردوں ہم فدائے آستانِ من شود

تا درِ درگاہِ شاہِ دیں رسانیدی مرا
شکرِ تو یارب ادا کئے از زبانِ من شود

—— ؛ حرز پیچم گر ز حکمِ واجب التعمیلِ او
اے معلّی جملگی عالم از آنِ من شود ؛ ——

چو یادِ تو بدلم بار بار می آید
بباغِ سینۂ محزوں بہار می آید

صبا گرفتہ چو پیغامِ یار می آید
بروں ز سینہ دلِ بیقرار می آید

امیدِ وصلِ صنم چوں ہمی کند دلِ من
خیالِ زندگیِ مستعار می آید

پئے نثارِ رخِ او ز حق چو می طلبم
بدست گنجِ زرِ بے شمار می آید

شود خودی معلّے ز قلب و بیروں
چو یادِ روئے تو لیل و نہار می آید

چو طاقِ ابروئے تو سجدہ گاہِ من باشد
بہ از ہزار نماز ایں گناہِ من باشد
بلند بخت اگر خضرِ راہِ من باشد
قیامِ من بگذرگاہِ ماہِ من باشد
بسوئے ہر کہ شود دیدۂ دلم مائل
دوامِ روئے تو پیشِ نگاہِ من باشد
زیادِ من نرود ذکرِ نامِ نامیٔ تو
ہمیں وظیفۂ شام و پگاہِ من باشد
شود بنامِ تو روحم جدا ز جسمِ کثیف
خدائے پاک در آندم گواہِ من باشد

* * *

رخش چو جلوہ فگن بے نقاب می گردد
نہاں ز شرم بابر آفتاب می گردد
چو ذکرِ وصفِ رسالتمآب می گردد
نزولِ رحمتِ حق بیحساب می گردد
کسیکہ نفع نیابد ز فیضِ صحبتِ پیر
چو تشنہ ایست کہ اطرافِ آب می گردد
ز خلقِ ظاہرِ اہلِ دول اُمید مدار
کہ تشنہ سیر نہ ز آبِ سراب می گردد
مشو بعید ز انوارِ مرشدِ کامل
کہ ذرہ از دمِ او آفتاب می گردد
ز اشکِ دیدہ بکن انطفائے نارِ سقر
کہ سرد آتشِ سوزاں ز آب می گردد
مشو ز جہل گرفتارِ دامِ نفسِ شقی
کسیکہ گشت مطیعش خراب می گردد
نزولِ رحمتِ حق میشود بر اہلِ نیاز
بسوئے پستی ازاں موجِ آب می گردد
چو رحمِ او طلبی اختیار کن زاری
ز گریہ حاملِ رحمت سحاب می گردد
گزیں طریقِ تواضع کہ دل شود روشن
ز نورِ فیضِ قمر فیضیاب می گردد
بجز تضرع و زاری نمی رسد بمراد
کسیکہ موردِ رنج و عتاب می گردد

ز آستانۂ شاہِ رسل مرو بیروں
کسیکہ دور از و شد خراب می گردد

ز گفت و گوئی او لب را ز قیل و قال ببند
ضخیم اگرچہ معلّی کتاب می گردد

بکثرت گناہانِ ز من دیدہ شد
دلِ یار ازیں وجہ رنجیدہ شد

ز زلفت سراسیمہ گشتہ جہاں
بہر تارِ موئے تو پیچیدہ شد

جمالت بمیزانِ ادراکِ عقل
نگنجید چوں نیک سنجیدہ شد

نیاورد چوں تابِ دیدارِ تو
نگہ مثلِ لمعات ژولیدہ شد

چگونہ تواں دید حسنِ رخت
چو حیرت زدہ مردمِ دیدہ شد

شدہ مست از فرطِ شادی کلیم
چو آوازِ خاصِ تو بشنیدہ شد

شدہ چشمِ پاک و رخش آفتاب
گلِ حسنِ روئے تو چوں چیدہ شد

زہر شئے شدہ رنگِ وحدت نمود
نگہ چوں ز اغیار دزدیدہ شد

بکن چاک تا جامۂ نو رسد
لباسِ تنِ تو کہ بوسیدہ شد

شدہ جانِ من یادِ ساقی ز تو
مئے جامِ توحید نوشیدہ شد

چہ سازم علاج از پئے عفو جرم
کہ سر بر قدم نیز مالیدہ شد

بمن گفت شو دور اے بے ادب
بخاکِ درش سر چو سائیدہ شد

معلّی بہ کن سجدۂ شکر ادا
گناہانِ تو جملہ بخشیدہ شد

گر گزارم بہ کوئے یار اُفتد
حاسداں را بجاں شرار افتد
بچمن جلوہ گر کند یارم
برق در خرمنِ بہار افتد
یکدمے در جہاں نیاسودم
خاک بر فرقِ روزگار افتد
میکند کارِ سرمہ در چشم
از سوادِ خطش غبار افتد
می شود بحر در فراقِ او
ہر سرشکے ز چشمِ زار افتد
مہرۂ چشمِ یار را دارم
زلفِ او در پیم چو مار افتد
بتوائے آئینہ عذار دلم
ہمچو سیماب بیقرار افتد
یادِ زلفے کہ در دلم بگذشت
ہر زمانم گرہ بکار افتد

اے معلّی مرا ز شوقِ رخش
چاک در سینہ چوں انار افتد

مرا تا آں صنم در بر نباشد
ببالینِ تسلّی سر نباشد
شود نازل بلائے آسمانی
اگر در قوم پیغمبر نباشد
شہ عادل اگر باشد در اقلیم
نظامِ دنیوی ابتر نباشد
درِ جنت نہ گردد باز بر او
اگر لطفِ علیؑ رہبر نباشد
کجا او راز دوزخ رستگاریست
غلامِ بندۂ قنبر نباشد
نیاید از ہنر در کار امداد
ہر آنکس را بلند اختر نباشد

شہِ کاشانۂ خویشم معلّی

چه شد بر سر اگر افسر نه باشد

شاهِ خوبان جریده می آید   از رقیبان رمیده می آید
محوِ حُسنِ خود است دلبرِ من   رو در آئینه دیده می آید
غنچه از شوقِ دیدنِ رویش   جامه بر خود دریده می آید
بے گنه دلربا پئے قتلم   تیغِ ابرو کشیده می آید
چوں بپایاں رسد شبِ محنت   صبحِ راحت دمیده می آید
ز دلم خوں و از رهِ دیده   قطره قطره چکیده می آید

چوں معلّٰی گریست شیریں کام
او لبش را مکیده می آید

اے پریرویاں مرا از عشقِ خود مجنوں کنید   پس بسنگِ کودکاں از شهرِ خود بیروں کنید
گر نظاره نیست حاصل ولذتِ دیدارِ او   همچو من در دل خیالِ آں قدِ موزوں کنید
سینه دارم ز زخمِ تیغِ ابرو چاک چاک   مه رخاں از حُسنِ خود بر وے نمک افزوں کنید
از سمومِ دردِ هجراں خاطرم افسرده است   از شرابِ وصل آخر چهرهٔ گلگوں کنید
میخورم خونِ جگر از دستِ ساقیِ زماں   از برائم جائے مے پیمانه پُر از خوں کنید

اے بود مضمونِ فریادِ معلّٰی کو بکو
اے پریرویاں مرا از عشقِ خود مجنوں کنید

تا گردشِ پیالهٔ چشمت تمام شد   در دیده خواب خسته دلاں را حرام شد

عشقت نمود بسکہ چو نالِ قلم ضعیف
چون نقشِ پا بکوئی تو مارا مقام شد
گردید بے خبر ز خود آنکس کہ چون کلیم
در طورِ قرب با تو دمے ہم کلام شد
از بہرِ صیدِ مرغِ دلِ عاشقِ حزیں
خالِ تو دانہ و خمِ زلفِ تو دام شد
کم طالعی نگر ز بزم رفت ناگہاں
وحشی نہادِ من کہ پس از عمر رام شد
بیند کسے در آئینۂ دل جمالِ دوست
چون من زدودش زنگ زدائی ظلام شد

از پیشِ چشم رفت معلّیٰ گہے کہ یار
از نفخ صور شورِ قیامت قیام شد

یار چون گل شگفتہ می آید
ہمچو دُرِّ نسفتہ می آید
از حیا دلربا بہ محفلِ ما
روئے خود را نہفتہ می آید
خشمگیں قولِ مدعی دلبر
در حقِ من شنفتہ می آید
اے پری رو میا در آغوشم
گر نشانِ تو جفتہ می آید
کن بلیلیٰ خبر کہ مجنونت
از مژہ راہ رُفتہ می آید
از عدم ہر چہ در وجود آمد
اللہ اللہ گُفتہ می آید

اے معلّیٰ کجا شود بیدار
بختِ آنکس کہ خُفتہ می آید

ببزم شبی کہ چون گل بہار خواہی آمد
ز ہزار ناز و غمزہ بوقار خواہی آمد
بہ لحد ز شوقِ رویت بتنم روان درآید
تو شبے کہ شمع برکف بمزار خواہی آمد

بدلِ رقیب حاسد فتد آتشے ز حسرت
بهزار ناز چون تو به کنار خواهی آمد
اثری ز رنگِ گلزار نبود بر و اگر تو
بچمن چو کبک روزی بگزار خواهی آمد
چو حنا حیات رنگی ز بقا بخود ندارد
تو بگو مرا که کئے در دلِ زار خواهی آمد
ز شرابِ حسن مستی که نمیکنی تو یادم
چو میت رسد بپایان بخمار خواهی آمد

مهِ من بیا معلیٰ رمقی هنوز دارد
پس ازین اگر بیائی بچه کار خواهی آمد

چون مسیحا این بتان از جلوه جانے میدهند
در خمِ گیسوئی خود دل را مکانے میدهند
کشتگانِ خنجرِ مژگانِ خود را از خرام
بے تکلف جانِ دیگر هر زمانے میدهند
از برِ نخل حلاوت بارِ قدِ نازنین
عاشقان را لذتِ تازه هر آنے میدهند
نقطهٔ موهوم نقاشان گزارند از دهن
عاشقِ دیوانه را هر گه نشانے میدهند
بهر صیدِ مرغِ دل عشاق در دستِ بتان
تیر از مژگان و از ابرو کمانے میدهند
بستِ دل را هر که با موئی میان او چو شمع
سینهٔ سوزان و چشمِ خون چکانے میدهند
می کنند از ترشئی منت کم آخر خونِ تن
هر که را این ناکسان یک آب نانے میدهند

از کلامت اے معلیٰ شهد می بارد مگر
شاهدانت از دهان خویش شانے میدهند

ماه را کردند حل در روئے جانان ساختند
خاطرم را نیچهٔ زلفِ پریشان ساختند
سالها خوردند خونِ دلِ مه و خورشید تا
از لبِ رنگینِ او لعلِ بدخشان ساختند

چارِ عنصر در دهانِ غنچه مانندِ نگار
صافِ مروارید را گردند و دندان ساختند

این حکیمان ای معلّی از کجا آرم بدست
چارهٔ دردِ مرا ارمانِ پنهان ساختند

چون گرفتارِ بلای زلفِ یارم کرده اند
از کمندِ قیدِ هستی رستگارم کرده اند

کارسازا اینکه در عالم شمارم کرده اند
مبتلای هستیِ ناپایدارم کرده اند

مایلِ نظارهٔ نقش و نگارم کرده اند
بی نصیب از جلوهٔ دیدارِ یارم کرده اند

عاشقِ چشم و رخ و گیسوی یارم کرده اند
مبتلای گردشِ لیل و نهارم کرده اند

پایه اوجِ هستی از خاکساری میزنم
بر سرِ ملکِ هستی شهریارم کرده اند

کی توانم دست و پا در موجِ طوفانها زنم
غرق در دریای ناپیداکنارم کرده اند

سیرِ باغِ داغهای سینهٔ خود میکنم
اندرین فصلِ خزان محوِ بهارم کرده اند

طوقِ مختاری به گردن پای در زنجیرِ جبر
قیدیِ زندانِ جبر و اختیارم کرده اند

در خصیصِ خاکساری مینوازم کوسِ فخر
نقشِ پای رهروانِ کوی یارم کرده اند

می شتابم جانبِ جولانگهِ ملکِ عدم
بر سمندِ تیزِ عمر ای دل سوارم کرده اند

سرمهٔ کافورِ دیدارِ تو دارم آرزو
بسکه خوبان از تغافل دلفگارم کرده اند

خنده بر دیانیکه بزخمم نمک پاشیده اند
همچو شمعِ بزمِ جانان اشکبارم کرده اند

ای معلّی در جهان هر درد و اندوهیکه بود
جمله را نادردمندان روبکارم کرده اند

کارِ عالم ہمہ بر حکمِ قضا می باشد
ای خوشا بندہ کہ راضی بر رضا می باشد
یار ہر چند کہ مائل بہ جفا می باشد
شکوہ کردن نہ مگر شیوۂ ما می باشد
ہر طرف پیشِ نظر روئے خدا می باشد
قصد ہر سو کہ کنم سجدۂ ما می باشد
اے مسیحا مکن از بہر دلم فکرِ دوا
این نہ دردیست کہ محتاجِ دوا می باشد
ہست خواہانِ رہائی ز سرِ زلفِ بتان
دل کہ وابستۂ زنجیرِ بلا می باشد
بر امیدِ کرم و لطفِ تو اے ربِّ غفور
نفسِ من مرتکبِ جرم و خطا می باشد
رزقِ ما ہست چو بر ذمۂ رزّاقِ کریم
بہرِ روزی بدلم فکر چرا می باشد
حکمِ خلّاق کہ جاریست کسے را نہ درو
طاقتِ دم زدن و چون و چرا می باشد
بر غریبان مکن از بہرِ خدا جور و جفا
کہ نہ این شیوۂ اربابِ وفا می باشد
چشمِ بیمارِ تو اے نورِ نظر رشکِ مسیح
بہرِ دردِ دلِ عشاق دوا می باشد
خواہشِ جنت و انکار ز دوزخ چہ کنم
من ندانم کہ چہ منظورِ خدا می باشد

اے معلّی کہ دلم ہست نہ خاکِ طپاں
اثرِ شوخیٔ نقشِ کفِ پا می باشد

نیست بی تو نعمتِ عمرِ ابد جانا لذیذ
زندگانی خضر را باشد کجا تنہا لذیذ
بلبلانِ خستہ جاں را بے گلِ رخسارِ تو
نیست سیرِ گلشنِ دنیا و ما فیہا لذیذ
رستگار است آنکہ دارد کام خود را از سہ چیز
عدل و احسان و سیوم ایتاء ذی القربیٰ لذیذ
تلخ کامی از فراقت اے شہِ خوباں مکن
از گلِ رخسار و قندِ لب دہانِ ما لذیذ

از جگر دارم کباب از خونِ دل ارم شراب
نیست صحبت بے کباب و قلقلِ مینا لذیذ
آرزوئے بوسہ دارم گر بگیرم از لبت
از لبِ شیرینِ خود کن کامِ جانم را لذیذ

اے معلّٰی مختلط با جاہلاں ہرگز مشو
مردِ عاقل را نباشد صحبتِ آنہا لذیذ

صلی اللہ علیہ وسلم

ایکہ از نورِ تو جانِ انس و جاں شد جلوہ گر
از ضیائے فیضِ تو کون و مکاں شد جلوہ گر
ظلمتِ کفر و نفاق از دورِ عالم گشت دور
از ظہورِ تو زمین و آسماں شد جلوہ گر
پرتوِ خود ذاتِ تو چوں اندریں عالم فگند
از تتِ گنجِ عدم گنجِ نہاں شد جلوہ گر
ذاتِ پاکِ تو شبِ معراج چوں جلوہ فگند
از درِ بیت الحرم تا لامکاں شد جلوہ گر
از ضیائے نورِ رخسار و رخِ زیبائے تو
ہر گل و برگِ درختانِ جہاں شد جلوہ گر
از عرب چوں نورِ دینِ تو رسیدہ تا عجم
از فیوضِ او زمینِ این و آں شد جلوہ گر
ہست چوں نورِ خدا در ذاتِ پاکِ تو نہاں
از بیانِ وصفِ پاکِ تو زباں شد جلوہ گر
بوئے پیراہانِ تو در دل بصیرت ہا فزود
ہمچو چشمِ پیرِ کنعاں چشمِ جاں شد جلوہ گر
پرتوِ اجلال چوں افگند فیضِ عامِ تو
از فیوضِ ہر دل پیر و جواں شد جلوہ گر
چوں صبا آورد بوئے حسنِ تو اندر جہاں
چشمِ نرگس ہم بہ صحنِ بوستاں شد جلوہ گر

اے معلّٰی از چراغِ داغِ عشقِ مصطفٰی
بر دلم صد گنجِ اسرارِ نہاں شد جلوہ گر

در مقامِ قربِ حق چوں گشت جائے دستگیر
گردنِ جملہ ولی شد زیرِ پائے دستگیر

حرزِ جانِ خویش می سازند اربابِ صفا
برزمیں آید نظر گر نقشِ پائے دستگیر
گرد فضلِ حق عطا از بہرِ فیضِ عامِ خلق
نعمتِ محبوبیت خاص از برائے دستگیر
طالبِ امداد ازو باشی کہ در وقتِ الم
حامیِ کارِ تو نبود کس سوائے دستگیر
در دو عالم نوبتِ اسبابِ شاہی میزند
ہر کہ از جان و دلِ خود شد گدائے دستگیر
از درش ہرگز مگرداں رو کہ بہرِ نفعِ عام
رد نمی گردد ز حق دستِ دعائے دستگیر
گردد ایمن از بلائے صدمۂ آفاتِ حشر
جاگزیں شد ہر کہ در زیرِ لوائے دستگیر
از حوادث ہائے چرخ و انقلابم خوف نیست
می پرد مرغِ دلِ من در ہوائے دستگیر
در مقامش اولیا را ہم رسائی مشکل است
ہست بر عرشِ بریں دولت سرائے دستگیر
خارجِ اوصافِ کمالِ اوست از حدِ بیاں
کے شود از من ادا حقِ ثنائے دستگیر
حق تعالیٰ شد چو بر عرشِ دلِ او مستوی
ہست با رحماں علی العرش استوائے دستگیر
ذاتِ والائش چو شد فانی بذاتِ پاکِ حق
غیرِ حق کس نیست در زیرِ قبائے دستگیر

زیرِ ظلِ آستانش اے معلّی جاگزیں
می پرد در اوجِ قربِ حق ہمائے دستگر

بیرخش بیرخش قرار قرار
میکند میکند فرار فرار
بیرخش بیرخش سلام سلام
بیرساں بیرساں بیار بیار
برسرش برسرش چو مہر چو مہر
بشوم بشوم نثار نثار
سوختم سوختم چو شمع چو شمع
بشنو ای بشنو ای نگار نگار

میروم میروم چو رنگ چو رنگ از کفش از کفش بهار بهار
میروم میروم بدنبالش سایه وش سایه وش دیار دیار
ساقیا ساقیا صبوح صبوح تا برو تا برد خمار خمار

از رهش از رهش معلی رفت
با شره با شره غبار غبار

بی سبب بی وجه و علت بی نفار میخلم در چشم مردم همچو خار
می فتد از دست یاران صد گره هر زمان چو شاخ گل ما را بکار
همچو نقطه دور افگنده ز خود گرد هر کس گشته ام پرکار وار

ای معلی از گله لب را ببند
خصم خود را تو به حیدر واگزار

ای دل از غیر خدا چون مردم دنیا مترس باش با حق همدم و از شورش و غوغا مترس
کردهٔ امروز اگر روشن دل از حب علیؑ با گناه کوه کوه از پرسش فردا مترس
مستی عاشق بود از جام مست دست یار گر نباشد در کفت پیمانهٔ صهبا مترس
هر گره چون شاخ گل انداخت در کارت رقیب میشود از ناخن الطاف جانان وا مترس
گرچه عمرے شد که جانان برد با خود جان چو دل باز آرد در تنت جان دلبر رعنا مترس

خصم دون دارد معلی از پیش فریادها
سگ چو بیند ماه را طالع کند غوغا مترس

دل گرفتار دام گیسویش
پای جان بسته سر مویش
میرسد ناوک مژه پیهم
بردلم از کمان ابرویش
تا نه بینم رخش چو نقش قدم
برنمی خیزم از سر کویش
بسکه دل وانشد ز لاله و گل
می کنم سیر گلشن رویش
همچو گل در چمن ز باد صبا
غنچهٔ دل شگفته از بویش
همچو آن آهوی رمیده ز سنگ
میگریزم ز تندی خویش

ای معلی مدار کار که چرخ
شد مشبک ز ناوک مویش

شامل کفار یا در حلقهٔ دیندار باش
هر کجا باشی بباش و در خیال یار باش
می نماید راه ظلمت اکثر این نفس شقی
ای دل نادان ز مکر این عدو هشیار باش
می نخواهد غیرت او اختلاط و دخل غیر
تا توانی دور تر از صحبت اغیار باش
گر طمع داری که باشی یوم دین در ظل عرش
ساکن کوی نبی در سایهٔ دیوار باش
گر تو میخواهی که گردد صحت کلی حصول
چند در دار الشفائی این دل بیمار باش
بستر راحت اگر خواهی مرو در راه عشق
دور تر از خواهش این منزل پر خار باش

هیچگه مائل مشو از عز و جاه دنیوی
ای معلی در ره الفت ذلیل و خوار باش

ای شهان سوده بدرگاه تو روی اخلاص
کوئی خود ساخت مقر دل شیدائم خاص

درجہاں گوہرِ مقصود بدستش آید
کہ زند غوطہ بدریائی طلب چون غواص

آمدم از ستمِ چرخ گریزاں سوئیت
جز درت در نظرِ من نبود بیکہ مناص

قید و محبوس خمِ زلفِ تو باشد دلِ من
ساز از بہرِ خدا زود ازیں قید خلاص

رفت روحِ تنم از زہرِ تغافل ہایت
زندہ اش کن چو مسیحا زدم خاص الخاص

اے معلّی شدم از تیرِ نگاہش کُشتہ
قاتلم را نبود ہیچ بدل ترسِ قصاص

بسمل بکرد دلبر و بخشید جاں عوض
صبرم گرفت و کرد کرامت فغاں عوض

بے یار زندگی نبود ہیچ خوش مرا
نستانم ار دہند تمامِ جہاں عوض

آں شخص را کہ حسنِ عمل کرد در جہاں
اورا دہند روزِ قیامت جناں عوض

درغفلتِ ہوا و ہوس زندگی گزشت
ایں عمرِ رفتہ را نبود جز زباں عوض

یارم چو دید گشتہ معلّی تنم چو مو
بخشید مہرباں شدہ موئے میاں عوض

بعدازیں از کوئی جاناں پاکشیدنہا غلط
رشتۂ الفت ز دلدارے بریدنہا غلط

از گلِ عہدِ بتانِ دلربا بوئے وفا
آمدن اول غلط دوم شمیدنہا غلط

غنچۂ دل را خبر کن در گلستانِ جہاں
باشدت چوں گل گریباں را دریدنہا غلط

ہمچو نقشِ پا ندارم قوتِ برخاستن
بعد از نیم بر سرِ کویت رسیدنہا غلط

گر ندارد جلوہ ات بیدارم امشب ہمچو شمع
خواب کردنہا غلط دل را رمیدنہا غلط

همچو مرغِ رشته بر پا مانده ام در دستِ تو
از تو رستن ها غلط از من پریدنها غلط

کرده ام جانا چه من گوئی معلّی بعد ازین
لب مکیدنها غلط در بر کشیدنها غلط

دلم ز لذتِ گفتار می شود محظوظ
چنانکه چشم ز دیدار میشود محظوظ

زیار نامهٔ داری بگو به قاصد
که گوش از خبر یار میشود محظوظ

کسے که بست بموئی میانِ او دل را
کجا ز صحبتِ اغیار میشود محظوظ

ز سیرِ لالهٔ و نرگس شگفته کے گردد
دلے که از گلِ رخسار میشود محظوظ

مده صبوح معلّی بدلبر مخمور
که جاں ز نرگس خمّار میشود محظوظ

از جہاں برخاسته آئینِ یاری الحفیظ
شد دل آزاری بعالم رسم جاری الحفیظ

رفتم از خود تا ز تیغِ ابروئے آں نازنیں
خورده ام بر روئی خاطر زخم کاری الحفیظ

در شبستاں دیده نالاں چوں مرا آموخت شمع
اضطراب و سوختن آئینِ زاری الحفیظ

تا خراماں از نظر بگذشت آں گلگوں عذار
در دلِ من میخلد ہر لحظه خاری الحفیظ

کشتیم در قعرِ دریا لنگرِ خود باخته
میکنم سعی و نمی بینم کناری الحفیظ

از بہارِ باغ و خزانی او چه سود
نخلِ اُمید مرا چوں نیست باری الحفیظ

اے معلّی خود بگو چوں میتوانم زیستن
گر نباشد در برِ من گلعذاری الحفیظ

دارم سخنے از لبِ دلدار توقع
با نعمتِ پُر لذّتِ دیدار توقع

امروز کہ اسبابِ طرب ہست مہیا
دارد دلِ من جلوۂ دلدار توقع

از ساغرِ چشمش کہ جہاں گشت سیہ مست
ہم ہست مرا نشۂ سرشار توقع

ہستند بتاں بسکہ سیہ چشم ندارم
زیں فرقہ وفا ذرۂ زنہار توقع

کردم برہش فرشِ دل و دیدہ معلّی
اکنوں گزرے ہست ازاں یار توقع

انچہ با ما کرد ہجرِ یار ما دانیم و دل
سوزِ ہجراں را چو شمعِ زار ما دانیم و دل

کرد روشن پرتوِ شمعِ رخش بزمِ جہاں
قدرِ حُسنِ آتشیں رخسار ما دانیم و دل

بسکہ از دیر و حرم مطلب بیکجا منجر است
صلح و جنگِ کفر و دیں را عار ما دانیم و دل

میکنی اے شیخ چوں بالانشینی اختیار
اعتبارِ جبّہ و دستار ما دانیم و دل

زاہدِ خشک از مئے و مئیخوار دارد نفرتے
تر دماغیٔ مئے سرشار ما دانیم و دل

کس چہ داند رتبۂ خاکِ شہیدِ کربلا
قدرِ خاکِ سبحۂ ابرار ما دانیم و دل

اے معلّی در حدیثِ ما و دل خلطے مکن
با تو گفتم ایں سخن صد بار۔ ما دانیم و دل

بشگفت بہ صحنِ چمن از بادِ صبا گُل
ایں مژدہ رسانید بہ بلبل شدہ وا گُل

بر حُسنِ دلاویزِ تو حُسنِ دگر افزود
چوں کرد بہ سر گوشۂ دستارِ تو جا گُل

با روئے فروزاں ز چمن چوں تو گزشتی
گردید خجل دید چو رخسارِ ترا گُل

بلبل بچمن بہرِ گل از بہر چہ نالد
دیدیم ندارد چو حنا رنگ بقا گل
دیدند کہ دل خستہ ہزار است طبیباں
کردند بر آتش ہمہ تجویز دوا گل

داریم معلّی ز شرر ریز زمانہ
چوں داغِ پلنگاں تنِ خویش جا گل

یا رسولؐ ہاشمی ہر دم ثنا خوانِ توام
بلبلِ بے خان و ماں شیدۂ آستانِ تو ام
اے سہی سرو ریاضِ خلد قربانِ توام
راست میگویم فدائے قدِّ ذیشانِ توام
صورتِ پروانہ دارم آتشِ داغِ جگر
مجمرِ سوزِ چراغِ روئے تابانِ تو ام
یا نبیؐ روزے کہ عیسیٰؑ بر زمیں آید ز چرخ
از مرض ہائے گنہ محتاجِ درمانِ تو ام
خاکسار و عاجزم افتادہ در راہِ طلب
نقشِ پائے زائرِ درگاہِ ذیشانِ تو ام
چوں سرِ خود را نہ تابم از گدائی درت
اے شہِ عالم گدائے از گدایانِ توام
یا شفیعِ روزِ محشر مظہرِ ستر العیوب
با ہمہ چاکِ گریباں زیرِ دامانِ تو ام
یوسفِ مصرِ نبوت و اے عزیزِ جانِ ودل
کمترین ادنیٰ غلام از غلامانِ تو ام
در بلائے عشقِ تو پابندم از روزِ الست
مو بمو پیچیدۂ زلفِ پریشانِ توام
کے بزم سودائے نعمت ہائے جنت یا نبیؐ
گوش بر آوازِ فضل خوانِ احسانِ توام

ہست ایں عرضِ معلّی در حضورِ عالیت
یا نبیؐ مستدعیِ انوارِ فیضانِ تو ام

جفا مکن کہ بدل طالبِ وفائے توایم
تو شاہِ ہر دو جہانی و ما گدائے تو ایم

چو دیدۂ تو منوّر ز کحلِ مازاغ است
نگاہِ لطف بکن بندۂ خدائے توایم
بروزِ حشر مراں از درِ شفاعتِ خود
غلام بارگہ خاص کبریائے توایم
بجز گناہ نہ کردیم ہیچ کارِ رضا
بدل اگرچہ ہمہ طالبِ رضائے توایم
بذاتِ پاکِ تو ختم است چوں مسیحائی
برائے دردِ دلی طالبِ دوائے توایم
کجا رویم بغیرِ تو نیست کس حامی
اگر وفا نکنی ہم خوش از جفائے توایم
بدہ پناہ تو از تابِ گرمئ محشر
شہا فتادہ تہِ سایۂ لوائے توایم
ز فرطِ جرم شدہ مبتلائے بیماری
پئے شفا ہمہ خواہانِ خاکپائے توایم
دراں زماں کہ شود خوانِ بخششِ تو وسیع
ز دل شدہ ہمہ تن گوش بر صلائے توایم

شریکِ حلقۂ خدّامِ تو معلّٰے دار
اُمیدوارِ شفاعت ز فضلہائے توایم

بدل نہ حسنِ عمل ہیچ غیر ازیں دارم
کہ نامِ پاکِ تو کندہ برایں نگیں دارم
خیالِ بادہ کشی در دلِ حزیں دارم
ز پندِ پیرِ مغاں یاد نکتہ ایں دارم
بحشر ساز شریکِ گروہِ دیں دارم
وسیلہ جز تو نہ اے شاہِ مرسلیں دارم
شود مرادِ دلم حاصل آں زماں کہ بصدق
بر آستانۂ پاکِ درت جبیں دارم
نگاہِ دیدہ بعالم رسد بہ نورِ یقیں
ز خاکِ کوئی تو چوں چشم سرگیں دارم
اُمیدوارِ شفاعت ز فرطِ بارِ گناہ
دلِ فسردہ و چشمانِ شرمگیں دارم
بجرم دور مفگن مرا ز زمرۂ خویش
شمارِ لطفِ تو اُمیدِ من ہمیں دارم

نیم چو لائقِ کارے ہمیں بس است مرا
کہ در گروہِ غلامانِ کمتریں دارم
دمِ عنایتِ تو خضرِ راہِ من چو شود
قدم بصدق و صفا در رہِ یقیں دارم
چو ذرۂ در خورشیدِ عالم قدسم
دماغِ خود بسرِ چرخِ چارمیں دارم
کنم نظارۂ کثرت جمالِ وحدت بس
نہ احولم کہ رخِ دیدہ را دو بیں دارم
خیالِ نفسِ شقی زہرِ قاتل است ہمہ
چرا نہ خوف ازیں مارِ آستیں دارم
زجملہ اہلِ مذاہب جُدا است مذہبِ عشق
نہ کافرم نہ یہودی نہ گبر و دیں دارم
بحیرتم چہ کنم نظرِ یار وقتِ وصال
کہ جانِ خستہ شکستہ دلِ حزیں دارم
بس است ایں کہ شوم بارکشِ ظلوم و جہول
نہ جاں دقیقہ رس و عقلِ خردہ بیں دارم
رساند فخرِ غلامئ تو مرا بہ فلک
قیام اگرچہ بریں سطحۂ زمیں دارم
طریقِ نعت گزینم بشعر گوئی و بس
چرا نظر بہ خیالاتِ نکتہ چیں دارم

تمام عمر معلّٰی ثنائے او گویم
بجانِ خویش تمنا نہ غیر ازیں دارم

بسینہ سوزِ دروں تابکے نہاں دارم
کہ تابِ صبر نہ من طاقتِ فغاں دارم
زقیدِ جسم بروں گشتہ عزمِ جاں دارم
گزشتہ ام زمکاں شوقِ لامکاں دارم
بیاید آنکہ خرید ایں گنجِ اسرار است
کہ جنس ہائے گرانمایہ در دکاں دارم
بدرد و رنج خدایا مگیر سخت مرا
کہ روئے صبر نہ من تابِ امتحاں دارم
اگر بمنزلِ مقصود رہ برم چہ عجب
کہ در ضعیفیٔ خود پیرِ نوجواں دارم

خیالِ غیر ازیں رو بدل نمی آید
کہ خوفِ رنجِ دلِ یارِ بدگماں دارم
خوشا دمیکہ رسم تا بکوئے منزلِ دوست
سرِ ارادتِ خود را بر آستاں دارم
مرا چو گردشِ چشمش در انقلاب فگند
شکایت از تو نہ اے دورِ آسماں دارم

گزشتہ ام چو معلّی ز فکرِ دشمن و دوست
چرا اُمیدِ عداوت این وآں دارم

بہر رنگے جمالِ یار دیدن آرزو دارم
ز ہر گل بوئے رخسارش شمیدن آرزو دارم
بہ بزمِ قربتِ جاناں رسیدن آرزو دارم
بہر سو در تلاشِ او دویدن آرزو دارم
بہ شوقِ جلوۂ نورِ تجلّی گاہِ ذاتِ او
ضیائے شمس در ہر ذرّہ دیدن آرزو دارم
چو مجنوں در سرِ لیلائے زلفِ عنبرینِ او
بہر صحرا سراسیمہ دویدن آرزو دارم
حجابِ غیریت برداشتہ از چشمِ وحدت بیں
ز حُسنِ او گلِ نظارہ چیدن آرزو دارم
نمودہ کارِ خود تسلیم بر نعم الوکیل اے دل
بمیدانِ توکّل آرمیدن آرزو دارم
ز ہر دوکانِ بازارِ جہاں در فکرِ سودایش
متاعِ حُسنِ یُوسف را خریدن آرزو دارم
خلاصی جستہ از دامِ تعلّق ہائے دنیاوی
ببالِ شوق در راہش پریدن آرزو دارم

بجوشِ جاں معلّی از زبانِ بیزباں ہر دم
صدائے نغمۂ ہو ہو شنیدن آرزو دارم

وی غم کہ ز دل سترده بودم
با یار شراب خورده بودم
تریاقِ وصال گر نمی بود
از زہرِ فراق مرده بودم

با یار رقیب را چو دیدم
دندان بجگر فشرده بودم
از یار بدست من نیامد
آن دل که به او سپرده بودم
او را چو روان بخانه دیشب
پوشیده ز غیر برده بودم
او کرد خوشم وگرنه چون گل
از صرصر غم فسرده بودم
منظور شدم ز بسکه خود را
کمتر ز سگش شمرده بودم
او را که به بر چو جان درآمد
لیموش صفت فشرده بودم
بے یار تمام شب معلی
بیتاب ز دردِ گُرده بودم

دوش سروِ قامتِ او بود شمعِ خانه ام
گرد چون پروانه آخر جلوه اش ویرانه ام
خوبئ زلفِ کجِ او راست آید کے بشرح
بے تصنع صد زبان باشد اگر در شانه ام
در گلستان بلبل و قمری بسر برده بیاں
هر یکے را رفت هوش از نالهٔ مستانه ام

* * *

من اینقدر که از آن زلفِ یار می ترسم
نه از گزیدنِ دندانِ مار می ترسم
از آن بزلف عروس جهان نه بستم دل
که از عواقب انجام کار می ترسم
چنان بروئے چو خورشید تو کشایم چشم
ز خنجر مژه ات بیشمار می ترسم
اگرچه خاطرے چون گل شگفته دارم
ولے ز صرصر لیل و نهار می ترسم
ز ابروانِ خود اے مه مکن اشارتها
کزین دو نیمچهٔ آبدار می ترسم

ازانکہ طائرِ دل را اسیر خواہی کرد
زدامِ زلفِ تو بے اختیار می ترسم

جگر بسینہ معلّیٰ ازاں طپید در وصل
کہ از مفارقتِ گلعذار می ترسم

ما نشّہ زچشمِ یار بُردیم
سعئ عجبے بہ کار بُردیم

رفتیم بہ بزمِ آں زری پوش
پنبہ بدمِ شرار بُردیم

ظاہر بہ رقیب راز کردیم
حاجت بہِ نا بکار بُردیم

چوں ابر ز آبِ چشمِ گریاں
از رہ گزرش غبار بُردیم

منصور صفت زگفتنِ حق
خود را بہ کنارِ دار بُردیم

زلفِ بتِ خویش را گرفتیم
در دیدہ ازیں دیار بُردیم

آں شعلۂ آہ ہست روشن
آں شمع کہ بر مزار بُردیم

ازسوزِ غمش بہ دل معلّیٰ
بس داغ بہ یادگار بُردیم

ہزار اشک بہ بزمِ تو ریختیم رفتم
چو غنچہ بندِ قبا را گسیختم رفتم

زسوزِ عشقِ تو اے شمع ہمچو پروانہ
بہ محفلِ تو پر و بال ریختم رفتم

گر نیست طاقتِ دیدار از تو باش اینجا
کہ من ز مہر چو انجم گریختم رفتم

دلم بہ کوئے تو گم شد ازاں بہ پردۂ چشم
غبارِ راہگزارِ تو بیختم رفتم

عروسِ دہر معلّیٰ نیامدم در بر

کہ تارِ طولِ امل را گسیختم رفتم

ہنوز با تو نیازے کہ داشتم دارم
چو شمع سوز و گدازے کہ داشتم دارم
در انتظارِ تو اے مرہمِ دلِ افگار
چو زخم دیدۂ بازے کہ داشتم دارم
ز تیرہ بختیٔ خود در قلمروِ امکان
چو زلف عمر درازے کہ داشتم دارم
اگرچہ ہمدم باشم ز تو ولے ز اُمید
بروئی دل در بازے کہ داشتم دارم
کند برنگِ دگر ہر نفس رقیب سلوک
ہنوز شعبدہ بازے کہ داشتم دارم
نہ شد ز کجروئی چرخ شاد گاہے دل
غمِ نشیب و فرازے کہ داشتم دارم
سیاہ بختیٔ را بیں چساں دلِ خود را
اسیر زلفِ درازے کہ داشتم دارم

نظر ز دیدنِ رویش نشد معلی اسیر
دراز رشتۂ نازے کہ داشتم دارم

امشب کہ ترا بہ بر ندارم
بر بالشِ عیش سر ندارم
بے روئے چو ماہِ تو عجب نیست
از خویش اگر خبر ندارم
از خوئی بدِ رقیب عمریست
در کوئے بتاں گزر ندارم
دستم نرسد بزلف جاناں
از بسکہ بدست زر ندارم
صد شکر کہ من چو نرگس امروز
بر دستِ کسے نظر ندارم
پروازِ خیالِ من بر اوج است
ہر چند کہ بال و پر ندارم

از نیک و بدِ جہاں معلی

باللہ کہ من حذر ندارم

قربانِ یار میشوم و گریہ می کنم
چون ابر زار میشوم و گریہ می کنم
پروانہ وار گرد تو اے شمعِ بزمِ ناز
ہردم نثار می شوم و گریہ می کنم
بیتاب ہر زمان کہ ترا یاد می کنم
سیماب وار می شوم و گریہ می کنم
در دامِ زلف چون دلِ سودا زدہ مدام
پابندِ تار می شوم و گریہ می کنم
در چشمت اے گلِ چمنِ دلبری چو خار
بے اعتبار می شوم و گریہ می کنم
در بزمِ انتظارِ تو شبہا بسانِ شمع
گرم اشکبار می شوم و گریہ می کنم

چون رعد و برق و ابر معلّیٰ ببین کہ من
بیتاب یار میشوم و گریہ می کنم

از فراقش چند نالم پیرِ کنعان نیستم
چند دُر از دیدہ ریزم ابرِ نیسان نیستم
ریخت از من دردِ او بال و پر و تاب و توان
تا بکے باشم صبور ایوبِ دوران نیستم
گلعذاران خندہ ہا دارند از پشتِ خمم
قد علم تا چند باشد سروِ بُستان نیستم
ہست تکرارِ سخن دور از فصاحت در کلام
ضبطِ این معنی کنم تا چند سحبان نیستم
ملکِ دلہا کردہ ام تسخیر از افتادگی
حکمرانی بیش ازین تا کے سلیمانؑ نیستم
گوش بر آوازِ من باشند تا کے خاص و عام
صاحبِ اعجاز و داؤدؑ خوش الحان نیستم
نفسِ فرعون خوئے اہلِ جاہ را از راہِ کبر
باز دارم من چسانِ موسئؑ عمران نیستم
از برائے دولتِ ناپائیدارِ دہرِ دون
چند بر درہا نشینم خانخانان نیستم

کردہ ام کنج قناعت اے معلیٰ اختیار
چند باشم در تکاپو مہر تابان نیستم

ہمچو گل در مشت اے دل گر زرے میداشتم
در بغل من نیز ہر شب دلبرے میداشتم

کرد محرومم ز فیضِ صحبتِ جاناں رقیب
می بُریدم گردنش گر خنجرے میداشتم

عرشِ حق کان آشیانِ طائرِ روحِ منست
می پریدم از قفس گر شہپرے میداشتم

میزدم بر شیشۂ دل سکۂ آسودگی
از قناعت گر سپاہ و کشورے میداشتم

میکشیدم خطِ بطلاں بر سرِ اہلِ جنوں
چوں دلِ خود پر ز داغش مصحفے میداشتم

کشتئ من کے شدے سرگشتۂ طوفانِ سعی
نوح مانند از توکل لنگرے میداشتم

رنگِ دنیا را بطرزِ تازۂ می ریختم
چوں خلیل اللہ با خود دیگرے میداشتم

میگرفتم کارِ دنیا راز دیوانِ جہاں
چوں سلیماں گر بدست انگشترے میداشتم

مدعا را پیش می بردم ز ابنائے زماں
در مزاجِ خود اگر شور و شرے میداشتم

اے معلیٰ آہ و گریہ پیشِ حق باشد عزیز
کاش من ہم نالہ و چشمِ ترے میداشتم

بیقراری در فراق از آفتاب آموختم
گریہ چوں پیرِ کنعاں از سحاب آموختم

دیوِ کبرِ نفس را کردیم از خاطر بدر
خاکساری را ز فیضِ بوتراب آموختم

از کمالِ باطنِ ما ہیچ کس آگاہ نیست
کسبِ کیفِ معنویت از شراب آموختم

در تپِ ہجران و تابِ دوریِ خورشید روئے
گشتن از پہلو بہ پہلو از کباب آموختم

بسکہ گردیدیم بیجا خانۂ دل شُد خراب
شیوۂ بیہودہ گردی تاز آب آموختیم
ہر کہ با ما ہم نفس شد از دمِ ما شاد گشت
نغمہ ہائے روح پرور از رباب آموختیم
برنمی تابد دلِ ما حرفِ تندِ غیر را
این تنک ظرفی معلیٰ از حباب آموختیم
دادی تو مرا جاں ز چہ رو جاں تو بخشیم
از ملکِ من آں چیست بگو آں تو بخشیم
من مفلسِ بے مایہ تو سلطانِ غنی دل
پس ہیچ برایں بے سروساماں تو بخشیم
عالم ہمہ پیشِ تو بہ دانگے نمی آرزد
آں جنس گراں چیست کہ از آں تو بخشیم

* * *

دل در خمِ گیسوئے تو بستیم و گزشتیم
چوں گرد بکوئے تو نشستیم و گزشتیم
بدمستئ ما نیست ز پیمانۂ ساقی
از چشمِ سیہ مستِ تو مستیم و گزشتیم
از کعبہ و بتخانہ نداریم حدیثے
ما مستِ مئ عہدِ الستیم و گزشتیم
با قافلۂ سوز و الم از سرِ دنیا
ہمچوں شرر از سنگ بجستیم و گزشتیم
چوں بادِ صبا بسکہ نمودیم تردد
از بندِ غمِ ہجرِ تو رستیم و گزشتیم
با دلبرِ گل چہرہ و از سیرِ گلستاں
صد شکر معلیٰ کہ شگفتیم و گزشتیم
بلبل صفتِ نغمۂ تو گفتیم و رفتیم
چوں گل بہ گلستانِ تو بشگفتیم و رفتیم
با غیر چو دیدم کہ ترا راز و نیاز است
از رشک چو زلفِ تو برآشفتیم و رفتیم

۴۵

چون راہ روِ منزلِ مقصود دریں باغ
در سایۂ سروِ تو دمے خفتم و رفتم
با قافلۂ حسرتِ جاں سوز ازیں شہر
چوں لالہ بدل داغِ تو بنہفتم و رفتم

خوش باش کہ در رشتۂ تحسینِ معلّی
دُردانۂ ہر بیت ترا سُفتم و رفتم

حجابِ غیرت تا کے بروئے دلبر اندازیم
بیا زاہد کہ ایں پردہ ز چشمِ سر بر اندازیم
بیا ساقی شبِ وصل است مے در ساغر اندازیم
فسانۂ روزِ فرقت را بہ کنجِ دفتر اندازیم
ز حالِ سوزشِ دردِ فراقِ او چہ می پُرسی
جہاں سوزیم اگر در خرمنِ او اخگر اندازیم
مسبّب غیرِ او کس نیست چوں در عالمِ ہستی
بروئے جملہ اسبابِ جہاں خاکستر اندازیم
نگہداریم در پیشِ نظر الفقر فخری را
بیا خاکِ مذلت بر سرِ گنجِ زر اندازیم
تمنائے دلِ ما اے ہُما از روزِ میثاق است
کہ مشتِ استخواں پیشِ سگِ کویش در اندازیم
بہ زہد و پارسائی راہِ مقصد چوں نشد حاصل
بیا رختِ سفر تا در طریقِ دیگر اندازیم
بہ بحرِ عشقِ پُر آفت رواں سازیم کشتی را
ز خوفِ موج تا کے در سواحل لنگر اندازیم
کنیم انوارِ داغِ دل اگر اظہار در عالم
نشانِ داغِ حسرت بر دلِ اختر اندازیم
کنیم از چشمِ دل نظارۂ حسن و جمالِ او
وجودِ خودنمائی از نظر یکسر بر اندازیم
پے تسخیرِ ملکِ جاں بجوشِ نشّۂ مستی
کمندِ آہ را بر بامِ چرخِ اخضر اندازیم
نمازِ ظاہری چوں نیست واجب رندِ مستاں را
بیا اے ساقیِ میخانہ در سجدہ سر اندازیم

تمنائے دلی ہست اے معلّی تا دمِ آخر

بزیر سایۂ دیوارِ کوئش بستر اندازیم

بہر جانب کہ می تازد نگاہِ شرمسارِ من
نمی آید نظر در چشم غیر روئے یارِ من
چہ دعوائے عمل بکند دلِ ناکردہ کارِ من
بدستِ اوست پیچیدہ عنانِ اختیارِ من
کند از چشمِ رحمت گر تجلی گلعذارِ من
شود پیدا اشرارِ طور از شمعِ مزارِ من
چناں مدہوش گر دیدم ز تاثیرِ نگاہِ اُو
نمی دانم کجا شد طاقت و صبر و قرارِ من
بگردد مرغِ جانِ من فدائے چنگلِ نازش
کند آں بازِ سلطانی اگر قصدِ شکارِ من
بکن اے سرو خوبی سیرِ باغِ داغہائے دل
بہارِ بے خزاں دارد مدام ایں لالہ زارِ من
کرم فرما بسوئے کلبۂ احزانِ من گاہے
نمی دارد قیام ایں ہستیٔ ناپائیدارِ من
کنم نظارہ گر از چشمِ دل در عالمِ ہستی
نمایاں ہست ہر سو جلوۂ حُسنِ نگارِ من
نظر چوں بر خطابِ معنیٔ لا تقنطوا دارد
شود مایوس کئی از تو دلِ اُمیدوارِ من
بجز تو از کہ گویم حالتِ بیتابیٔ خود را
کہ موقوف است بر فضلِ تو جملہ کاروبارِ من
شود خم گردنِ جانم صبا از بارِ احسانت
بصحرائے مدینہ گر فتد مشتِ غبارِ من
ز جرمِ من شدے نفرت گنہگارانِ عالم را
نبودے وصفِ ستاریٔ تو گر پردہ دارِ من

معلیٰ رحمتِ او بیں کہ جرمم دیدہ می گوید
مشو نومید از الطافِ من اے جاں نثارِ من

خودی بگذار و خود را بے نشاں کن
مکاں کن ترک و عزمِ لامکاں کن
ز مژگاں تیر و از ابرو کماں کن
بناز و عشوہ قتلِ عاشقاں کن

نمی گویم چنیں کن یا چناں کن
نظر ہر دم بحکمِ کن فکاں کن
نفس را در ہوائش بادباں کن
روانہ کشتیٔ عمرِ رواں کن
زفکرِ نفسِ سرکش در ضعیفی
طلب امداد از پیر و جواں کن
محبّاں را بہ تیغِ ناز کن قتل
حیاتِ بدنصیبِ دشمناں کن
ببزمِ او نشیں چوں شمع خاموش
زباں بند از بیانِ این و آں کن
شود ہر شئے بعالم جلوہ افزا
چو می فرمایدش حق ہر زماں کن
خلیلؑ آسا درِ ملکِ یقیں زن
رخِ وجّہت وجہی سوئے آں کن
اگر خواہی نجات از سختیٔ مرگ
دلا نامِ نبیؐ وردِ زباں کن
عطا کن شربتِ دیدارِ جاناں
علاجِ جانِ زارِ عاشقاں کن
فنا کن ہستیٔ خود در وجودش
تنفر از خیالِ این و آں کن
بدل اُمیدوارِ فضلِ او باش
حذر از دعوئے ہر امتحاں کن
بگیر از ہر لباسے نو چو یعقوبؑ
تلاشِ یوسفؑ اندر کارواں کن
زباطل بگذر و حق گو چو منصور
مقامِ دار را دار الاماں کن
دلِ روشن مرادہ یا الٰہی
سیہ روئے نصیبِ دشمناں کن
فگن بر دوشِ خود ایں طرّۂ ناز
بدامِ زلف تسخیرِ جہاں کن
مکن اسرارے دل بر کسے فاش
زچشمِ خویش ہم کارِ نہاں کن
چمن زارِ دلِ پُر داغِ ما را
شگفتہ از بہارِ بے خزاں کن

زخال و زلف این جا دانہ و دام
شکارِ مرغِ دل از این و آن کن
ز جور اے آسمان تیرے میفگن
حذر از آہِ آتش بارِ جاں کن
دل از موجِ طلاطم ہا نگہدار
روانہ کشتیِ عمرِ رواں کن
بشو خاکِ غبارِ خاکساراں
گزر بر اوجِ ہفتم آسماں کن

اگر خواہی ثوابِ حج معلّیٰ
طوافِ خانۂ پیرِ مغاں کن

گل را نہ بود عاشقِ دیوانہ بہ از من
بلبل نہ زند چہچہہ مستانہ بہ از من
گوئید بشیریں کہ کند در دلِ من جا
فرہاد نہ کرد است بنا خانہ بہ از من
صد عاشقِ دیوانہ بہر موئے تو بند است
دارد خبر از زلفِ تو گر شانہ بہ از من
از کوتہیِ دستِ دل و زلفِ درازت
دارد کہ سرِ رشتۂ افسانہ بہ از من
از ساغرِ چشمت ہمہ مستند دریں بزم
لیکن نبود سرخوشِ پیمانہ بہ از من
چوں شعلۂ جوّالہ شدم و از رُخت اے شمع
کے گشت بگو گردِ تو پروانہ بہ از من

چوں راز نہانم بدلِ خویش معلیٰ
پنہاں شدہ کے گنج بویرانہ بہ از من

بسکہ آں شوخ را ستودم من
قدرِ خود را سبک نمودم من
در دلِ خاص و عام جا دارد
کِشتۂ خویش را درودم من
رتبۂ من گزشت از افلاک
بسکہ سر را بپاش سودم من

ظاہر است این بعشقِ خود چون مہ حُسنِ آن مہ جبیں فزودم من
در جنون نیست ثانیٔ مجنون لیک گوئی سبق ربودم من
بگذرم از ملک اگر دانم از کجا آمدم چہ بودم من
گشتم آسودہ تا زمرأتِ دل رنگ زرو ہوا زدودم من
نہ کشیدم گہے پشیمانی آزمودہ نیازمودم من
از ازل در قلمروِ حیرت پادشاہِ جنون جنودم من

شد معلّیٰ ز خود بہ نغمۂ خویش
دوش چون این غزل سرودم من

بر اسیران کرم توان کردن فارغ از قیدِ غم توان کردن
بر مزارِ شہیدِ غمزۂ خویش رنجہ گاہے قدم توان کردن
مردگانِ فراق را زندہ چون مسیحا ز دم توان کردن
دردِ ہجران کہ عالمے دارد با دلِ ریش ضم توان کردن
یار آید اگر بہ کلبۂ من چون الف قد علم توان کردن
دیدہ ام شد سفید چون نرگس بعد ازین گریہ کم توان کردن
دِل بود خانۂ خدا بیشک طوفِ بیت الحرم توان کردن
نشنود پندِ تو اگر نادان لب ز گفتن بہم توان کردن

دِلِ معلّیٰ شد از کدورت پُر

صاف چوں جامِ جم تواں کردن

حق بہ قرآں یاد کرد از خوئی زن مکر باشد بستۂ ہر موئے زن
انبیا و اولیا را صد بلا آمدہ بر جانِ پاکاں سوئے زن
صحبتِ زن آفتِ مرداں بود دور بہتر مرد از پہلوئے زن
کردہ ام گوش از بزرگاں بارہا جاں سلامت کس نبرد از کوئے زن
افترا و فتنۂ و کذبِ صریح ہست موجِ کوہ کوہِ جوئے زن
بر نیاید صاف دل جوئی بہشت گر کند پیوستہ شست و شوئے زن
تا نفس را ہست آمد شد بہ تن ہرگزم منما خدایا روئے زن
میکند رسوائے عالم مرد را دشمنِ خونخوارۂ قابوئے زن
دل گریزد ہمچو آہو بعد ازیں بادیہ در بادیہ از بوئے زن
برکتے از خانہ بیروں می شود گر نباشد خیر خواہ شوئے زن

اے معلّٰی کس ندید از زن وفا
جا مدہ دل را تو در گیسوئے زن

سراپا نشّہ ام چوں مئے خرابم نمیتواں گفتن ز سوزِ عشق بریانم کبابم نمیتواں گفتن
بگردم دشت چوں مجنوں برائے او بصد فریاد ہمہ تن چشم گریانم سحابم نمیتواں گفتن
بود لب بستہ چوں اشراقیاں بارِ گفتارم درین صورت بہ بزمِ او کتابم نمیتواں گفتن
نمودم خویشتن را فرشِ راہِ خاکساریہا غبارم نمیتواں گفتن ترابم نمیتواں گفتن

چناں از اختلاطِ تشنگانِ چشمۂ دنیا
گریزانم بیابانہا سرابم میتواں گفتن

معلّی او ندارد گر دماغِ گفتگو با من
بگو از چشم یا ابرو جوابم میتواں گفتن

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے کہ دیہیمِ رسالت بر سرِ زیبائے تو
والے قبائے وحدتِ حق است بر بالائے تو

اے مقامِ قابَ قوسین است ادنیٰ جائے تو
غیرتِ عرشِ معلّٰی درگہِ والائے تو

رشکِ مہرِ خاوری شد چہرۂ رعنائے تو
قامتِ طوبیٰ فدائے قامتِ بالائے تو

ہست رشکِ مرغزارِ چرخ چوں صحرائے تو
غیرتِ خلدِ بریں بامِ فلک فرسائے تو

از حدِ یثرب دلا بیروں مفگن پائے خود
نیست جز کوئے محمدؐ مسکن و ماوائے تو

قطرۂ شد زاں حیاتِ خضرؑ و عیسیٰؑ اے عجب
آبِ حیواں است در لبہائے شکّر خائے تو

بعد مردن ہم ز خاکِ گور بالا می پرد
مرغِ جانم در ہوائے چترِ گردوں سائے تو

از سرِ گیسو شبِ تاریک از روزِ فراق
ایں دلِ سودا زدہ تا کے برد سودائے تو

آہ آتش بارِ من از شاخِ طوبیٰ بگذرد
سر کشد در دل چو عشقِ قامتِ بالائے تو

یا شفیع المذنبیں یا رحمۃً للعالمیں
روزِ محشر کن مداوائے دلِ شیدائے تو

مردمِ دیدہ بر آرد سر بہ فخرِ حورِ عیں
توتیائے چشمِ من گردد چو خاکِ پائے تو

کے نیابد از خدا عمرِ حیاتِ جاوداں
خضر چوں بوسد رکابِ مرکبِ والائے تو

چونکہ اے موسیٰ کند نورِ یدِ اللّٰہی ظہور
بانگ دارد یدِ طولیٰ یدِ بیضائے تو

مہر ہم بر چرخِ اخضر دائما بہرِ طواف
میکند گردش بگردِ گنبدِ خضرائے تو

ذاتِ اقدس چوں بنا شد رحمۃ للعالمیں
آمد از دریائے وحدت گوہرِ والائے تو
امتِ مرحومۂ تو ہست افضل از امم
فخر بر دیں است دین و ملتِ عزّائے تو
حاصل از خوانِ مدینہ گر شود نانِ شعیر
کے خورم اے موسیٰ عمراں من و سلوائے تو
دیدے صحرائے مدینہ ناقۂ اے مجنوں اگر
کے بسوئے نجد رفتے محملِ لیلائے تو

یک شبش در خواب بنما حسنِ ز لطفت یا نبیؐ
ایں معلائے حزیں تا کے بود سودائے تو

فرخندہ اے کسے کہ دلش شد فدائے تو
خوش طائرے کہ می پرد اندر ہوائے تو
از پرتوش شود مسِ تن زرِ جعفری
اکسیرِ خالص است اثرِ خاکِ پائے تو
بہرِ علاج سوئے مسیحا چہ می روی
دردِ دوی است ایدلِ ناداں دوائے تو
قدرِ علوئے رتبہ چہ دانند خاکیاں
عرش بریں است زینۂ دولت سرائے تو
سوئے شہِ مدینہ بروائے مریضِ عشق
خاکِ درش بس است برائے شفائے تو
ہر چند نیست نسبتِ خورشید ذرّہ را
دل آشنائے صورتِ نا آشنائے تو

تو یادِ او کنی و کند یاد او ترا
تو از برائے اوست معلیٰ برائے تو

اے صبا در گل و بلبل چہ سخن بود بگو
با تو در حقِ دلِ آشفتہ چہ فرمود بگو
از فراقش شدہ ام نالِ قلم یار چو شمع
کے کند جلوہ بہ بزم بر ما زود بگو
کفِ پا را صنمم از رنگِ حنا آگیں کرد
یا بخوں نالۂ ایں دیدہ تر سود بگو

گشت آئینهٔ معلّی دلِ تو از رویش
زنگ غم مصقلهٔ لطف که بزدود بگو

شد از مهتاب عریاں شب تنِ او
اگر بود از کتاں پیراهنِ او

رها چوں دل نخواهم کرد ایں بار
اگر آید بدستم دامنِ او

کسے دیوانه اش باشد که خورده
ز طفلاں سنگ برخود چوں منِ او

چرا گشتهٔ صحرا است مجنوں
که بود آغوشِ لیلے مامنِ او

نگاهِ التفاتی داشت بر من
رقیبِ بدسیر شد رهزنِ او

مجرد شو که عیسٰی را معلّٰی
نداده بر فلک ره سوزنِ او

بشود عقده کشا یارِ من انشاءالله
میرسد شمع شبِ تارِ من انشاءالله

نیستم تنگدل از رنگ جهاں چوں غنچه
میکشاید گره کارِ من انشاءالله

گر دلم داغ تو دارد چه غم از پنبهٔ صبح
میرسد مرهم افگارِ من انشاءالله

چند سوزم ز درازیٔ شبِ هجر چو شمع
میشود صبح شبِ تارِ من انشاءالله

ظلمت از روئے جهانِ دلِ غمگین ببرد
آفتاب رخِ دلدارِ من انشاءالله

بر کمرِ تیغِ علیؑ میخورد الله شود
مستعد هر که به پیکارِ من انشاءالله

چوں فلک از صفتِ حیدرِ کرّار بلند
میشود رتبهٔ اشعارِ من انشاءالله

عملِ صاعقه با هستیٔ بدخواه کند
شعلهٔ آهِ شرربارِ من انشاءالله

کفر و دیں اند بہم توام زنار سبحه
میشود رشتهٔ زنّارِ من انشاء الله
رفته رفته شود آویزهٔ گوشِ اقبال
درِ گنجینهٔ گفتارِ من انشاء الله

بلبلان زار بگریند معلّی به فغاں
چوں شود وا گلِ دستارِ من انشاء الله

رسید آں یارِ من الحمد لله
شگفته چوں چمن الحمد لله
کند ہر دم بذکرِ یار حرکت
زبانم در دہن الحمد لله
بسانِ خال بر رخسار او کرد
نگاهِ من وطن الحمد لله
بعشقم رفت شیریں راز خاطر
حدیثِ کوه کن الحمد لله
چو طوطی کرد آں آئینه رخسار
مرا شیریں سخن الحمد لله
نباشد صدر آرائے دلِ من
بغیر پنجتن الحمد لله

اگر آلائی حق خواہی معلّی
بگو ہر دم چو من الحمد لله

اے که از انوارِ خود روشن جہاں را کردهٔ
از ضیائے خود منوّر انس و جاں را کردهٔ
باعثِ ایجادِ عالم ہست ذاتِ پاکِ تو
از ظہورِ خویش پیدا این و آں را کردهٔ
ہست از ادراک بیروں رتبهٔ والائے تو
در ادائے وصف قاصر ہر زباں را کردهٔ
تابعِ فرمانِ تو جن و بشر حور و ملک
زیرِ حکمِ خود زمین و آسماں را کردهٔ
راهِ توحیدِ خدا بر ما نمودی آشکار
دور از دلہائے ما وہم و گماں را کردهٔ

کے شود از ما ادائے شکر ہر احسانِ تو   روشن از نورِ ہدایت انس و جاں را کردہٗ
کردہ ظاہر بر مسلمانان ہمہ احکامِ دیں   بستۂ احسانِ خود ہر این و آں را کردہٗ
مبتلا جان و دلِ ما بود در کفر و نفاق   از ضیائے نورِ ایماں روشن آں را کردہٗ
از فیوضِ جذبِ دل گشتیم اسیرِ زلفِ تو   بستۂ زنجیرِ احسانِ مومناں را کردہٗ
تازہ کردی از بہارِ فیضِ باغِ جانِ ما   واز پئے اصلاحِ دل پیدا تو قرآں را کردہٗ

وصفِ تو کردن چہ داند ایں معلّائے ضعیف
کند در اوصافِ خود تیغِ لساں را کردہٗ

اے محسن و منّانِ من از من چرا رنجیدہٗ   دردرہا درمانِ من از من چرا رنجیدہٗ
اے باعثِ ایجادِ من و اے موجدِ بنیادِ من   کن رحم بر فریادِ من از من چرا رنجیدہٗ
ہستم ضعیف و ناتواں کردم گناہ بیکراں   فضلِ تو ہست افزوں ازاں از من چرا رنجیدہٗ
کردم بسے جرم و گناہ دارم نہ ہیچک زادِ راہ   جز تو نمی دارم پناہ از من چرا رنجیدہٗ
بخشندۂ عصیاں توئی و دردِ مرا درماں توئی   غفّارِ ذی احسان توئی از من چرا رنجیدہٗ

* * *

مرا دیوانۂ رخسارۂ خود ساختی رفتی   ز عشقِ خود عجب شورے بدل انداختی رفتی
ز بندِ نشّۂ ما و منی جاناں شدم فارغ   ز تا کاشانۂ جان و دلے را باختی رفتی
نہادم گردنِ تسلیم خود را پیشِ تو امّا   چہ پیش آمد نہ گشتی تیغِ ابرو آختی رفتی
ز تیمارِ دلِ عاشق کہ کردی اے شہِ خوباں   لوائے نیکنامی در جہاں افراختی رفتی

ز بزمم دوش مستی رہا جستی و با اغیار
بسانِ شمع از غیرت مرا بگداختی رفتی

ز بستی طرفی از آمد شد نفس عزیز خود
معلّے از جہان خود را اگر نشاختی رفتی

خجل از بیت ابرویت ہلالی
ثنا خوانِ مہِ رویت جمالی

کجا کیفیتِ چشمِ تو دارد
شرابِ نشّہ بخشِ پرتگالی

ز فیضِ لذّتِ آبِ دہانت
شدم رطب اللسان ہمچو زلالی

دلم را مدتے شد کردہ صید
تو از تیرِ نگہ ہائے غزالی

چو آئینہ شوی با من مقابل
بخوانم ہمچو طوطی شعرِ حالی

خیالِ سرو قدِّ نازنینت
مرا بخشید جانان فکرِ عالی

اگر یابم بزمش رہ معلّے
نخوانم جز غزلہائے وصالی

ماہِ من از عرب آمد بجمالے عجبے
با رخِ روشن و ابروئے ہلالے عجبے

جلوہ گر در نظرم اوست بحالے عجبے
چشمِ بد دُور کہ ہستم بخیالے عجبے

در بشر شامل و بہتر ز ہمہ خلق و بشر
در جہان گشتہ ظہورش بکمالے عجبے

بے زبان بے مددِ گوش بدل می شنوم
گفتگوئے عجبے حُسنِ مقالے عجبے

گشتہ ام از اثرِ تابِ غمِ فرقتِ او
مبتلائے الم و رنج و ملالے عجبے

باطنِ من ہمہ مملوست بہ اسرارِ کمال
گرچہ ظاہر بہ تنم ہست زوالے عجبے

والضحیٰ وصفِ رخش مدحتِ زلفش واللیل
مه لقائے عجبے مهر جمالے عجبے
جامهٔ غیریت از جسمِ خود انگنده برون
شد مشرف شبِ اسریٰ بوصالے عجبے
تابعِ او شده فوجِ ملک از حکمِ اله
شانِ عالی عجبے جاه و جلالے عجبے
همچو خالِ رخِ محبوب ز فیضِ شهِ دیں
گشته مقبولِ خدا حسنِ بلالے عجبے
مثلکم گفتنش از حکمِ خداوندِ جهاں
شانِ بےمثلیٔ او راست مثالے عجبے
گشته در شکلِ بشر جلوهٔ حق جلوه فزا
ذی جمالے عجبے صاحبِ خالے عجبے
باطنِ او همه واصل بحق در ظاهر
شائلِ خلق شده با خط و خالے عجبے
فیض یابِ اثرِ رحمتِ او هر دو جهاں
معدنِ جود و سخا بحرِ نوالے عجبے
خالقش گفت به قرآں لعلیٰ خلقٍ عظیم
حُسنِ خُلقے عجبے نیک خصالے عجبے

هست دل شیفتهٔ چشمِ رسول؏ عربی
اے معلیٰ شده ام صیدِ غزالے عجبے

بیا ساقی بده مئے
که دل از مئے شود حے
بگو بے باده باشم
خمار آلوده تا کے
بگردد وا چو غنچه
دلم بے مطرب و مئے
مشو مست مئے حسن
بهار نیست بے دے
بیادِ او نفس سنج
همیشه هست هر شئے
بهارِ دولتش داشت
کجا جمشید و هم کے

دلم را ہیچ آرام
معلی نیست بے وے

دارم از یارِ خویش شکوہ بسے
گو کسے بشنود حدیث کسے
اے فلک مابدورِ تو بخوشی
نکشیدیم در جہاں نفسے
آئینہ زاں عذار می خواہم
بخدا نیست غیر ازیں ہوسے
کہ بمیدانِ عشقِ او چوں من
تاخت مانندۂ صبا فرسے
درگزر کاروان و من در خواب
کرد بیدار نالۂ جرسے
سیرگاہِ منست در جبروت
گشتہ ناسوت بہرِ من نفسے
از لبش بندمی شود لب من
گاہِ بوسہ زشہد چوں مگسے
بثرہ رفت ام گزرگاہت
پس خراماں بیا کہ نیست خسے

اے معلی غنیمت است اکنوں
نرسد نفع وہم ضرر ز کسے

چوں خبرت نیست زحالِ کسے
نیست ترا رنج و ملالِ کسے
بہرِ پریدن بہوائے وصال
نیست مجالِ پرو بالِ کسے
پیشِ فقیرانِ توانگر مزاج
ہیچ نیرزد زر و مالِ کسے
دانہ و دام است پئے مرغِ دل
وصفِ جمالِ خط و خالِ کسے
من صفتِ یار کنم گر بیاں
ہیچ نگنجد بخیالِ کسے

دور ز تشبیہ چو تنزیہ اوست
نیست برا و راست مثالِ کسے

بر عمل اے زاہدِ خود بیں مناز
قرعۂ فضل است بفالِ کسے

جز بخیالاتِ صنم ہیچ نیست
من چہ کنم باز خیالِ کسے

ہستیٔ ما جملہ کہ مالِ خداست
باز چہ نازیم بہ مالِ کسے

ق

آنکہ ز خوانِ کرم و فضلِ تو
رد نشدہ دستِ سوالِ کسے

باز رساں تا بدرِ الحرم
بے مدد و منتِ مالِ کسے

جز رہِ تسلیم معلّٰی مرو
باز مجو نقصِ کمالِ کسے

در فضیلتِ جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

بیا کہ محفلِ میلادِ مصطفیٰ ایں جاست
نزولِ رحمتِ پروردگارِ ما اینجاست

بدل اگر اثرِ عشقِ مصطفیٰ داری
بیا کہ مجمعِ عشاقِ بے ریا اینجاست

قدم نمودہ ز سر با ادب تو اے طالب
بجشنِ خاص ز اخلاصِ اولیا اینجاست

ملک ز چرخ طبق ہائے نور میریزند
بیا کہ جلوۂ انوارِ کبریا اینجاست

ز فیضِ نورِ سراجِ منیرِ عالمِ قدس
ظہورِ روشنیٔ قدرتِ خدا اینجاست

زیرتو شرفِ ذکرِ سیّدِ عالم
ضیائے جلوۂ حق نازل از سما اینجاست

ز چرخ حور و ملک جوق جوق می آیند
که ذکرِ مولدِ سلطانِ انبیاء اینجاست

ز عکسِ روشنئ او زمانه پُر نور است
بیا ببیں که عجب حسنِ دل کشا اینجاست

بکن نظاره بیا و ببیں ز دیدۂ دل
که گنجِ جلوۂ فیضانِ حق چہا اینجاست

ز ہر چراغ نمودار شعلۂ طور است
ز ذرّه ذرّه عیاں مہرِ پُر ضیا اینجاست

بیا و از دہنِ غنچه ایں صدا بشنو
که ہر گل از شرفِ خویش جاں فزا اینجاست

بیا که ہست دریں بزم ہر مسیح نفس
برائے دردِ دلِ اہلِ دیں دوا اینجاست

بیا بیا که دریں جا شوی زرِ خالص
پئے صلاحِ مسِ جہل کیمیا اینجاست

بکام یابئ مقصد بیا که موقع خاص
پئے حصولِ مرادات و مدعا اینجاست

بیا کنیم دُعا بہرِ شاہ و سلطنتش
که بہرِ دفع بلا موقعِ دعا اینجاست

نظامِ ملکِ دکن شاہ آصف ذیجاہ
که ذاتِ او سببِ حفظ و امنِ ما اینجاست

سلامت او صد و سی سال شادماں ماند
که از عدالتِ او امن جا بجا اینجاست

بظلِ عاطفتش شاد باد اولادش
ظہورِ دورِ زماں را قیام تا اینجاست

صبا به شاہِ مدینه رساں درود و سلام
بگو که مجمعِ خدّام با وفا اینجاست

بگو تو از رہِ اخلاص باطنی ہر کس
اُمیدوارِ عنایاتِ تو شہا اینجاست

بگو یکے ز غلامانِ تو معلّٰی ہم
بقیدِ نفس گرفتار و مبتلا اینجاست

بر آستانۂ عالی طلب بکن او را
که در بلائے تعلق اسیرِ یا اینجاست

قصیدہ

در تہنیتِ جشنِ جوبلی چہل سالہ حضور پُر نور اعلیحضرت بندگانِ عالی نواب میر محبوب علیخان بہادر آصفِ سادس سلطانِ دکن غفرانمکان علیہ الرحمۃ

اے کہ در کوے جلالت ذرہ شانِ آفتاب
زینۂ بامِ مکانت سائبانِ آفتاب
چون ندارد تابِ دیدارِ رخت از حسرتش
میکند گردش نگاہِ ناتوانِ آفتاب
ہست مصروفِ طوافِ آستانت شبہا
او ازانِ جانم و جانم ازانِ آفتاب
خاکپائے شحنۂ عدلت شود گر سرمہ اش
دیدۂ خفاش گردد پاسبانِ آفتاب
گر کند نظارۂ شانِ عقابِ ہیبتت
مرغِ ہوش آید برون از آشیانِ آفتاب
تا نگردد فیضیابِ نورِ باطن از درت
برنتابد اخترِ بختِ جوانِ آفتاب
طرۂ دستارِ تو دارد کلہ گوشہ بر اوج
افگند تا پرتوِ خود بر مکانِ آفتاب
چون ز خوانِ نعمتت زلہ ربائی میکند
زان سبب گشتہ است پر زر جرمدانِ آفتاب
گرد چون با شوشۂ چترت خیالِ ہمسری
زرد شد رنگِ رخ چون زعفرانِ آفتاب
پرتوِ نورِ سعادت بر جہان می افگند
میر محبوبِ علی غفرانمکان شہ رازدانِ آفتاب
طبعِ روشن گر بسنجد نورِ عقلت را باو
منکشف گردد ہمہ رازِ نہانِ آفتاب
گرم رو گردید در گردِ جہان بہرِ صلاح
لمعۂ عدلِ تو چون شد حکمرانِ آفتاب

همسری چون کرد با حسنِ رخت هر روز و شب
می فرستد فوج ظلمت بر مکانِ آفتاب
شمس نورِ خویشتن بروے نمی سازد نثار
بر درت تا خم نگردد آسمانِ آفتاب
تا نه گردد او خریدار متاعِ حسنِ تو
پر نشد از گوهرِ مقصد کانِ آفتاب
سرد پیشِ حسنِ تو شد گرم بازاری او
هست ارزان زان سبب حسنِ گرانِ آفتاب
حاسد از حسنت نه بیند هست مثلِ شپّره
تا نه بیند جلوهٔ زینت نشانِ آفتاب
اے شهِ ملکِ دکن عادل سخی با دل کریم
کس نه یابد چون تو در وهم و گمانِ آفتاب
کور گردیده است چشم او ز دیدِ حسنِ تو
مثلِ شپّره هر که می جوید نشانِ آفتاب
هر که با تو در دلِ خود کاشت تخمِ حاسدی
سوخت گشت او بحکمِ قهرمانِ آفتاب
در تمنائے حصولِ جامِ بزمِ عیشِ تو
گشت از آن بادهٔ رطلِ گرانِ آفتاب
شاه بر هر ذرهٔ عالم ز فیضِ عامِ خود
سایه افگنده چو نورِ بیکرانِ آفتاب
گر خمارِ دیدهٔ مستت فزاید کیفِ عشق
خونِ دل گردد شرابِ ارغوانِ آفتاب
گشته عالم را ز جودِ تو چنان حاصل غنا
کس نمی گردد گهے سائلِ نانِ آفتاب
چون نه نازم من که شاها از ضیائے مدحِ تو
روشنئ طبعِ من شد همزبانِ آفتاب
کیست کو بر روشنئ طبعِ من تحسین کند
زین جهان رفت است عرفی در جهانِ آفتاب
از ضیائے فیضِ مدحت اے مهِ برجِ شرف
شهرهٔ آفاق گردیدم بسانِ آفتاب
وصفِ آصف حد ندارد اے معلّی بر دعا
مختصر کن این بیانِ داستانِ آفتاب
آفتابِ عمر و اقبالِ تو اے شاهِ دکن
باد تابان هست تا دورِ زمانِ آفتاب

باد عالم بہرہ یاب از فیضِ خوانِ نعمتت
بر سماطِ چرخ تا باقیست نانِ آفتاب
باد زیرِ تیغِ قہرت گردنِ اعدائے تو
ہست تا تیرِ شعاعی در کمانِ آفتاب
جشنِ سالِ مولدِ تو اے شہِ ملکِ دکن
باد صد چل سال تا دورِ زمانِ آفتاب
بر سرِ اولاد و اعیاں باش قائم با مراد
ہست قائم در جہاں تا عزّ و شانِ آفتاب

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

حمدِ خدا کہ زو گلِ ہستی بہار یافت
صد رنگِ تازگی چمنِ روزگار یافت
حیوان و جن و انس و ملک جامد و نبات
از ذکرِ او وظیفۂ لیل و نہار یافت
ہم نعتِ آنکہ از پئے ایجادِ جملہ خلق
ذاتش مدارِ کارِ دو عالم قرار یافت
آں شافعی کہ حامیِ کارِ نجاتِ ماست
تسکیں بروزِ حشر ازو جانِ ما نزار یافت
از حرمتِ طفیلِ صحابہ و آلِ او
دل ہرچہ خواست از کرمِ کردگار یافت
بر بندگاں مواہبِ احسان و نعمتش
ہرچند از دہاں نتواند شمار یافت
آرے عطائے او چہ شمارد بدل کسے
در ضمنِ نعمتے چو کرم صد ہزار یافت
عادل شہے کہ کرد مقرر برائے ما
بہتر ازو کسے نتواں شہریار یافت
شاہے کہ ہست رستمِ دوراں خطابِ او
از بندگیِ او شرف اسفندیار یافت

در عہدِ تو رسیدہ بہ فیروز طالعی
بر روزگارہا شرف این روزگار یافت
در نامِ تو چو نسبتِ محبوب با علیؓ است
تیغ تو در غزا مدد از ذو الفقار یافت
اصلاحِ ما ز غصۂ گرم چو برقِ تو
طوریکہ خلق منفعتِ ریل و تار یافت
از شاخِ خشک میوۂ تر برگ نو دمید
قوت چو نامیہ ز نشہِ نامدار یافت
آوازۂ عدالتِ تو شہرہ چون فگند
کسریٰ بغیر گور نہ جائے قرار یافت

مطلع دوم

یک ذرہ ہم بدل نہ خلش زیرکار یافت
گل گرچہ جائے خویش بہ پہلوئے خار یافت
گنجِ ہنر کہ بود نہان زیرِ خاکِ جہل
ہر کس دریں زمانہ بدل آشکار یافت
گردید از وبہ ہر معطرِ مشامِ جان
چون بوئے زلفِ نافۂ مشکِ تتار یافت
زیباست ناز ما در گیتی اگر کند
زیرا کہ شبلِ تو خلفے در کنار یافت
از پائے نغزِ دہر چہ پرواست زانکہ شاہ
در راہِ شرعِ حق قدمِ استوار یافت
از چشمِ بد عدوئے تو چون ہیبتِ تو دید
جائے قرار او تہِ مرقد قرار یافت
ہر احتیاج مند کہ آمد بہ پیشِ تو
ہر حاجتے کہ داشت بلا انتظار یافت
از باعثِ عدالتِ تو اے شہِ نظام
ہر انتظامِ ملک بمرکز قرار یافت
نامِ تو گرچہ آصف جاہ ہست در خطاب
حکمِ تو ہمچو حکمِ سلیمانی قرار یافت
از بندِ تیغِ تست عیاں فتح جنگ ہا
نصرت ز حق معرکۂ کارزار یافت

در ہر ممالک است مظفر چو ذاتِ تو
سالاریِ سپاہِ وفادار یار یافت

رخشِ تو از تبخترِ شوکت دمِ خرام
نازد بخویشتن کہ چو تو شہسوار یافت

فیلِ سواریِ تو بہ فیضِ قدومِ تو
اصحابِ فیل در نظرِ خویش خوار یافت

از فیضِ جود و بخششِ تو در جہاں کسے
محتاجِ ہیچ کس نہ بملک و دیار یافت

دارد کلاہ گوشۂ فخرش بر آسماں
از لطفِ تو ہر آنکہ بدربار یار یافت

بادا وجودِ دشمنِ تو پائے مالِ اُو
در دوستی ہر آنکہ قدم اُستوار یافت

خالی چو داشت دستِ طلب از عطائے تو
زاں رو شرارِ آتشِ حسرت جبار یافت

چہ کند شمارِ بخششِ بے انتہائے تو
ہر کس کہ مال و گنج و گہر بیشمار یافت

سفتم بہ نظم چوں دُرِ مضمونِ مدحِ تو
ہر نقطہ آب و تابِ دُرِ شاہوار یافت

در نظم کار از ہمہ شد پیش کارِ او
چوں خلعتِ وزارتِ تو پیشکار یافت

در حسنِ انتخاب شہا بخت یاورت
دستور ہم مدبّر و عالی وقار یافت

وصفش ز حد فزوں است معلّی بکن دعا
دلِ مژدۂ قبول ز پروردگار یافت

دستِ دعا بصدق بسوئے فلک فراشت
از حق چو ایں نویدِ دلِ بیقرار یافت

یارب بدہ نوید کہ عمرِ شہِ دکن
تعدادِ سالِ گرہ فزوں از شمار یافت

ہر آرزوئے او کہ بود نفع بخشِ او
مقصودِ دل ز رحمتِ پروردگار یافت

یارب بدہ بشارت آں ہم بگوشِ من
شہ حاجتے کہ داشت بلا انتظار یافت

بہرِ فزودِ دولت و اقبال و عمرِ شہ
بافالِ نیک مژدہ دلم بار بار یافت

در مدح نواب انتظام جنگ بہادر

رسید مژدہ کہ نواب مستطاب آمد
سپہرِ جود امیرِ فلک جناب آمد
گرہ کشائے عقود مراصدِ عالم
کلیدِ قفلِ فتوحاتِ شیخ و شاب آمد
انیسِ غمزدہ ہا مونسِ شکستہ دلاں
ظہیرِ گوشہ نشیناں روان جواب آمد
دماغہا نشود چوں بہ طیب عطر اندوز
کہ از دیارِ ختن بوئی مشکناب آمد
برائے ردِ شیاطینِ گمرہ کفرہ
ز اوجِ فضلِ خدا ناوکِ شہاب آمد
پیمبری ز خداوندِ رتبہ آ حق
برائے تصفیہ ملک با کتاب آمد
شد از سمومِ جہاں خشکزار چوں آں ملک
برائے نزہتِ سرسبزیش سحاب آمد
سپید دیدہ شد از انتظار عالم را
ولیک زانچہ فیضِ او شتاب آمد
کباب شد جگر از آتشِ توقفِ او
اگرچہ زود تر از نشۂ شراب آمد
مع سپاہ فرنگ انتظام جنگ دلیر
برائے صیدِ عصافیر چوں عقاب آمد
ہزار لشکرِ کز خان بہادرِ دوراں
بعونِ پنجتن پاک کامیاب آمد
نشستہ بود محبّتش در انزوائے خمول
کنوں ز پردہ بروں ہمچو آفتاب آمد
بہر کجا کہ دریں الکہ بود بد خواہش
چو شاخ بید ز رعشش در اضطراب آمد
چو گل شگفتہ متعلّی دل از نسیم کسے
کہ قطبِ دولہ ز دلہا باو خطاب آمد

قطعہ

صلی اللہ علیہ وسلم

اے جلوۂ نورِ کبریائی　　زیبندۂ شانِ مصطفائی
ہر چند نہ گوییمت خدائی　　لیکن ز خدا نہ ہم جدائی

قطعاتِ عید

بہ ہر آمدِ عید صیام دلِ شاد است　　ز مقدمش دلِ مؤمن مسرت آباد است
بمؤمنین ز طفیلِ صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ　　ورودِ رحمتِ حق دولتِ خداداد است

دیگر

مہِ صیام چو بگزشت روزِ عید آمد　　بشارتِ شرف از بہرِ ما پدید آمد
بہ فضلِ حضرتِ حق از ادائے صوم و صلوٰۃ　　نویدِ اجر پئے مومنِ سعید آمد

دیگر

نویدِ آمدِ عیدِ مہِ صیام آمد　　بشارتِ شرف و فضل در انام رسید
طفیلِ صوم و صلوٰۃ از خزینۂ رحمت　　مرادِ خاطرِ اربابِ دیں بکام رسید

قطعات تواریخ

تاریخ تخت نشینی حضرت غفران مکان علیه الرحمه

چو آمد میر محبوب علیخان
ز مهدِ ناز بر اورنگِ شاهی
معلی گفت تاریخ جلوسش
بماند قایم این ظلّ الٰهی
۱۲۸۵ ھ

در تهنیتِ جشن جوبلی چهل ساله حضرت غفران مکان علیه الرحمه

جشن چل ساله مبارک جوبلی شهریار
شد درین ایام از فضل خدائی لایزال
در سنِ فصلی معلی هاتفِ غیبی بمن
عمرِ شه تا بکصد و سی سال باد گفت سال
۱۳۱۵ ف

تاریخ آوردنِ ریل در مدینه منوره بعهد خلیفة المسلمین سلطان عبد الحمید خان فرمانروای ترک دولتِ عثمانیه

کرد جاری ریل در ملکِ عرب
چون شهِ عبد الحمیدِ ذی کرم
مصرعهٔ سالش معلی گفت دل
شد مشرف از مدینه ریل هم
۱۳۲۶ ھ

تاریخ دورهٔ حضرت آصف سابع سلطانِ دکن خلد الله ملکه بمقام ورنگل راجوره و اضلاع احمد نگر زمانهٔ ولیعهدی

انگند ظلّ عاطفت خود بر اهلِ ملک
شهزادهٔ بهادرِ عالی به نیک فال

سالِ قدومِ نیک معلّی نمود عرض   راجوره شد ز مقدمِ شہزادهٔ باکمال
۱۳ ھ ۲۶

تاریخ طبع رسالہ اثبات مولود مصنفہ حضرت مولٰنا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استاد سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

چو حضرت مولوی انوار اللہ   کتابِ عمده تر تصنیف فرمود
جزاک اللہ فی الدارین خیرا   کہ از مضمونِ او فرحت بیفزود
معلّی گفت سالِ طبعِ فصلی   جوابِ منکر و اثباتِ مولود
۱۳ ف ۱۸۰
گر آں را از لبِ طاہر بخوانی   ہلالی سن شود حاصل ترازود
۹ تدخلہ ۹ ۱۳ ھ ۲۷

تاریخ تشریف آوری اعلیحضرت امیر کابل [illegible] سراج الملۃ والدین در ہندوستان

خوشا زماں کہ بہندوستاں شہِ کابل   سراجِ ملّت و دیں آمده بشوکتِ جم
زفرطِ شوق معلّی برائے سالِ قدوم   چہار بار (سحابِ کرم) بگفت دلم
۳۳۱ × ۴
۱۳ ھ ۲۴

تاریخ کلندیدگی چاه بنا کردهٔ مولوی عبد الواحد صاحب

بنا چوں کرد عبدالواحد ایں چاه   کہ فیضش باقیاتُ الصالحات است
معلّے گفت تاریخِ بنائش   نزولِ چشمۂ آبِ حیات است
۱۳ ھ ۲۴

تاریخ انتقال نواب شمس الملک مغفور

گوئے اوصافِ نیک و خلقِ حسن　　زجہاں چوں ربود شمس الملک
کن معلیٰ سنِ وفات رقم　　بجہاں رفت زود شمس الملک
۲۴ ھ ۱۳

تاریخ تعمیر مسجد بنا کردہ مولوی عبد الرحیم صاحب وکیل سمستانِ پالونچہ

مع اخوان دلا عبد الرحیم ایں　　بنا چوں کرد از بہر عملِ خیر
معلیٰ از لبِ آمیں سنش گفت　　جزاک اللہ فی الدارین الخیر
۲۴ ھ ۱۳ ۱+۱=۱۵ ۱۳۰۰ م

تاریخ طبع دیوان نعتیہ مصنفہ مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ

وزیرِ ملکِ دکن چوں نعتِ شاہِ رسل　　دُرِ معانی روشن بسلکِ مضموں سفت
دلِ معلیٰ تاریخِ طبعِ دیوانش　　پسندِ خاطرِ شاہِ اُمم بود سن گفت
۲۵ ھ ۱۳

تاریخ سفر رحمت آباد بہمراہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استاد سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ

چوں ز درگاہِ مکرم شرف اندوز شدم　　ہمرہِ قبلۂ دیں قدوۂ اربابِ رشاد
اے معلیٰ دلِ من فقرۂ تاریخ سفر　　گفت اللہ مبارک سفرِ رحمت آباد
۲۵ ھ ۱۳

تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی مسیح الزمان خان صاحب قدس سرہ استاد حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

اے معلیٰ چوں مسیحائے زماں　　رفت از دنیا بسوئے خلد زود

دراداۓ شکر تاریخ وفات   گفت روحش (یا غفور یا ودود)
۱۳ ہ ۲۸

تاریخ انتقال اہلیہ مولوی حمید الزمان صاحب خلف حضرت مولوی مسیح الزمان خان علیہ الرحمہ بہ صنعت تدخلہ

زوہر اہلیہ مولوی حمید زماں   بشوق دید لقا پیش کبریا آمد
شنیدم از لب اہل ارم ہمیں خوانش   بمجلسہ گاہ جناں فضل النساء آمد
۱۳۲۹ھ = ۱ + ۱۳۲۸

قطعۂ تاریخ بصنعت تدخلہ و تخرجہ نسبت وفات حسرت آیات حضرت آصف سادس غفران مکان و تخت نشینی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

رخت از شاہی اقلیم دکن   میر محبوب علی چوں بر بود
او برفت و بمقامش آمد   شاہ عثمان علی نیک وجود
۱۳۲۹ھ = ۱۵۳ + ۱۱۷۶

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ در مکہ مسجد بغرض اداۓ نماز جمعہ بزمانۂ تخت نشینی
۱۳۲۹ھ

نظام ملک دکن شاہ آصف سابع   شدہ بحسن عمل رہنماۓ راہ ہدا
بہ بست و ہشتم ماہ صیام در مسجد   بیامد و بنمودہ اداۓ حکم خدا
چو گشت جان و دل اہل دیں ازو خرسند   ازیں عمل شدہ بروۓ دل زمانہ فدا
پس از دعاۓ فراواں سنش معلی گفت   شہ علیم صلوٰۃ جمعہ کرد ادا
۱۳ ھ ۲۹

تاریخ طبع حیات مسیح سوانحات حضرت مولانا مسیح الزمان خان صاحب مغفور استاد سلطان دکن حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

سانحات عمر استاد نظام ‏ گشت چون تالیف باحال صحیح
بهر تاریخش معلّی فی البدیه ‏ گفت سال و نام تاریخ مسیح ۲۶ ھ ۱۳

دیگر

ذی فضل مولوی مظفر حسین خان ‏ تالیف چون نمود رساله نکو سرشت
تاریخ او بگفت معلّی بمن سروش ‏ احوالِ صدق و نیک مسیح الزمان نوشت
۲۹ ھ ۱۳

تاریخ عقد قاضی احمدالدین صاحب فرزند مولوی محمد حمیدالدین صاحب برادر خرد حضرت مصنف

گشت چون عقد برادرزاده ام ‏ با عروس دختِ عم مهر لقا
اے معلّی سالِ تقریبش بگو ‏ نیک آهنگ احمدالدین کتخدا
۲۹ ھ ۱۳

تاریخ مراجعت فرمائی حضور پرنور اعلیحضرت بندگانعالی حضرت آصف سابع سلطان دکن خلد الله ملکه از اجمیر شریف

از مزار خواجه اجمیر گشته مستفیض ‏ باز پس آمد شهِ ملکِ دکن مسرور شاد
اے معلّی عرض کردم مصرعهٔ سال سفر ‏ واپس از اجمیر آمد شاهِ قیصر با مراد
۳۰ ھ ۱۳

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد الله ملکه در مدرسهٔ نظامیه دکن

چو شد در مدرسه رونق افروز ‏ کمان هر یک به تسلیمش شده خم

بجو سالِ قدومش اے معلّٰی
بیا شاہا بیا باخیر مقدم
۳ ھ ۱۳

اشعارِ متفرقہ

بجز ذاتِ قدیم خاص وے را
بقائے نیست حاصل ہیچ شئے را
میانِ انقلابِ دورِ گردوں
بخاک آرد سرِ کاوس و کے را
بہ پندار انیکہ مستِ بادۂ عشق
بجامِ جم فروشد جامِ مے را

ایکہ نامِ تو زبان را راحت است
ذکرِ تو روحِ رواں را راحت است
فیضِ عشقِ تست فیضِ اوجہا
یادِ تو جانِ جہاں را راحت است

شب گزشتہ نہ تنہا ز تپ بدن میسوخت
دلم ز سوزِ تو چوں شمعِ انجمن میسوخت
زگرمیٔ نگہ یارِ آتشیں جولاں
چو شمع دوش ز سر تا بپائے من میسوخت

جاں بستہ سلاسلِ زلفِ رسائے تست
مرغِ دلم اسیرِ کمند بلائے تست

چو قصدِ آمدنت بر مزارِ من باشد
بخلق موجبِ عز و وقارِ من باشد
دمے ز یادِ رخ و زلفِ تو نیم غافل
ہمیں وظیفہ لیل و نہارِ من باشد

صبا چو وقتِ صحر از مدینہ می آید
بہارِ تازہ بگلزارِ سینہ می آید
بطوفِ گنبدِ خضرائے سیّدِ عالم
خوشا دلیکہ ز سر تا بزینہ می آید

خاکِ من بے سبب اے یار مریز
رنگِ حسرت بدلِ زار مریز

طائرِ دل کے پر دبر اوجِ ہنگامِ شباب
وقتِ شب ہا مرغِ پنہاں در نشیمن میشود

ترک اسبابِ جہاں در رہ جاناں کردم
خوب سامانِ دلِ بے سر و ساماں کردم
بہ ذکر حق دلِ منصور وار میدارم
مدام وردِ زباں نام یار میدارم

سر شتاق خم باحمدِ رب کن
فدائے نام سلطان عرب کن

بگوش من کند القابت شیرینِ مقالِ من
بکن فیضِ نگاہ خویش را محو خیالِ من
شدم غرقِ گناہاں اے مہ صاحب کمالِ من
نگاہی کن بہ لطفِ خوشتن بر خستہ حالِ من
بگوش من ہمی گویدبت شیرینِ مقالِ من
کہ جز فانی شدن حاصل نمیگردد وصالِ من

بیانِ حسنِ او چہ کند زبانِ کجِ مقالِ من
کہ وصفِ او بروں است از حدِ وہم گمانِ من

ایکہ دردِ تو دوائے جانِ من
کفرِ تو سرمایۂ ایمانِ من
شرحِ حالِ بے نہایت وصفِ تو
ہست بیروں از حدِ امکانِ من

اے گلبن زیبندۂ گلزار خدائی
گویم نہ خدایت مگر از وے نہ جدائی
اے آنکہ زروئے تو عیاں شانِ خدائی
حسنیکہ تو داری بکس آں را نہ نمائی

ہر کجا یاری رود خود را
ہمچو سایہ ردیف گردیمش
ہست ایں دیو نفس رہزنِ دیں
بریاضت ضعیف گردیمش
نعتِ دلبر بہار عیش و طرب
اے **معلّے** خریف گردیمش

مناجات بدرگاہ رب الحاجات

اے کریم کارساز بے نیاز / در مصیبت بندگان را چارہ ساز
ما ہمہ محتاجِ درگاہِ تو ایم / چوں گدا استادہ بر راہِ تو ایم
گرچہ آلودہ گناہان ایم ما / لیک بر امید احسانیم ما
آنچہ احسانہا نمودی ز ابتدا / آن عنایتہا ندارند انتہا
حد ندارد رحمت و اکرام تو / جیب عصیاں پیش لطفِ عام تو
بے طلب ما را عطا کردی وجود / از عنایاتِ خود اے ربِّ ودود
در عدم بر ما عطائے بے شمار / از کرم کردی تو اے پروردگار
وز سبب ما را مسبب ہم توئی / جام ایں جملہ جہاں را ہم توئی
لیک شکر تو نہ کردم پنجگاہ / وائے بر فعلِ من و حالِ تباہ
در غلامانِ حبیبِ خود مرا / آفریدی اے شہِ ارض و سما
در گروہِ اہلِ سنت نام زد / ہم مرا کردی تو اے ربِّ صمد
حبِّ اہلِ بیت و اکرامِ بتول / الفتِ اصحاب و اولادِ رسول
در دلم محکم تو کردی از کرم / شاملم کردی بسلکِ غوثؒ ہم
پیرِ ہم دادی جواں بخت و کریم / عالمِ شرع و طریقت مستقیم
حامیِ شرع و طریقت را پناہ / از جبینش ظاہر انوارِ[له] الٰہ
با زر و مال اندریں دنیائے دوں / عزت و جاہم عطا کردی فزوں

[له] حضرت مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُناجات

اے کریم کارساز بے نیاز
واقفِ مقصودِ دلِ دانائے راز

ذاتِ تو منّان و غفار الذّنوب
خالق و رزّاق ستّار العیوب

رحم کن بر حالِ زارِ اہلِ دیں
از طفیلِ شاہِ ختم المرسلیں

جز درِ تو نیست چوں جائے دگر
از کجا آریم ماوائے دگر

گردن از بارِ گنہ خم می شود
شرم دامنگیر ہر دم می شود

در دہن گرچہ زباں داریم ما
مُہرِ خجلت بر دہاں داریم ما

واقفِ راز دلِ ہر کس توئی
حسب قولِ مولوئ معنوی

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو
ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

نخلِ حاجت را ثمر بخشیدئی
ہم دعا را تو اثر بخشیدئی

ہست بر عالم کشادہ خوان تو
درد و درماں جملہ در فرمان تو

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ

تو حلیمی تو کریمی اے رحیم
جرمِ ما را بخش اے ربِّ کریم

شہ نظام الملک آصف جاہِ ما
تا صد و سی سال ماند شاہِ ما
زیرِ ظلِّ او ہمہ اولادِ او
شادمان مانند ہم اعضادِ او
تخت و تاجِ او بود قائم بدہر
باد ملک و جاہ او دائم بدہر
خیر خواہان و ہمہ اعیانِ او
شاد و خوش مانند در فرمانِ او
بانیٔ مجلس و جملہ حاضریں
جملہ خدامِ شفیع المذنبین
گردد الطافِ تو یارِ ما ہمہ
نیک باد انجامِ کارِ ما ہمہ

عرض ما را اے خدا مقبول کن
از معلّٰی ایں دعا مقبول کن

آمین ثم آمین

تمت بالخیر

حضرت فضیلت جنگ بہادر
استاد سلاطین دکن

تقریظ

عالیجناب راجہ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت کے سی ایس آئی پیشکار و سابق وزیر اعظم ریاست حیدرآباد دکن دام اقبالہ

ہمارے دکن کے مجلس شعرا میں جہاں نامی شعرا بزم افروز ہوتے رہے ہیں انہیں روشن دماغوں سے شبستانِ سخن کے روشن چراغ ہمارے مولانا **محمد مظفر الدین معلی** بھی تھے جو استادِ سخن شیخ حفیظؒ کے شاگرد رشید تھے شیخ حفیظ فقیر کے جد امجد مہاراجہ چندو لال کے دربار کے نامی شعرا کے گروہ میں ممتاز تھے اِن کا کلام افسوس ہے کہ جمع نہیں ہوا چیدہ چیدہ اشعار لوگوں کی زبانوں پر رہ گئے ہیں۔ مُعلّائے مرحوم سے فقیر کو ابتدائے سخن گوئی میں تلمذ تھا **معلیٰ** مرحوم باخدا نہایت خلیق حلیم الطبع ذی مروت اور علم دوست تھے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور چار مرتبہ مدینۂ منورہ کی زیارت سے شرف حاصل کیا تھا بڑے متقی پرہیزگار اور شب بیدار تھے نماز پنجگانہ تو اُن کا فریضہ تھا مگر تہجد کو بھی کبھی قضا نہیں کیا۔ آپ کی صحبت میں فقراء ابرار علمائے باعمل و شعرائے نازک خیال کا مجمع رہتا تھا۔

آپ کی محفل بلا لحاظ مذہب و ملت نہایت وسیع تھی۔ سرمایۂ علمی آپ کی گرانقدر زندگی کا راس المال تھا حضرتِ معلی نے ۸۰ سال کی عمر پائی اور ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ پنجشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہی عالمِ بقا ہوئے حضرتِ معلی نے اپنے انتقال کی تاریخ خود فرمائی تھی وہ یہ ہے۔

اے معلی گرچہ ہوں عصیاں میں غرق
رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا

رَحْمَتِی سَبَقَتْ عَلیٰ غَضَبِی عیاں
بہر بخشایش وثیقہ ہے میرا

کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب
شافعِ محشر وسیلہ ہے میرا

ربِ کریم اور ہیں حبیب اُس کے کریم
دو کریموں پر بھروسہ ہے میرا

جاں نکلکر جسم سے کہتی ہے سن
بخشنے والا اب اللہ ہے میرا
۱۳ ھ ۳۵

حضرت معلی شیخ حفیظ کے
فرزند جناب [illegible]
شاگرد تھے

حضرتِ معلیٰ طبعاً شاعر ہونیکے علاوہ عروض میں ایک حدتک تبحر رکھتے تھے۔ آپ نے دردبھرا دِل پایا تھا۔ کلام میں عجیب سوز وگداز اور جذبات کے اثرات ہر ایک بات سے پیدا تھے آپ کا دیوان تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصۂ اول اردو نعتیہ۔ حصۂ دوم اُردو عشقیہ۔ قصائد مدحیہ۔ قطعات مناجات وغیرہ۔ حصۂ سوم فارسی۔ محمد ریاض الدین علی ریاض فرزند رشید حضرتِ معلیٰ مرحوم مستحق شکریہ ہیں جنھوں نے اپنی سعیٔ بلیغ سے اپنے والدِ ماجد کی تصنیفِ پریشان کو ایک جگہ جمع کردیا ہے اور دیوان کی صورت میں چھپوا کر پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔

قطعہ تاریخ طبع دیوان

معلیٰ کا دیوان اعلیٰ چھپا ہے
لطیف و فصیح و بلیغ و سلیس

جو پوچھے کوئی سال تاریخ اُس کی
کہو شاد نظم معلیٰ نفیس

۱۳ ھ

جلیل

قطعہ تاریخ طبع دیوان از جلیل القدر جناب مولوی حافظ جلیل حسن صاحب المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

خوشا فکرِ معجز نظامِ معلیٰ
زہے چشمۂ فیضِ عامِ معلیٰ

ز خورشید افزوں فروغِ معالی
ز گردوں بلند ست نامِ معلیٰ

ز انوارِ دیوانِ والاست روشن
کہ این است ماہِ تمامِ معلیٰ

چہ عنقائے مضمون چہ مرغانِ دلہا
ہمہ اُفتادہ بدامِ معلیٰ

چہ میکش چہ دردی چہ سرشار و حالی
ہمہ مست صہبائے جامِ معلیٰ

جلیل این چنین گفت تاریخ طبعش
کہ الہامِ غیبی کلامِ معلیٰ

۱۳ ھ

دیگر

مزہ آتشِ تر کا دیتا ہے کیا کیا
ہر اک گرمِ مضمونِ نظمِ معلیٰ

جلیل اس کی تاریخ مستانہ کہئے
یہ ہے جامِ گلگونِ نظمِ معلیٰ

۱۳۴۰ ھ

قطعۂ تاریخ طبع دیوان نتیجۂ فکر حضرت مولانا سید شاہ حسین محمد الحسینی صاحب مدظلہ المتخلص خسرو سجادہ روضۂ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

ریاضِ معلّی کے ہر شعر کو بجا ہے جو الہام غیبی کہو
محبت بھرے دل کے اسرار ہیں کلام ایسا کیوں کر نہ مقبول ہو
کیا تم نے یہ کام اچھا ریاض دعا ہے کہ دارین میں خوش رہو
سنِ طبع دیواں کہا خیر نے ریاضِ معلّا ہمایوں لکھو
۱۳۳۴ھ

از جناب مولوی حکیم عاشق حسین صاحب مدظلہ

دل کشا ہے ریاضِ خوش اسلوب تازہ تر ہے چمن معلّے کا
طبع کا سال ہے یہی ہاتف دل نشیں ہے سخن معلّے کا
۱۳۳۴

قطعاتِ تاریخ نتیجۂ فکر شیریں کلام مشہور انام مولوی سید عبدالغفور صاحب جعفری چشتی قادری نقشبندی سہروردی دہلوی

المتخلص ضرغام برادر ماموں زاد حضرت معلّی علیہ الرحمۃ

چو گلزارِ اشعار دیدم بہ دیدم بہ گلگشت چوں نزد حافظ مصلّی
سنِ طبع مطبوع ضرغام آمد بگو نیک دیوان ریاضِ معلّی
۱۳۳۴ھ

دوسرا قطعہ

شدہ چھاپ دیواں چو گلہائے تازہ بافضال و الطاف ایزد تعالےٰ
سنِ فصلی نوشت ضرغام طرفہ پسندید دلہا ریاضِ معلّے
۱۳۳۴ف

تیسرا قطعہ

چھپا جب یہ دیواں تو دل نے کہا
ہے ضرغام سنہ صوری و معنوی

سراپا یہ شایانِ تقدیس ہے
دو سنہ زیبِ تیرہ سو اکتیس ہے
١٣ ف ٣١

چوتھا قطعہ

ہے معلّیٰ کا معلّےٰ سر بسر دیوان چھپا
طبع کا سنہ کہہ دے اے ضرغام صوری معنوی

حبّذا تصنیفِ نیکو مرحبا برحالِ طبع
تیرہ سو چالیس ہجری ہے معلّےٰ سالِ طبع
١٣ ھ ٤٠

قطعہ تاریخ طبع از حضرت مولوی محمد سعد الدین صاحب قبلہ المتخلص سعد جاگیردار برادر حقیقی حضرت معلّیٰ علیہ الرحمہ

یوانِ معلّےٰ کی تعریف یہ ادنیٰ ہے
ہر شعر بجائے خود اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے

ندازِ بیاں دلکش پھر اُس پہ زباں شُستہ
سب کچھ ہے غرض اس میں کیا کہوں کیا کیا ہے

ورد میں آمد ہے۔ آمد میں اثر پنہاں
نیرنگیٔ مضموں میں اک وسعتِ معنیٰ ہے

ہر حرف نگینہ ہے بس خاتمِ مضموں کا
الفاظ کی بندش بھی سونے پہ سُہاگا ہے

ئینِ محبت کا آئینہ اسے کہئے
حیرانیٔ عاشق کا بے مثل سراپا ہے

حسن اور محبت کے منظوم کرشمے ہیں
حالِ دلِ مجنوں ہے وصفِ رُخِ لیلیٰ ہے

بے شُبہ حقائق کا ملتا ہے سبق اس سے
دریائے معارف کا گویا دُرِ یکتا ہے

تشائے حقیقی ہے نعتِ شہِ دیں اس کا
دیرینہ ریاضت کا مقبول نتیجا ہے

اسرارِ نہاں بیشک ہوتے ہیں عیاں اس سے
الفاظ کی کثرت ہیں وحدت کا معمّا ہے

اصلاح عقائد کی کرتا ہے بہر صورت
ایمان کا حامی ہے خضرِ رہِ عقبیٰ ہے

تا[illegible] کہی میں نے اے سعد یہ چھپنے کی
دیوانِ معلّا کیا فیضانِ معلا ہے
١٣ ھ ٤

فکرِ جناب صوفی مولوی شرف علی صاحب مشرف ساکن سکندرہ آباد تلمیذ حضرت معلّیٰ علیہ الرحمہ

وہ استاد میرے جنابِ معلّیٰ
دکن کے بزرگوں میں اک نامور تھے
نہیں ان کی تعریف کی مجھ میں قدرت
بیاں سے زیادہ ہیں اوصاف ان کے
مرتب ہوا جب یہ دیوان ان کا
نہایت تردد سے اور کوششوں سے
رکھا نام اس کا "ریاضِ معلّےٰ"
کہ تا ہوں معطر دماغ اس سے سب کے
کہا طبع کا سال میں نے مشرّف
ریاضِ معلّیٰ کے گل ہیں یہ اچھے
۲ ۴۰ ۴ ۱۳

قطعہ تاریخ طبع زاد جناب سید اعظم اللہ حسینی صاحب اطہر وکیل ضلع پربھنی تلمیذ حضرت معلّیٰ علیہ الرحمہ

تجلّی، مجاہد، ریاض اور رضوان
ہیں چاروں جو فرزند حضرت معلّا
یہ اچھا نتیجہ ہے کوشش کا ان کی
"ریاضِ معلّیٰ" دکن میں جو نکلا
سنِ طبع ہجری کہا میں نے اطہر
ہے عمّوی معلّیٰ کا یہ باغ اچھا
معلّیٰ کی یا چھوڑ کر بس الف گر
تو ہجری کا سنہ سالِ فصلی لکھی ہوگا
۴۰ ۱۳ ۳۱ ۳

قطعہ تاریخ طبع زاد جناب خواجہ شفیع حسن صاحب عارف فرزند ارجمند جناب ہاتف مد ظلہ

ریاضِ معلّے دکن میں چھپا
بدل جس کا مشتاق تھا اک جہاں
ہمیشہ رہے گی بہارِ ریاض
معلّیٰ کا ہے گلشن بے خزاں
غزل فارسی اور اردو میں ہے
یہ اک گلستاں ہے یہ اک بوستاں
کہی خوب عارف نے تاریخ طبع
ریاضِ معلّیٰ عزیز دلاں
۱۳ ۴

قطعہ تاریخ نتیجۂ فکر مولوی محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد فرزند حضرت معلّیٰ علیہ الرحمۃ

بہ فضلِ خدا و طفیل محمد
چھپا جب یہ دیوان مرے قبلہ گہ کا
مجاہد کہی میں نے تاریخ فصلی
ہوا طبع نیکو ریاضِ معلّا
۱۳ ۴

STATE LIBRARY HYDERABAD A.P.

صحت نامۂ ریاض معلی حصّۂ سوم و دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴				
				۵۸	۸	تفنے	تقفے
۲	۸	یا ید	یا بد	۶۴	۱۳	شہ نظام	نظام ملک
۳	۵	دایم	دائم	۶۷	۷	صیام آمد	صیام رسید
۳	۱	ہشت	ہست	۷۰	۵	۱۵ر ۱۳	۲۵ ۱۳ر
۴	۴	نہ ہم گردد	نہ خم گردد	۷۲	۲	تاریخ سیخ	تاریخ مسیح
۱۰	۱۰	اخلاص	خلاص			۲۶ ۱۳	۲۹ ۱۳ر
۲۰	۱۵	تواضح	تواضع	۷۴	۱۴	صرب	طرب
۲۲	۸	زلف	زلفت			صحت نامۂ دیباچہ	
۲۶	۱۲	حصیص	حضیض				
۲۶	۱۴	سرہم	مرہم	۴	۶		نواب افضل الدولہ آصفجاہ خامس
۳۳	۱۵	باغ	باغ دنیا	۵	۵	ملکہ	بلکہ
۳۸	۵	عداوت	عداوت از	۱۰	۲۱	امراللہ	امیراللہ
۴۰	۱۰	ان شعلہ	از شعلہ	۱۱	۱۹	حضرت معلی	حضرت معلی نے
۴۴	۱۵	بلبل صفت نغمۂ تو	وصف تو چو بلبل چمن	۱۳	۱۷	وا	ہوا
۴۶	۱۳	وصف دستاری	وصف ستّاری	۱۹	۱	کہ	اور
۴۸	۳	طلاطم	تلاطم	۲۲	۱۰	پپچانتے	پہچانتے
	۱۱	بزد	یزد	۲۷	۴	حمایت نامہ اسلام	حمایت نامۂ ایمان
		بحق در	بحق و در	۲۷	۲۱	دل سے دور	دل سے کم
		بہار	بہارے	حصۂ دوم ۵۵	۱۲	جس ون	جس ون سے

کتاب دیوان محلیؔ

گذرانندہ محمد حمید الدین برادر حقیقی

حضرت مولوی محمد مظہر الدین صاحب محلیؔ

۲۹/۵ ۱۳۲